



دل کی تمنا ہے تو
سعید عثمان

دل کی تمنا ہے تو



از قلم سعدیہ عثمان

Copyright: Dil ki Tamanna hai tu by Sadia Usman (Writer)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

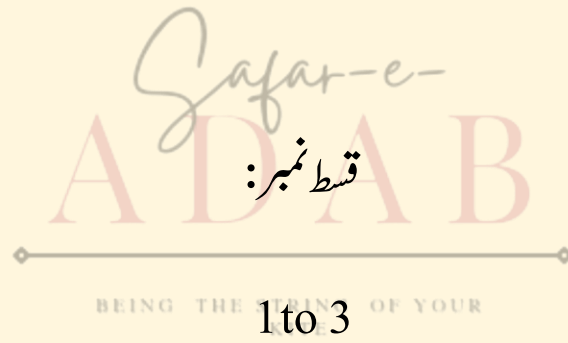
adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

دل کی تمنا ہے تو کے تمام جملہ حقوق لکھاری "سعدیہ عثمان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





رات کے تقریباً ایک بجے کا وقت تھا۔ بخ سردی میں وہ ننگے پاؤں ٹیرس پر کھڑی تھی ٹھنڈی جسم کو چیرتی ہوا چل رہی تھی لیکن وہ خاموشی سے کھڑی اوپر سیاہ آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ یہ اذیت اس اذیت سے کم تھی جو اسے کسی نے دی تھی وہ کیسے وہ شام بھول سکتی تھی انہی سوچوں میں گم تھی کے فضا میں اس کے فون کی ٹون بجنے لگی۔ اس نے ہا تھ میں پکڑا سنہری آئی فون آنکھوں کے سامنے کیا جس پہ "ماہ نور کالنگ" جگمگا رہا تھا۔ وہ جب سے پاکستان آئی تھی تب سے اسکی سینکڑوں کالز آچکی تھیں۔ اس نے گہرا سانس لیا اور کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

"شکر ہے اللہ کا تم نے کال تو رسیو کی" وہ چھوٹے ہی بولی۔ "کیسی ہو طبیعت ٹھیک ہے نا" اسنے فکر مندی سے سوال کیا

Safar-e-ADAB

"ہاں یار ٹھیک ہوں میں" اسنے اکتاہٹ سے کہا۔

"اچھا چیک اپ کے لیے کب جارہی ہو" اس نے پھر سوال کیا۔

"نور پلیمز میں نے تم سے کہا تھا کہ تم مجھ سے اس بارے میں بات نہیں کرو گی" اس نے تلخی سے کہا۔

"پہلے تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم جاؤ گی صبح ڈاکٹر کے پاس" اس نے فکر مندی سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں وعدہ نہیں کر رہی" اسنے اکتاہٹ سے کہا۔

تبھی اسنے کسی کی نگاہوں کی تپش محسوس کر کے نگاہ اٹھا کر چند فٹ دور ٹیرس کی طرف دیکھا۔

اور لمحے کے ہزارویں حصے میں اسکی آنکھوں میں سامنے کھڑے شخص کے لیے شدید نفرت پیدا ہوئی تھی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اس شام کے مناظر دوبارہ لہرائے تھے۔

اگلے ہی لمحے اسنے نگاہ پھیر لی اور فون پہ بات کرتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئی۔

اور دوسری طرف وہ کتنی ہی دیر وہاں کھڑا اس طرف دیکھتا رہا جہاں وہ کچھ دیر پہلے کھڑی تھی۔

وہ بہت بدل چکی تھی پہلے والی کوئی شوخی اور چیخیل پن اس میں نہیں تھا وہ یہ اسے دیکھتے ہی بتا سکتا تھا۔

اسے یوں مہینوں بعد اپنے سامنے دیکھ کر خوشگوار احساس ہوا تھا۔ اسکی نگاہوں کو جیسے قرار مل گیا تھا۔ لیکن اُن آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھنا بہت جان لیوا تھا جن آنکھوں میں کبھی اسکے لیے عشق کی انتہاؤں کو چھو تی محبت وہ باخوبی دیکھ سکتا تھا لیکن انجان بنتا رہا۔

وہ جانتا تھا کہ اس سب کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

"اور پھر وہاں سے واپس پلٹتے ہوئے اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

گھڑی دن کے بارہ بج رہی تھی۔ اسلام آباد کی فضا میں آج کچھ خنکی تھی۔ نومبر کے آخری دن تھے۔ موسم سرما کی آمد آمد تھی۔ سامنے کھڑے جڑواں گھروں میں آج معمول سے زیادہ گہما گہمی تھی۔ اتوار کا دن تھا کالج سے چھٹی ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ اتوار کے دن اسکا یہی معمول تھا ابھی ایک گھنٹہ پہلے زرین بیگم اسے اٹھانے آئیں تھیں۔

"آبی! اٹھ جاو بیٹا ناشتہ کرلو۔ گیارہ بج رہے ہیں۔"

وہ تھوڑا سا کسمپاسی تھی اور پھر سے سو گئی تھی۔ اچھا اٹھ کے ناشتہ کر لینا میں اماں کی طرف جارہی ہوں جانتیں تھیں وہ آج جلدی نہیں اٹھے گی۔ اور وہ ابھی تک سو رہی تھی۔

دونوں گھروں کی درمیانی دیوار میں ایک دروازہ تھا جہاں سے کوئی بھی کسی وقت بھی آ جاسکتا تھا۔

ابھی بھی دادی جان نے اسے بھیجا تھا "آبی" کو اٹھانے کے لیے۔ وہ درمیانی دروازہ عبور کر کے اپنی جون میں لان سے ہوتی ہوئی اندر کی طرف بڑھ رہی تھی "آج تو آبی کی بچی کو چھوڑوں گی نہیں میں" مجھے رات کو کہہ کے، صبح جلدی اٹھیں گے نماز کے بعد واک کریں گے یہ کریں گے وہ کریں گے "۔۔۔ آ۔۔۔ اور سامنے سے آتے فاران سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"ارے! ارے! کیا ہو گیا کون سی گاڑی چھوٹ رہی ہے تمہاری جو یوں بھاگتی ہوئی آرہی ہو۔"

وہ جس کا دل پہلے ہی یہ جان کر دھڑک رہا تھا کہ وہ رات سے آیا ہوا ہے اور اب اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہاں سے بھاگنے کے پر تول رہا تھا۔ اسے یوں مسلسل اپنی جانب تکتے ہوئے اس نے مسکراہٹ دبائی اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔

"کیا ہوا"! اور اس نے سٹپٹا کر نظر اس کے چہرے سے ہٹائی۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ کچھ نہیں"۔ وہ میں آبی کو اٹھانے آئی تھی دادو اسے بلارہی ہیں۔

"اچھا ہاں وہ ابھی تک سو رہی ہے"۔ اور وہ جو پہلے ہی وہاں سے بھاگنا چاہ رہی تھی جلدی سے وہاں سے ہٹی تھی۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلی تھی کہ۔۔۔ "رکو! فاریہ"۔۔۔ اس کی آواز سے اسکے چلتے قدموں کو بریک لگا تھا۔ وہ قدم قدم چلتا اس تک آیا۔

"تم نے اپنے بال کٹوائے ہیں!"۔ اس نے نظر اٹھا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا جو تفتیشیانہ انداز سے ماتھے پر تیوری چڑھائے اسے دیکھ رہا تھا پہلے والا نرم تاثر چہرے پر کہیں نہیں تھا۔

"جج۔۔۔ جی کٹوائے تھے" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیوں!" اس نے ناک کے نتھنے پھلاتے ہوئے سوال کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ام۔۔۔ وہ بال کچھ کچھ خراب ہو گئے تھے تو میں نے ثانیہ بھابھی سے کہا تو انہوں نے کاٹ دیے تھے"۔ وہ کیسے سکون سے اسے اپنی کارستانی سنارہی تھی۔

"لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں" اس نے ہمت کرتے ہوئے معصومیت سے سوال کیا۔

اسکے یوں پوچھنے پر اچانک اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"ہوں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کچھ نہیں۔ ٹھیک ہے تم آبی کو اٹھانے جارہی تھی نا"۔

فاریہ نے سر ہلایا اور اندر کی طرف بھاگی مبادہ پھر سے نا آواز دے دے۔

اور وہاں کھڑا فاران سوچ رہا تھا اس کو کیا جواب دیتا کے مجھے تمہارے بال بہت پسند ہیں۔ فاریہ کے بال جو کے پہلے کمر سے کچھ نیچے آتے تھے اور اب کٹنگ کروانے کے بعد کمر سے بالشت بھر اوپر تھے۔ وہ بھی فاران نے ہمیشہ کی طرح اسے مڑ کر دیکھا تھا اور خلاف توقع اسے اسکی لمبی چوٹی نہیں دیکھی تھی۔ اسکا موڈ خراب ہو چکا تھا وہ ہر ہفتے دو ہفتے بعد گھر آیا کرتا تھا۔ آفس کی دوسری برانچ لاہور میں ہونے کی وجہ سے بابا نے اسے لاہور بھیج دیا تھا اور یہ وہی جانتا تھا کہ پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے وہ کیسے کئی کئی دن اسے دیکھے بغیر گزارتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ اس معاملے پر جلد امی سے بات کرے گا۔

اس سٹائن سالہ مرد کو ایک لڑکی بری طرح سے اچھی لگنے لگی تھی۔ اُسے سوچ کر وہ نرمی سے مسکرا دیا۔

Safar-e-
ADAB

آبی

کاکمرہ اوپر تھا فاریہ نے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آکر گہرا سانس لیا۔

"اف مجھے پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے ان کے سامنے آتے ہی۔"

وہ دروازے کا ہینڈل گھما کر اندر داخل ہوئی۔ کمرے کا درجہ حرارت اے سی کی وجہ سے بہت کم تھا کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی پھیلی تھی۔ سامنے ہی بیڈ پر وہ سر تک کمبل تانے سو رہی تھی سلائڈنگ ڈور کے سامنے سفید اور گلابی رنگ کے پردے برابر تھے۔ اس نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے ناک کے نتھنے پھلا کر سامنے بیڈ کی طرف دیکھا۔

"ابھی تک سو رہی ہے بتاتی ہوں اسے" وہ چلتی ہوئی سلائیڈنگ ڈور کے قریب آکر پردے ہٹائے اور ڈور کھول دیا۔ کمرے میں سورج کی سنہری روشنی پھیل گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا جو سر تک تانے سو رہی تھی۔

"آبی کی بچی اٹھ جاوٹا تم دیکھو ساڈھے گیارہ ہونے والے ہیں اور تم اٹھنے کا نام نہیں لے رہی" وہ چلائی تھی۔

"کیا ہے کیوں چلا رہی ہو صبح صبح کیا کوئے کھا کہ آئی ہو اور مجھے کیوں اٹھا رہی ہو یار" اس نے بے زاری سے کہا اور پھر سے کمبل سر تک تان لیا۔

"تمہیں دادی جان بلا رہی ہیں اب اٹھ بھی جاو پھر ڈانٹ کھاؤ گی" فارسیہ نے کہا اور اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ کاش میں اس وقت کینیڈا اپنی ڈریم یونیورسٹی میں سکون سے سنڈے منارہی ہوتی مجھے وہاں کوئی اٹھاتا بھی نا وہ کمبل کے اندر سے ہی با آواز بلند بولی فارسیہ نے اسکی آخری بات پر افسوس سے نفی میں دائیں بائیں سر ہلایا۔

"کمرے کی ہر چیز سلیقے اور نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھی ہر چیز آبی نے خود سلیکٹ کی تھی لیکن اس کی صفائی سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں تھا یہ سب زرین بیگم کا کمال تھا۔

کمرے کو سفید اور گلابی رنگ کے امتزاج سے سجایا گیا تھا۔ بیڈ کے دائیں طرف گلابی رنگ کا صوفہ اور بائیں طرف ڈریسنگ ٹیبل رکھا تھا۔ بیڈ کے بالکل سامنے الماری تھی۔

ایک طرف رائیڈنگ ٹیبل رکھا گیا تھا سلائیڈنگ ڈور سے کچھ فاصلے پر سنہری رنگ کا پنجرے کی شکل کا خوبصورت سا جھولا لٹک رہا تھا۔

سفید ماربل کو گلابی خوبصورت سے قالین سے ڈھکا گیا تھا۔

"کیوں بلارہی ہیں مجھے نانو" اس نے کمبل کے اندر ہی آہستگی سے سوال کیا۔

"تمہیں تو جیسے پتا ہی نہیں ہے" اس نے منہ بسورا۔

"آج اتنی جلدی کیوں بلارہی ہیں پہلے تو دوپہر میں تیل لگاتی ہیں" اس نے تھوڑا سا کمبل ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ آج گھر میں کچھ خاص لوگ آرہے ہیں اس لیے" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"ہیں کہیں تمہارے رشتے کے لیے تو نہیں آ رہا کوئی" اس نے چہرے سے کمبل ہٹا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "بکو اس بند کر بد تمیز" فاریہ نے اسے بری طرح گھورا۔

"ہاں تو غلط تو نہیں کہہ رہی ماشاء اللہ سے بی ایس کر چکی ہیں آپ مس فاریہ وحید" اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ وہ اس کی اپنے بھائی کے لیے پسندیدگی سے اچھی طرح سے واقف تھی اسی لیے جان بوجھ کے اسے تنگ کر رہی تھی۔

"آبیہ سلطان اب میں بھی تمہیں نہیں بتاؤں گی کے کون آ رہا ہے ویسے بھی تم نے مجھے رات کو کیا کہا تھا" اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ناسوری پتا ہے ناسٹڈے کو نہیں اٹھا جاتا مجھ سے جلدی اچھا اب بتاؤ کون آ رہا ہے" اس نے بے زاریت سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"گھر جا کے دیکھ لینا اب اٹھو اپنا حلیہ درست کرو تم نے ابھی ناشتہ بھی کرنا ہے دادی جان ناراض ہو رہی ہوں گئیں"۔ اس نے فکر مندی سے کہا۔

"پہلے بتاؤ مجھے کون آ رہا ہے" اس نے ضدی پن سے کہا۔

"وجاہت چاچو آرہے ہیں" آبی کے لیے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

"کیا!۔۔۔۔۔۔ ماموں آرہے ہیں اور تم مجھے اب بتا رہی ہو، اور ساتھ وہ۔۔۔ وہ بھی آرہے ہیں کب آرہے ہیں" اسنے جلدی سے اٹھتے ہوئے ایک ساتھ سوال کیے۔ "لڑکی سانس تو لے لو کیا ہو گیا ہے" اسنے حیرانگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

وہ جانتی تھی کہ آبی کو وجاہت چاچو کے بیٹے پہ چھوٹا موٹا "crush" ہے وہ بھی انسٹاگرام پہ ان کی پکچرزدیکھ کے، اس کے مطابق وہ بالکل ہالی وڈ ماڈل لگتے ہیں اور یہ بات سچ بھی تھی اسی لیے وہ یوں اتا ولی ہو رہی تھی انکا ذکر سن کر۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ زندگی اسے کیا رنگ دکھانے والی ہے۔

"ہاں آرہے ہیں وہ بھی ظاہر ہے انہوں نے اپنا بزنس امریکہ سے شفٹ کر کے پاکستان، سعودیہ عربیہ، روس اور کچھ اور کنٹریز میں شفٹ کر لیا ہے اور یہ سب وہ پچھلے کچھ مہینوں سے کر رہے ہیں اور اس کی وجہ بھی تمہیں پتا ہی ہو گی اور اب فائنلی وہ تقریباً بیس سال بعد دوبارہ پاکستان آرہے ہیں اور تقریباً دو بجے تک وہ گھر پہنچ جائیں گے"۔ اسنے تفصیلاً کئی بار کی سنی ہوئی بات اسے پھر سے سنائی تھی۔

"ارے۔۔۔ واہ تم نے تو مجھے پوری سٹوری ہی بتادی مجھے تو پتا ہی نہیں تھا"۔ اس نے متاثر ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

وہ دو چار بار پہلے بھی بڑوں کی زبانی یہ سٹوری سن چکی تھی۔

"ویسے خیریت تو ہے نا تم کیوں پوچھ رہی ہو" اسنے شرارت سے کہا۔

"ام۔۔۔ک۔ کیا ہے میرے کزن ہیں وہ میں پہلی دفعہ ان سے مل رہی ہوں اس لیے تھوڑی ایکسائٹڈ ہو رہی ہوں" اس نے کندھوں سے دو تین انچ نیچے آتے سیاہ ریشمی بالوں کو سمیٹتے ہوئے لاپرواہ بنتے ہوئے کہا۔

"او۔۔۔ہو۔۔۔ہو۔۔۔سیدھی طرح کہونا کہ ہاں وہ میری زندگی کا پہلا اور آخری "crush" ہے"۔ اس نے شرارت سے کہا۔ "ہاں تو جاؤ تم بھی فاران بھائی کو بتادو کہ تمہیں ان سے کتنی محبت ہے بلکہ ٹھہرو میں ہی اپنی پیاری سی دوست کی مشکل آسان کر دیتی ہوں" اس نے بھی اسکی بات کا جواب اسی کے انداز میں دیا اور مسکراہٹ چھپاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔

"شرم تو نہیں آتی تمہیں ایسے کرو گی میرے ساتھ" فاریہ نے جلدی سے اٹھتے ہوئے اسکا بازو تھاما اور اسے بری طرح سے گھورا۔

"اچھا نہیں ہے انہیں کبھی نا کبھی پتا تو چلنا ہے نا تو میں ہی بتا دیتی ہوں" اسے پھر شرارت سو جھی۔

"تم اپنی بکواس بند کرو بد تمیزاب چلو نیچے" اس نے اسے دروازے کی طرف دھکیلنا چاہا۔

ایکسیوزمی! کیا میں یوں ہی منہ اٹھا کے ایسی شکل کے ساتھ ہی چلی جاؤں اس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

اس کی اس بات پر فاریہ نے اس کے حلیے کا جائزہ لیا۔ وہ ڈھیلے ڈھالے گلابی ٹراؤزر شرٹ میں دراز قد کی حامل تھی سیاہ بالوں کا گول مول جوڑا بنائے ہوئے تھی بڑی بڑی ہرنی جیسی خوبصورت آنکھیں اسی کو گھور رہی تھی تیکھی خوبصورت ناک میں سنہری بالی چمک رہی تھی سرخ و سفید رنگت کی حامل وہ حسین لڑکی آبیہ سلطان اس سے سوال کر رہی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے بہت اچھی دکھتی ہیں آپ اب جلدی چلو کپڑے بدلویار"۔ اب کے اس نے اسے لاڈ سے

کہا۔

"میں پہلے شناور لوں گی پھر جاؤں گی" اسنے الماری سے کپڑے نکالے اور واش روم کی طرف جاتی ہوئی بولی۔

"یار آبی تم دو گھنٹے لگاؤ گی" اس نے دہائی دی۔

"سچی بس دس منٹ میں آرہی ہوں" وہ جلدی سے کہہ کر واش روم میں گھس گئی۔

اور پیچھے وہ بیڈ کی حالت درست کرنے لگی۔

Safar-e-

نور جہاں منزل اور سلطان خان ہاؤس دونوں گھر جو باہر سے دکھنے میں بالکل ایک جیسے لگتے تھے۔ اسی لیے ان

دونوں گھروں کو جڑواں گھر کہا جاتا تھا۔ جو ان میں بسنے والے مکینوں کی محبت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

دونوں خان فیملیز کی محبت دیکھنے والوں کے لیے ایک مثال تھی۔

نور جہاں صاحبہ جو کے دونوں گھروں میں سب سے بڑی اور محترم تھیں) ان کے شوہر کی وفات ہو چکی تھی۔

نور جہاں صاحبہ کے شوہر کا تعلق ایک پٹھان فیملی سے تھا، وہ اپنے بزنس کے سلسلے میں اسلام آباد شفٹ ہو گئے تھے

یہیں شادی بھی ہو گئی بیوی بختون نہیں تھیں وہ پشتون نہیں جانتی تھیں تو بچے بھی کچھ خاص

زبان سے واقف نہیں تھے۔

ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

بڑے بیٹے کا نام وحید خان تھا جن کی شادی ان کی پھوپھو زاد حاجرہ سے ہوئی۔ ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

بڑے بیٹے کا نام صالح تھا جو شادی شدہ تھے انکی بیوی کا نام ثانیہ تھا۔ دوسرے نمبر پر تینیس سالہ صارم تھا جو اپنی سٹڈیز کمپلیٹ کر چکا تھا اور اپنے بابا اور بھائی کی طرح حال ہی میں آفس جوائن کر چکا تھا۔ اور تیسرے نمبر پر بائیس سالہ فاریہ تھی جو آبہ سے تین سال بڑی تھی۔

ان دونوں کی دوستی پورے خاندان میں مشہور تھی۔

نور جہاں صاحبہ کے بچوں میں دوسرے نمبر پر تھے وجاہت صاحب۔ جنہوں نے گھر والوں کے خلاف جا کر ایک تر کش عورت سے شادی کی تھی۔ اور کچھ سالوں بعد یہی سنے میں آیا تھا کہ انکی بیوی جس کا نام میرا تھا وہ ان کو چھوڑ کے چلی گئیں تھیں ان کی اولادوں میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی کچھ مہینے پہلے فوت ہو چکی تھی۔

ان سے چھوٹی بیٹی سبین تھیں جو لندن میں ہوتیں تھیں جن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا بیٹا تھا بیٹے کا نام شاہ زیب تھا اور پچیس سالہ بیٹی شانزے جو اپنی سٹڈیز کمپلیٹ کر چکی تھی اور اسے نئے فیشن اور گھومنے پھرنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔

سب سے چھوٹی ذرین تھیں جن کی شادی ان کے تایا زاد سلطان صاحب سے ہوئی تھی۔ سلطان صاحب اکلوتے تھے ماں باپ کی وفات کے بعد ان کی پرورش نور جہاں صاحبہ نے کی تھیں۔ اور وہ ان سے اپنی والدہ کی طرح محبت کرتے تھے۔ ان کا ایک بیٹا فاران جو اپنے بابا کے ساتھ بزنس سنبھالتا تھا اور ایک انیس سالہ بیٹی آبہ تھی۔

وہ دونوں آپس میں باتیں کرتی ہوئیں لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ سامنے ہی نور جہاں صاحبہ صوفہ پر ٹیک لگا کر بیٹھیں کسی سے فون پر بات کر رہیں تھیں۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر ان دونوں کی طرف دیکھا جو انکو مصروف دیکھ کر موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے کو اشارہ کرتی ہوئی تیزی سے اندر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

جہاں گھر کی خواتین لہجہ کی تیاری میں مصروف تھیں۔

انہوں نے فون پہ الوداعی کلمات کہتے ہوئے ان دونوں کو مخاطب کیا۔ جو ایک طرف بنے کچن کی طرف بڑھ رہیں تھیں۔

"آگئیں تم دونوں مل گئی فرصت باتوں سے ٹائم دیکھا ہے کیا ہو گیا ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا ہے مجھے انتظار کرتے ہوئے اب تو میں خود آنے والی تھی" انہوں سے ناراضی سے کہا۔

"سوری نانو! آج سنڈے ہے آپ بھی جانتیں ہیں ایک ہی تو دن ملتا ہے سونے کے لیے وہ بھی آج میں جلدی اٹھ گئی ہوں ورنہ دو تین گھنٹے اور سو جاتی میں" آبی نے آگے بڑھتے ہوئے صلح جو انداز میں کہا۔

"ہاں اور یقیناً ہر اتوار کی طرح آج بھی نماز نہیں پڑھی ہوگی آپ نے" انہوں نے اسکی عزت افزائی کی۔

اسکی اس عزت افزائی پر فاریہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"اسنے زبان دانتوں تلے دبائی۔ اور معصومیت سے کہا میں کوشش تو کرتی ہوں نابلس کبھی کبھی چھوٹ جاتی ہے۔" اچھا اب باتیں بند کرو اور تم دونوں جا کر جلدی سے سلاد بناؤ، وہ لوگ دو بجے تک پہنچ جائیں گے" انہوں نے کہا اور خود بھی کچن کی طرف جانے لگیں اور پھر مڑ کر آبیہ کو مخاطب کیا۔

"پندرہ منٹ کے اندر سلاد بنا کر، تیل لے کے یہیں آ جاؤ ٹھیک ہے پچھلی بار کی طرح بھاگنا

انکی آخری بات پر فاریہ کا بمشکل رکا ہوا قہقہہ بلند ہوا۔

نانو کچن کی طرف بڑھ گئیں تو آبی نے فاریہ کی کمر میں دھموکا جڑھا اور بولی "تمہیں بڑی ہنسی آرہی تھی بد تمیز" اسنے ناراضی سے کہا۔

اور وہ بنا اثر لیے آگے بڑھ گئی۔

گھر کے مرد مہمانوں کو ایئر پورٹ ریسیو کرنے گئے ہوئے تھے اور خواتین لنچ کی تیاری میں مصروف تھیں۔

BEING THE STRING KITE *****

تیس گھنٹے پہلے: صبح کے سات بج رہے تھے۔

امریکہ کے شہر کیلی فورنیا کا موسم معمول کے مطابق سرد تھا ٹھنڈی خون منجمد کرتی ہوا چل رہی تھی۔

ایسے میں وہ دور سے سڑک پر بھاگتا ہوا آ رہا تھا سیاہ ٹراؤزر شرٹ اور سیاہ ہی جاگرز پہنے ہوئے شدید سردی میں بھی پسینے سے شرابور وہ بھاگتا ہوا اب سامنے کھڑے دو منزلہ سفید بنگلے کے گیٹ سے اندر آ رہا تھا۔ ابکے اسنے گھٹنوں پر ہاتھ جماتے ہوئے جھک کر گہرے گہرے سانس لیے۔

اسکے اندر آتے ہی ملازم ایک ہاتھ میں جوس کی ٹری اور دوسرے ہاتھ میں تولیہ لیے اسکی طرف بڑھا اس نے تولیہ گردن میں ڈالا اور جوس کا گلاس تھامتے ہوئے چلتا ہوا لان کی طرف آیا سامنے ہی معمول کے مطابق وجاہت صاحب اخبار پڑھ رہے تھے۔

اسنے آتے ہی سلام کیا۔

"اسلام علیکم! بابا" اسنے نرمی سے کہا اور انکے سامنے والی چیئر پر براجمان ہوا۔

"وعلیکم اسلام! رات کو کب آئے؟" انہوں نے فکر مندی سے سوال کیا اور اخبار تہہ کر کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ "میں لیٹ نائٹ ہی واپس آیا آپ سو رہے تھے تو میں نے جگایا نہیں آپ کو" اسنے اسی نرمی سے باپ کو جواب دیا البتہ انہیں دیکھنے سے وہ کتر رہا تھا۔

"احرام"۔۔۔۔۔ "میں جانتا ہوں اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا جو ہو اوہ نصیب میں لکھا تھا وہ ہو کر ہی رہنا تھا، تم خود کو قصور وار سمجھنا چھوڑ دو، اب دوبارہ اس پر بات نہیں ہوگی" انہوں نے سختی سے کہا وہ بھی اسکے باپ تھے اسکی ہر بات جان جاتے تھے چاہے وہ چھپا کیوں نارہا ہو اور وہ پچھلے کئی مہینوں سے وہ ان سے بہت زیادہ بات نہیں کرتا تھا گھر بھی کم کم آتا زیادہ فارم ہاؤس رہتا تھا۔

"بات نا کرنے سے سب بدل تو نہیں جائے گا بابا" اسنے تکلیف سے کہا آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔ (اگر اسے اسکے آفس ورکر ز اور جاننے والوں میں سے کوئی دیکھ لیتا تو مارے شاک کے وہ شاید بولنا ہی بھول جاتا کے احرام وجاہت خان تو اچھے اچھوں کو رلا دیتا تھا کجا کے اسکی اپنی آنکھ میں آنسو)

"میں جانتا ہوں کہ تم نے بہت سفر کیا ہے لیکن زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے بیٹا اسی میں ہی اللہ کی کوئی مصلحت تھی اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک سے چلے جائیں یہ بھی شاید ہمیں راس نہیں آیا انہوں نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا اور گہرا سانس لیا۔

"اچھا سب انتظام ہو گے ہیں نا" انہوں نے ابکے دبے دبے جوش سے کہا اس نے محض سر ہلایا اور اشارہ لینے کا کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا وقت ہر زخم بھر دیتا ہے" انہوں نے سوچا اور آنکھ کا بھیگا کنارہ صاف کیا۔

دوپہر کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ نانا اپنے کمرے میں نماز پڑھ رہے تھے اب یہ کچن سے نکل کر باہر لاؤنج میں آگئی اور ٹی وی پہ کارٹونز بڑے انہماک سے دیکھ رہی تھی ابھی اسے بیٹھے کچھ ہی وقت ہوا تھا کہ نانا نے اسے آواز دی۔۔۔

"آبی بیٹا تیل لے کر آؤ جلدی وہ لوگ آنے والے ہوں گے یہ کام تو ختم ہو"۔ انہوں نے اسے کہا اور خود چلتی ہوئیں صوفے پر آکر بیٹھ گئیں۔ ہاتھ میں سفید خوبصورت موتیوں والی تسبیح تھامے ہلکے گلابی رنگ کا جوڑا پہنے دونوں ہاتھوں میں سنہری کنگن کانوں میں بھی درمیانے سائز کی بالیاں پہنے وہ نفیس سی خاتون بہت بارعب لگتی تھیں۔

"نانو آج رہنے دیں نا آج تو ماموں لوگ آرہے ہیں وہ لوگ بھی کیا کہیں گے کہ یہ لڑکی اتنی بری دکھتی ہے، پتا ہے تیل لگا کے میں کتنی عجیب لگتی ہوں"۔ اس نے روہانسی شکل بناتے ہوئے ایک ہی سانس میں کہا۔

"انکو تمہاری اصلیت کا پتا ہے وہ کچھ نہیں کہیں گے، اب جاؤ جلدی لے کر آؤ"۔ انہوں نے اسے کہا تو وہ پاؤں پٹختی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

وہ تیل لے کر آئی تو ذہن میں اس کے مطابق تیل نامی بلا سے بچنے کا آئیڈیا سوچا کہ اگر اسکو چھپا دیا جائے تو۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی ابھی اسنے تیسری سیڑھی پر قدم ہی رکھا تھا کہ صارم جو اپنے کمرے سے فریش ہو کے نکلا تھا اسنے آبی کو تیل کی بوتل سیڑھیوں کی طرف لے جاتے دیکھا تو سارا ماجرا سمجھ گیا۔ گھر کے باقی مرد مہمانوں کو ایئر پورٹ ریسیو کرنے گئے ہوئے تھے اور صارم سویا ہونے کی وجہ سے نہیں جاسکا تھا۔

"آبی دادو اوپر نہیں نیچے بیٹھی ہوئی ہیں تم تیل لے کر اوپر کیوں جا رہی ہو"۔ اسنے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

نور جہاں صاحبہ جن کی پشت سیڑھیوں کی طرف تھی انہوں نے گردن موڑ کے ایک سخت نظر اس پر ڈالی اور اسے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ آبی نے کھا جانے والی نظروں سے صارم کو دیکھا جو بھرپور انداز سے مسکراتا ہوا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ (یعنی اب پتا چلے گا والی مسکراہٹ)

وہ سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی اور نیچے سے جھک کر منہ بناتے ہوئے بوتل اٹھائی جو صارم کے اچانک پکا رنے کی وجہ سے اسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اور اسکا ڈھکن ہلکا سا کھلا ہونے کی وجہ سے تھوڑا سا تیل نیچے بہہ گیا تھا اسنے بنا پرواہ کیے بوتل اٹھائی اور نانو کے قریب آکھڑی ہوئی۔

"ہر وقت تمہیں شرارتیں سوچتی رہتی ہیں کتنی دفعہ کہا ہے اب تم چھوٹی نہیں رہی کچھ تو عقل سے کام لو لیکن نہیں مجال ہے جو کان پہ جوں تک رینگے" انہوں نے اسے ڈانٹا۔

"لیکن میرے سر میں تو جوئیں ہے ہی نہیں تو رینگے گئی کیسے" اسنے سوچنے کی اداکاری کی۔

تم ادھر نیچے بیٹھو میں ابھی بتاتی ہوں تمہیں انہوں نے تپتے ہوئے کہا۔

"اچھا نا سوری۔۔ سوری۔۔" اسنے کانوں کو چھوتے ہوئے کھکھلا کر کہا اور انسے چند قدم دور ہوئی۔

لاؤنج کے دروازے میں کھڑے وجاہت صاحب مسکراتے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور انکے پیچھے آتے احرام کو وہ ہنسی دنیا کی سب سے شفاف اور سچی ہنسی لگی تھی۔ نور جہاں صاحبہ نے اسکی پشت پر کھڑے وجاہت کو دیکھا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

آبیہ تیزی سے انکی طرف بڑھی۔

"ایم سو سوری نا میں سچ میں مزاق کر رہی تھی آپ کیوں رو رہی ہیں پلیز روئیں نہیں" اسنے کہا اور انسے لپٹ گئی۔
کچن میں کام کرتی خواتین غیر معمولی آوازیں سنتی ہوئیں باہر آ گئیں۔

"بھائی۔۔۔" ذرین بیگم جو سب سے پہلے کچن سے نکلنے والوں میں سے تھیں لائونج کا منظر دیکھ کر انہوں نے دروازے میں کھڑے وجاہت صاحب اور انسے چند قدم پیچھے کھڑے دراز قد اور کسرتی جسم والے بلاکے
خوبرو نوجوان کو دیکھا۔

امی کی آواز سن کے ناو سے لپٹی آبیہ نے چہرہ اٹھا کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں امی وجاہت ماموں سے لپٹی رو رہیں تھیں انسے ہوتی ہوئی اسکی نظر ساتھ کھڑے "احرام" پر رکی تھی۔ جو بلیو پولو شرٹ اور سفید ٹراؤزر میں براؤن شوز پہنے گلاسز شرٹ کے ساتھ اٹکائے بائیں بازو میں برانڈڈ واچ پہنے ہوئے اس وقت سر می آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا، آبیہ کے اسے دیکھنے پر وہ نگاہیں موڑ کر اب نور جہاں صاحبہ کی طرف بڑھ آیا تھا۔

اسے اس طرف آتا دیکھ آبیہ کپڑے درست کرتی ہوئی کھڑی ہو گئی اسنے سیاہ لمبی قمیض اور سیاہ ہی تنگ کیپری اور سیاہ دوپٹہ مفکر کی طرح گلے میں ڈال رکھا تھا سیاہ بال اس وقت اونچی پونی میں قید بمشکل کندھوں تک آرہے تھے کٹی ہوئی کچھ لٹیں اطراف میں جھول رہیں تھیں، سنہری بالی اسکی خوبصورت ناک میں جگمگا رہی تھی۔ احرام کو اپنی طرف آتا دیکھ وہ صوفے کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئیں تھیں۔

"گرینی۔۔ کیسی ہیں آپ" اسنے انکے ہاتھ تھامتے ہوئے شائستہ اردو میں کہا۔

"میرا بچہ ماشاء اللہ کتنا بڑا ہو گیا ہے"۔ انہوں نے اسکا ماتھا چوما اور آنکھوں میں آنسو لیے کہا۔

"ہر دوسرے دن وڈیو کال پہ بات ہوتی رہی ہے ہماری میں تو ویسا ہی ہوں جیسا آپ روز دیکھتی تھیں"۔ اسنے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری اس موئی وڈیو کال پہ ہم تمہیں چھو تو نہیں سکتے نا" انہوں نے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ابکے انہوں نے وجاہت صاحب کی طرف دیکھا جو سب سے ملتے ہوئے اب اماں کی طرف آرہے تھے۔ اور اماں انسے لپٹ کہ خوب روئیں تھیں کئیں سالوں بعد وہ انسے مل رہیں تھیں۔

گزرے ماہ و سال میں وجاہت پر کیا کیا قیامتیں گزریں تھیں وہ اس سب سے واقف تھیں۔

وجاہت صاحب نے انسے الگ ہو کر آبی کی طرف دیکھا جو یہ سب ایمو شنل سین دیکھے بڑی مشکل سے اپنے آنسو روکے کھڑی تھی جس کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ پڑ چکا تھا۔

"یہ ننھی سی گڑیا کون ہے"۔۔۔ وجاہت صاحب نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

انکے اس طرح کہنے پر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی انکی طرف بڑھی۔

"چاچو۔۔ یہ گڑیا نہیں آفت کی پڑیا ہے۔" صارم نے شرارت سے کہا تو سب کی ملی جلی ہنسی لاؤنج میں گونجی۔

آبیہ نے دانت پیستے ہوئے صارم کو دیکھا جیسے دانتوں کے نیچے صارم ہوتا تو وہ اسے چبا ہی جاتی پھر خود ہی اپنی

سوچ پر جھرجھری لی۔ آخ... اف... توبہ۔ "ماموں کیا میں آپ کو یاد نہیں ہوں۔" اسنے صدمے سے کہا۔

"نہیں بھئی آپ کو کون بھول سکتا ہے۔" انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اسکا ماتھا چومتے ہوئے کہا اور

اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔

"وہ ہی میں کہوں سال ڈیڑھ میں کون کسی کی شکل بھول سکتا ہے۔ ویسے بھی پہلے آپ مجھ سے اکثر بات کیا کرتے تھے

پھر۔۔" اسنے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

سب لوگ پھر سے ہنسنے لگے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب نانو آج ماموں کو اسکے تیل نالگووانے کا قصہ سنارہیں تھیں۔ جس پر ماموں خوب ہنس رہے تھے اس سارے وقت

میں سب لوگ مسکراتے رہے اور کوئی نا کوئی بات کرتے رہے تھے سوائے احرام کے وہ خاموشی اور لا تعلقی سے بیٹھا

تھا۔

آبیہ نے کن اکھیوں سے احرام کی طرف دیکھا جو اس وقت صالح بھائی کی کسی بات پر سر ہلارہا تھا۔

"چلو بچو! جلدی سے فریش ہو کر آؤ اب کھانے پہ ملاقات ہوگی" نانو نے سب کو مخاطب کیا۔

"صارم بیٹے جاؤ بھائی کو اوپر اسکا کمرہ دکھاؤ" انہوں نے صارم سے کہا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

احرام چلتا ہوا ابھی سیڑھیوں سے ایک قدم ہی دور تھا کہ..... آؤج...! سکاپاؤں پھسلاتا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ نیچے گرتا اسے بروقت ریلنگ کو تھاما تھا، اسکی آواز پر سب اس طرف متوجہ ہوئے جو ریلنگ تھامے اب بغور نیچے دیکھ رہا تھا۔

"یہ تو آئل گراہو ہے، آبی کہیں تم نے جان بوجھ کے تو نہیں کیا یہ" صارم نے آبی کو مخاطب کیا۔

اور آبی کی تو روح فنا ہو گئی۔۔ "کک۔ کیا۔ کیا ہے میں نے" اسنے اٹک اٹک کر پوچھا پھر کھڑی ہو کر سیڑھیوں کے قریب نگاہ دوڑائی تو اپنی کارستانی یاد آئی۔ "میں نے جان بوجھ کے نہیں کیا یہ وہ جب میں اوپر جا رہی تھی تو صارم نے مجھے۔۔۔ بھائی بولو۔۔ نانوں نے بیچ میں ہی تصحیح کی۔ اوکے صارم بھا۔۔ ئی نے اسنے تھوڑا کھینچ کے بولا، آواز دی تھی اچانک تو میرے ہاتھ سے بوتل چھوٹ گئی تھی اور تھوڑا سا آئل نیچے بہہ گیا تھا" اسنے معصومیت سے کہا۔

"اور تم نے اسے صاف کرنا مناسب نہیں سمجھا اگر احرام گر جاتا اور اسے چوٹ لگ جاتی تو اسے کیا کسی کو بھی چوٹ لگ سکتی تھی آبیہ کب چھوڑو گی یہ لا پرواہی اب تم چھوٹی نہیں رہی انیس سال کی ہونے والی ہو" زرین بیگم نے ناراضی سے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ہر نی جیسی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیرنے لگے تھے۔ احرام نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی تھی اور اوپر کی طرف بڑھ گیا آبیہ کو اسکی اس نظر نے شرمندہ کر دیا تھا، آج پہلی بار اسے اپنی لا پرواہی پر شدید غصہ آیا تھا۔

"ارے! کیا ہو گیا زری کیوں ہماری گڑیا کو ڈانٹ رہی ہو بچوں سے غلطیاں تو ہو جاتی ہیں یہاں آؤ آبیہ بیٹا"

وجاہت ماموں نے اسے اپنے پاس بلایا تھا، وہ انکے قریب بیٹھ گی آنسو اسکی جھیل سی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"آبیہ تو ہماری بہادر بیٹی ہے یہ رونے والوں میں سے تو نہیں ہے" ولید ماموں نے بھی اسے حوصلہ دیا۔

"اچھا بیٹے بتاؤ اپنے ماموں کو کہ تم کونسی یونیورسٹی میں پڑھنا چاہتی ہو" سلطان صاحب نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"کوئین یونیورسٹی آف کینیڈا" اسنے سوس سوس کرتے ہوئے بتایا۔

ماشاء اللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے، اچھا ہماری گڑیا کون سے سبجیکٹس پڑھ رہی ہے۔ وجاہت صاحب نے پھر سے سوال کیا۔

"پچلران اکناکس سیکنڈ ایر" وہ اب آنسو پونچھ کر انکے سوالوں کے جواب دینے لگی تھی۔

"کیسی جارہی ہیں آپ کی سٹڈیز" انہوں نے پوچھا۔

ہماری آبیہ کے گریڈز ہمیشہ سے بہت اچھے آتے رہے ہیں اسکے بابا نے فخر سے کہا۔

بہت اچھی جارہی ہے دو مہینے تک ایگزیمینز ہیں لیکن اس دفعہ میتھس میں تھوڑی سی پرابلم ہے، باقی سب اچھا ہے۔ اسنے تفصیل سے جواب دیا۔

یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ احرام سے میتھس کی ٹیوشن لے لینا ٹھیک ہے گھر میں ہی مسئلہ حل ہو جائے گا، اب میں فریش ہولوں کھانے پہ ملاقات ہوگی وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

ہاں یہ تو بہت اچھا ہو جائے گا سلطان صاحب نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

اور آبیہ سلطان ہونقوں کی طرح دو نوں ماموں اور بابا کو جاتا دیکھ رہی تھی باقی سب تو پہلے ہی آہستہ آہستہ وہاں سے ہٹ چکے تھے۔

خواتین کچن میں اور مرد حضرات اپنے اپنے کمروں میں کے ٹھیک بیس منٹ کے بعد سب کو دوبارہ کھانے کی میز پر اکٹھے ہونا تھا۔ تمہیں کیا ہوا ہے اٹھو یہاں سے فاریہ نے آکر اسکا کندھا ہلایا تو وہ چونکی ۔

"تم نے دیکھا احرام کے سامنے میری انسلٹ ہو گئی اور ماموں اور بابا کہہ رہے ہیں کہ میں انہی کے پاس میٹھس کی ٹیوشن رکھ لوں " اسنے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

احرام میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گئے۔

"اچھا نایہ بعد کی بات ہے ابھی چلو ٹیبل سیٹ کرتے ہیں ٹھیک ہے آجاؤ میری پیاری دوست میری چندا" فاریہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔



ڈائینگ ہال میں اس وقت سب لوگ کھانے کے لیے بیٹھ رہے تھے۔

احرام بھی چلتا ہوا ہال میں داخل ہوا اس وقت وہ سفید پولو شرٹ اور خاکی ٹراؤزر میں ملبوس تھا ایک بے اختیار چھوٹا سا بے اختیار لمحہ آیا تھا اس نے نظر اٹھا کر سامنے بیٹھی سیاہ لباس والی لڑکی کو دیکھا جس کا چہرہ سیاہ دوپٹے کے

ہالے میں چمک رہا تھا اور دونوں کی نظر ملی تھی آبیہ کا چہرہ پل میں سرخ پڑا تھا اور دل زور سے دھڑکا تھا ناک میں پہنی سنہری بالی بھی چمکی تھی۔

(نانو کی نصیحت کے مطابق کھانے کے وقت دوپٹہ سر پر رکھا کرو ورنہ جب دوپٹہ سر پر نہیں ہوتا تو شیطان سر پر پیشاب کرتا ہے اسی لیے وہ کھانے کے وقت دوپٹہ سر پر رکھتی تھی ورنہ غموں تو وہ گلے میں ڈالے پھرتی تھی)

احرام نے فوراً نگاہ پھیر لی اور کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا تھا۔ ساتھ بیٹھی فاریہ اسے کچھ کہہ رہی تھی لیکن وہ احرام کو ہی دیکھے جا رہی تھی۔ فاریہ نے اس کے پیٹ میں کہنی ماری تو وہ اس اچانک افتاد پر چلا اٹھی تھی۔۔۔۔۔ "آہ"۔۔۔ اور فاریہ پر دبا دبا پیچنی "کیا تکلیف ہے"۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے تم کیوں احرام بھائی کو بے وقوفوں کی طرح گھور رہی ہو" اس نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"سب لوگ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے فاریہ۔۔۔ آبی۔۔۔ کیا مسئلہ ہے تم دونوں کو دادی جان آرہی رہیں خاموش ہو جاؤ"۔ ثانیہ بھا بھی نے ان دونوں کو گھورا وہ بھا بھی کم دوست زیادہ تھیں۔

"اچھا تمہیں تو میں بعد میں بتاتی ہوں" آبیہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

احرام نے نفی میں سر ہلایا اور دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے نور جہاں صاحبہ اندر آرہیں تھیں انکو دیکھتے ہی اسکے چہرے کے تاثرات نرم پڑے تھے۔

فاران نور جہاں صاحبہ کا ہاتھ تھامے انہیں کر سی تک لے کر آیا تھا، آج کل انکی ٹانگوں میں درد رہنے لگا تھا۔

وہ آبیہ کے سامنے والی چئیر گھسیٹ کر بیٹھا اور آبیہ کو آہستہ سے مخاطب کیا۔ "آبی تم کیوں منہ لٹکا کر بیٹھی ہو۔"

"نہیں تو بھائی۔۔۔ اس نے کہا اور کھانا شروع کرنے لگی۔ دادی جان نے کھانا شروع کیا تو سب لوگ کھانا کھانے لگے۔"

احرام اور فاران کے درمیان والی کرسی پر جلدی سے صارم آکر بیٹھا تھا۔ "میں یقیناً لیٹ نہیں ہوا ہوں۔" اس نے کہا اور پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا۔

"تم تو ہمیشہ ہی لیٹ ہوتے ہو اس میں نئی بات کیا ہے۔ ہو نہ۔" آبی نے کہا اور آنکھیں گھمائیں۔
"اوہ۔ ہو۔ ہو۔۔ مینڈکی۔۔ لگتا ہے تمہیں اپنی کچھ دیر پہلے کی عزت افزائی بھول گئی ہے، اسی لیے زبان چل رہی ہے تمہاری۔" صارم نے چھیڑنے والی مسکراہٹ سے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسنے مدد طلب نظروں سے صالح بھائی کو دیکھا جن سے صارم سب سے زیادہ ڈرتا تھا۔ "بھائی۔۔۔"

"صارم تمیز کے دائرے میں رہو، کیوں تنگ کر رہے ہو بہن کو۔" صالح بھائی نے سختی سے کہا۔

"خود کچھ ہوا نہیں تو بڑوں کو بیچ میں لے آئی ہے۔ اور یہ میری بہن نہیں ہے بندریا کہیں کی "وہ پھر سے بڑبڑایا۔"

ابکے فاران نے اس کے سر پر چپٹ لگائی "سکون سے کھانا کھاؤ۔"

آبی اس کی بڑبڑاہٹ سن چکی تھی۔ اور دانت پیستے ہوئے بولی "اب تم دیکھنا کیا کرتی ہوں میں۔"

اس بیچ سب بڑے خاموشی سے کھانا کھاتے رہے تھے کہ یہ لڑائی تو روز کا معمول تھی۔

لیکن آبی وقفہ وقفہ سے صارم کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھے بلا کے ہینڈ سم شخص کو دیکھتی رہی تھی۔

ڈنر پر سلطان صاحب اور زرین بیگم نے سب کو اپنی طرف انوائٹ کیا تھا۔

ویسے بھی ہر سنڈے کو ناشتہ نور جہاں منزل میں اور رات کا کھانا سلطان ہاؤس میں کھایا جاتا تھا یہ دونوں گھروں کی روایت تھی جو برسوں سے چلتی آ رہی تھی۔

کون جانے کے اب کس کہانی کی شروعات ہونے جا رہی تھی۔

***** صارم اپنے دوستوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا۔ اس وقت سب

لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے آبیہ اسکے کمرے میں داخل ہوئی اور الماری کھولی اسکی دو شرٹس نکالیں جو وہ اکثر کہتا رہا تھا کہ یہ میری فیورٹ شرٹس ہیں ایک بلیو اور دوسری بلیک اسنے دونوں کو ہاتھ میں پکڑی کینچی سے کتر دیا تھا، اور جس طرح آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی تھی۔

"اب پتا چلے گا آبی سے پنکا ازناٹ چنگا"۔۔۔ اور چھلانگیں لگاتی ہوئی درمیانی دروازے کے قریب پہنچی اور مڑ کے پھر سے اوپر سلانڈنگ ڈور کی طرف دیکھا پردے برابر تھے اندر موجود شخص شاید آرام کر رہا تھا۔

وہ کچھ سوچتی ہوئی دروازہ عبور کر گئی۔

"مما۔۔۔ مماپلیز۔۔۔ مجھے چھوڑ کے مت جائیں۔۔۔ پلیز ممما۔۔۔ رک جائیں پلیز"۔۔۔ وہ چلا رہا تھا یہ ایک ترکش مڈل کلاس گھر کا منظر تھا۔ وہ اپنی ماں کو آوازیں دے رہا تھا، بخار سے اس کا چہرہ متمنارہا تھا۔ لیکن اس کی ماں اسے نہیں سن رہی تھی۔۔۔ پھر ایک آدمی آیا اور وہ اس کے ساتھ چلی گئی اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس تھا جو شاید نہیں یقیناً پیسوں سے بھرا ہوا تھا۔ ممما۔۔۔ پلیز رکیں۔۔۔ لیکن وہ نہیں سن رہی تھی وہ چلی گئی تھی۔ منظر بدلا اب یہ ایک امریکن اپر کلاس گھر تھا اس کی بہن اسے چھوڑ کے جا چکی تھی کبھی واپس نا آنے کے لیے۔ وہ سفید لباس میں ملبوس تھی اور آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے ہاتھ ہلا رہی تھی۔

نہیں۔۔۔۔۔ "ارحاح۔۔۔۔۔ پلیز تم نہیں جاسکتی پلیز۔۔۔۔۔ سب۔۔۔۔۔ سب مجھے چھوڑ کے چلے جاتے ہیں کیوں۔۔۔۔۔ ارحاح"۔۔۔۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔

وہ اس وقت کہاں تھا اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اس نے سائنڈ لیمپ کے بٹن پہ ہاتھ مارا تو منظر واضح ہوا۔ یہ خواب تو اسے ہر روز آیا کرتے تھے۔

اسے چند سیکنڈز لگے تھے اپنے حواسوں میں واپس آنے میں۔ اس نے گہرا سانس خارج کیا ۔

سائنڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا اور وقت دیکھا تو رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔

وہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد گرینی کے پاس کچھ وقت بیٹھا تھا پھر اپنے کمرے میں آگیا تھا اس وقت ساڑھے تین بج رہے تھے۔ وہ پانچ گھنٹے سوتا رہا تھا اسے حیرت ہوئی۔

وہ اٹھا اور پاؤں میں چپل اڑھستا ہوا اسلائیڈنگ ڈور تک آیا پر دے ہٹائے اور ڈور دھکیلتا ہوا ٹیرس میں آکھڑا ہوا۔

نیچے سے کچھ آوازیں آرہیں تھیں اسنے جھک کر دیکھا تو لان میں ایک لڑکی مسٹرڈ کلر کی لمبی قمیض اور سفید کپڑی میں ملبوس پیروں میں سفید سینڈلز پہنے ہوئے تھی اسکے سیاہ ریشمی بال جو کندھوں سے کچھ انچ نیچے آتے تھے اس وقت کھلے ہوئے تھے اسکی اس طرف پشت تھی لیکن وہ جان گیا تھا کہ وہ کون ہے۔

اس کے سامنے فاریہ کھڑی تھی جو اسے فون میں کچھ دکھا رہی تھی کے اچانک وہ اسکا فون لے کر آگے بھاگی تھی اور فاریہ بیچاری اسکے پیچھے۔

"نان سینس" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا اور کمرے میں واپس آگیا تھا۔



فاریہ اور آبیہ آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ فاریہ کی کسی کلاس میٹ کی شادی ہوئی تھی اور انکے فرینڈز گروپ میں شادی کی پکچرز بھیجی گئیں تھیں۔ وہ دونوں اس وقت لان کے بیچ و بیچ کھڑی پیکچرز دیکھ رہیں تھیں۔

ان پیکچرز پر تبصرے کے بعد وہ لوگ فاریہ کی یونیورسٹی میں ہوئی فیرویل کی پیکچرز دیکھنے لگیں فاریہ نے فیرویل پہ بلیو پیروں کو چھوتی میکسی پہن رکھی تھی اور بہت پیاری لگ رہی تھی وہ دونوں اس وقت اسکی ایک پیکچر دیکھ رہیں تھیں۔ کہ آبیہ بولی "تمہیں یہ پکچر بھائی کو سینڈ کرنی چاہیے"۔ اور اچانک ہی اسکا فون چھین کر آگے بھاگی۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا کر رہی ہو"۔ فاریہ بیچاری اسکے پیچھے بھاگی لیکن تب تک اسے دیر ہو چکی تھی۔

آبیہ اس کی پکچر فاران کو بھیج چکی تھی۔

وہ اسکا فون اب اسے واپس کر رہی تھی اسنے چھپٹنے کے انداز سے فون لیا اس سے اور یہ دیکھ کر کہ وہ پکچر اسے سینڈ کر چکی ہے اسکی بھوری آنکھوں میں آنسوؤں تیرنے لگ گئے تھے۔

"وہ کیا سوچیں گے میرے بارے میں" اسنے آنسوؤں صاف کرتے ہوئے کہا کیوں کے فاران پکچر سین کر چکا تھا۔

"کیا مطلب کیا سوچیں گے میں تو تھک گئی ہوں لیکن تم لوگوں کی سٹوری میں کوئی ٹوسٹ ہی نہیں آرہا اب مجھے ہی کچھ کرنا تھا، اور ہاں ڈیلیٹ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیوں کے بھائی جی بی واٹس ایپ یوز کرتے ہیں" اسنے سکون سے اسے اطلاع دی۔

"وہ جو پکچر ڈیلیٹ کر کے تھوڑا سکون محسوس کر رہی تھی اب پھر سے خوفزدہ ہوئی تھی۔"

"بد تمیز میں تمہیں چھوڑوں گئی نہیں آج تم میرے ہاتھوں قتل ہو کے رہو گئی۔" وہ کہتے ہی اسکی طرف لپکی جو پہلے ہی احتیاط اس سے چند قدم دور کھڑی تھی اب اسکو اپنی طرف آتا دیکھ وہ درمیانی دروازے کی طرف بھاگی تھی اور لاؤنچ میں آکر دم لیا تھا۔

فارہ جو اسکے پیچھے بھاگتی ہوئی آرہی تھی اچانک سامنے آتے فاران کو دیکھ کر اسکی ٹانگوں سے جیسے جان ختم ہو گئی تھی۔

جلدی سے پلٹنے لگی تو فاران چلتا ہوا اسکے سامنے آیا۔

"کیا ہوا واپس کیوں جارہی ہو، تمہارا ٹارگٹ اوپر اپنے کمرے کی طرف بھاگا ہے جاؤ اسے پکڑ لو۔" اسنے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"وہ۔۔۔ ایم سوری۔۔۔ غلطی سے وہ پکچر سینڈ ہو گئی تھی آپ کو۔" فاریہ نے کہا اور نظر اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا۔

"کوئی پکچر" اسنے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے غلطی سے آپ کو بھیج دی تھی" اسنے اسے بتاتے ہوئے اسکے چہرے کے تاثرات دیکھے کے کیا میں اسکے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہوں کے میرے کسی عمل سے اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا یکدم ہی اسکا دل اداس ہوا تھا۔

"اچھا!۔۔ وہ پکچر ہاں میں جان گیا تھا کہ وہ غلطی سے سینڈ ہو گئی تھی"۔ اسنے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

"اوکے... "وہ کہہ کر واپس مڑ گئی تھی اور درمیانی دروازے کے قریب جا کر مڑ کر ایک خفا نظر اس پر ڈالی۔

تم تو اس طرف جارہی تھ۔۔۔۔۔ لیکن وہ اسکی بات ان سنی کرتی دروازہ عبور کر گئی۔

پچھے وہ موبائل کی سکرین روشن کیے اسکی پکچر دیکھ کر مسکرا دیا۔ "بہت جلد...."

***** سب لوگ کھانے کی میز پر موجود تھے سوائے آبی کے

وہ سب سے نظر بچا کر نانو گھر کی طرف گئی تھی۔

"آبیہ کہاں ہے...." سلطان صاحب نے زرین بیگم کو مخاطب کیا تھا۔

"ابھی تو یہیں تھی پتا نہیں ابھی تک کیوں نہیں آئی، خیر کھانا شروع کریں وہ آجائے گی"۔ انہوں نے سنجیدگی سے

کہا۔

تقریباً پانچ سے سات منٹ بعد وہ اندر آئی تھی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھی اور آتے ہی احرام کو دیکھا جو دوپہر والے لباس میں لا تعلق سا کھانا کھا رہا تھا۔

"کہاں تھی اتنی دیر سے کتنی بار کہا ہے کھانے کو انتظار نہیں کرو اتے"۔ نانو نے کہا۔

"نانو وہ تھوڑا سا کام تھا بس وہی کر کے آئی ہوں"۔ اسنے کہا اور کھانا کھانے لگی۔

ساتھ والی کرسی پر نظر دوڑائی تو فاریہ منہ پھلائے بیٹھی تھی اور اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

اسے ہنسی تو بہت آئی لیکن ہنسی دباتے اسنے نرمی سے فاریہ کا گال کھینچا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی ابکے اسنے اسکے بالوں کی ایک لٹ کھینچی تو اسنے اسے بری طرح سے گھورا۔

"کیا ہے یوں ہی ناراض رہو گئی کیا؟" اسنے ہلکی سی سرگوشی کی فاریہ نے اسکے پاؤں پر پاؤں مارا تو آبی سکون سے بیٹھی رہی لیکن سامنے والی کرسی پر بیٹھا صارم مارے درد کے چلا اٹھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اف۔۔ جنگلی بلیو! اپنی لڑائی میں مجھ معصوم کو کیوں شہید کرنے لگی ہو"۔ صارم نے دبا دبا چلا کر اپنا پاؤں سہلاتے ہوئے کہا۔

سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ البتہ احرام ایک نظر صارم کو دیکھ کر کھانا کھاتا رہا۔

صارم کب سے ان دونوں کے درمیان ہل چل محسوس کر رہا تھا اور نشانہ وہ خود بھی بن گیا تھا۔ فاریہ نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ اور آبی بمشکل اپنا قہقہہ روکے ہوئے تھی ان دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا اور کھانا کھانے لگیں۔ یوں انکی ناراضگی ختم ہو گئی۔

ڈنر کے بعد سب لوگ رات کی چائے پی رہے تھے۔

"احرام بیٹا کہاں تک پہنچیں تمہارے آفس کی تیاریاں سب سیٹ ہو گیا؟" - سلطان صاحب نے کہا اور سب احرام کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جی سب کام مکمل ہو چکے ہیں الحمد للہ اب جو تھوڑا بہت کام رہ گیا ہے وہ امید ہے ایک دو دن میں مکمل ہو جائے گا انشاء اللہ"۔ اس نے نرمی اور سنجیدگی سے ساری بات بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن ملک سے باہر ہوتے ہوئے سب کچھ بیچ کر نا بہت مشکل ہے تو پھر یہ سب کیسے کیا"۔ سلطان صاحب نے پوچھا وہ تو شروع سے ہی حیران تھے کہ اتنے بڑے بزنس کو ایک ملک سے دوسرے میں شفٹ کرنا وہ بھی وہیں رہتے ہوئے بہت مشکل تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ کافی مشکل ہوتا اگر امن ساتھ نہ ہوتا"۔ اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امن۔۔۔؟" انہوں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"امن میرا بچپن کا دوست ہے لیکن وہ دوست سے بڑھ کے ہے میرے لیے وہ بھائیوں سے بھی زیادہ ہے ہم دونوں سکول سے یونیورسٹی تک اکٹھے پڑھے ہیں اور اب وہ میرے ساتھ کام کرتا ہے۔ پاکستان میں بزنس شفٹ کرنے کے سارے معاملات یہاں آکر وہی سنبھالتا رہا ہے"۔

"یہ الگ بات تھی کہ وہ اکیلا یہاں آنے کے لیے نہیں مان رہا تھا اور اسکی شرط تھی کہ ہر کام میں احرام ویڈیولنک سے اسکے ساتھ سارے معاملات دیکھے گا تبھی وہ یہ کرے گا"۔ وجاہت صاحب نے تفصیل بتائی۔

"بن ماں باپ کا بچہ ہے وہ، ماں اور باپ کی طلاق کے بعد وہ اپنی دادی کے پاس رہتا تھا ماں اور باپ دونوں نے اپنی اپنی پسند سے شادی کر لی کچھ سالوں بعد خبر ملی کہ باپ ایک کار حادثے میں اس دنیا سے چلا گیا اور امن کی دادی جو کہ پہلے ہی مہینوں بعد اپنے بیٹے سے ملتی تھی وہ بھی کچھ عرصے بعد دنیا چھوڑ گئیں۔" وہ اپنے کالج کے ساتھ ایک کافی شاپ پر جا کر تا تھا۔

ماں سے پھر کبھی اسکی ملاقات نہیں ہوئی سننے میں آیا تھا کہ جس سے اسکی شادی ہوئی تھی وہ بھی اسے چھوڑ چکا تھا اور شراب کی لت نے اسکی جان لے لی۔ وجاہت صاحب گھر اسانس لیتے ہوئے رکے۔

وہ پڑھائی میں بہت اچھا رہا تھا ہمیشہ، ہمارے امریکہ جانے کے بعد اسنے سکالر شپ کے لیے اپلائی کیا تو اسے سکالر شپ مل گئی تھی احرام اور وہ دونوں نے بزنس پڑھا اور امن ہماری کمپنی میں جا کر لگا اور احرام بھی بزنس میں میرا ہاتھ بٹانے لگا۔

اب ماشاء اللہ سے اسکا خود کار یسٹورنٹ ہے اور اسکی بہت سی برانچز بھی اب یہاں پاکستان میں بھی وہ اپنا کام شروع کر رہا ہے۔ انہوں نے آخر میں مسکراتے ہوئے کہا۔

ماشاء اللہ کبھی گھر بلائیے اسے بھی اس بہانے ہماری بھی ملاقات ہو جائے گی اس سے۔ ولید صاحب نے کہا۔

"اچھے دوست خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں۔" سلطان صاحب نے کہا تو وہاں موجود سب مرد حضرات نے تائید میں سر ہلا دیئے۔

"ہاں احرام مجھے یاد آیا آبیہ کو اسکے میتھس میں تھوڑی سی پرابلم ہے تم ذرا تھوڑا سا ٹائم نکال کے اسکو پڑھا دینا ٹھیک ہے۔" وجاہت صاحب نے اسے کہا تو وہ سب کے سامنے انکو منع نہیں کر سکا۔

(ورنہ اسے پڑھانا جو کسی کے قابو میں ہی نہیں آتی تھی اسکا ذرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔)

ہاں بیٹا مہینے ڈیڑھ تک اسکے انگریز ہیں امید ہے تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگئی۔ سلطان صاحب نے کہا تو اسنے حامی
بھر

لی

وہ کمرے میں آکر سیدھا واشروم گیا چینیج کر کے وہ بیڈ کی طرف بڑھا تھا کہ اچانک بیڈ پر موجود شے کو ہاتھ میں
اٹھایا، وہ ایک ہاتھ سے بنایا گیا گلابی رنگ کا کارڈ تھا احرام کے ماتھے پر بل پڑے اسنے کارڈ کھولا تو اندر بڑا سا "سوری"
لکھا تھا رائیٹنگ کافی خوبصورت تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR
KITE

درمیان میں ایک فولڈڈ کاغذ رکھا تھا اسنے کارڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کاغذ کھولا۔

جس پر لکھا تھا

اسلام و علیکم!

"یہ میں ہوں آبیہ سلطان آپ کی پھپھو کی بیٹی آپ مجھ سے ناراض تھے نا میری وجہ سے آپ گرنے والے تھے تو میں
نے سوچا کیوں نا آپ کو منالیا جائے ویسے میں غمو مآ کسی کو مناتی نہیں ہوں لیکن آپ کو خود سے ناراض دیکھ کر مجھے بلکل

اچھا نہیں لگا تھا۔ اس لیے میں نے آپ کو منانے کی چھوٹی سی کوشش کی ہے، امید ہے اب آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گئے۔"

"آبیہ سلطان"

یہ تو جیسے احسان جتایا گیا تھا اسنے سوچا۔

"سلی گرل" وہ بڑبڑایا۔

اسے پڑھ کے اس لڑکی پر شدید غصہ آیا تھا اسے ایسی لڑکیاں بالکل پسند نہیں تھیں جو جان بوجھ کے الٹی سیدھی حرکتیں کر کے دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں، وہ آبیہ کو بھی ایسی لڑکی ہی سمجھتا تھا۔

اسنے اسکے بھیجے لیٹر کے ٹکڑے کیے اور گلاس ڈور دھکیل کے ٹیریس پر نکل آیا۔

پچھے سائیڈ ٹیبل پر پڑا کارڈ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس وقت سب لوگ کھانا شروع کر چکے تھے اس وقت آبیہ نانو گھر کی طرف آئی تو ملازمہ لان سے ہوتی ہوئی اپنے کوارٹر کی طرف جا رہی تھی۔ آبیہ جلدی سے اندر بھاگی اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر آئی اوپر چار کمرے تھے ایک صالح بھائی اور ثانیہ بھابھی کا ایک فاریہ کا اور ایک احرام کا اسنے احرام کے کمرے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اسنے کمرے میں نظر دوڑائی کمرے کو سفید اور نیلے رنگ کے امتزاج سے سجایا گیا تھا وہ ڈریسنگ ٹیبل تک آئی اور دوپٹے کے نیچے چھپایا کارڈ نکالا اور ڈریسنگ پر کارڈ رکھا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسنے کمرے میں نظر دوڑائی اور سائیڈ ٹیبل تک آئی پھر بیڈ پر نظر پڑی تو مسکراتے ہوئے اسنے کارڈ بیڈ کی دائیں طرف رکھا اور ایک نظر

کمرے کو دیکھ کر واپس آگئی ڈائینگ ہال میں داخل ہوئی تو دل اسکو دیکھ کر سپیڈ پکڑ چکا تھا لیکن خود کو سنبھالتی کر سی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

یہ الگ بات تھی کہ دل صبح کا سوچ کر ہی ڈر رہا تھا۔

. . ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا رنگ برنگے پھول تھے سامنے اونچے سبز پہاڑ تھے اور ان سے اٹھکیلیاں کرتے باد لغرض وہ جگہ جنت کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔

اور یہیں ست رنگی لمبی سی فراک میں ملبوس وہ سہج سہج کر قدم اٹھاتی کہنی پر ٹوکری لٹکائے وقفے وقفے سے رکتی مسکرا کر جو پھول پسند آتے وہ توڑ کر ٹوکری میں ڈالتی اور آگے چلی جاتی۔ سیاہ کندھوں تک آتے بال ہوا سے پیچھے کی جانب اڑ رہے تھے، ناک میں پہنی سنہری بالی بھی بھرپور چمک رہی تھی۔

دفعتاً وہ رکی اور ٹوکری زمین پر رکھ کر خود بھی بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے سارے پھول اکٹھے کیے اور ان کا خو بصورت سا گلدستہ بنایا اور اٹھ کھڑی ہوئی، اب وہ تیز تیز قدم اٹھاتی دور سے نظر آتے چشمے کی طرف بڑھ رہی تھی قریب پہنچ کر اسنے آس پاس نظر دوڑائی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ اسنے اداسی سے گلدستے کو دیکھا۔

"مجھے ڈھونڈ رہی ہیں۔" یکدم اسے اپنے پیچھے سے شناسائی بھاری مردانہ آواز آئی۔

وہ مسکراتے ہوئے مڑی اور بولی "آپ مجھے دیکھ کر چھپے کیوں؟" اسنے مصنوعی ناراضی سے کہا۔

"یہ اتنے خوبصورت پھول کس کے لیے ہیں؟" اسنے اسکے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ہاتھ میں موجود گلدستے کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کے لیے ہیں، کیوں کے آپ میرے لیے بہت خاص ہیں اور خاص لوگوں کے لیے خاص تحفے ہی ہوتے ہیں۔" اسنے کہا اور گلدستہ اسکی طرف بڑھایا۔ اس سے پہلے کے وہ پکڑتا۔

وہ گہرے گہرے سانس لیتا اٹھ بیٹھا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر لیمپ آن کیا اور سائڈ ٹیبل سے فون اٹھایا، فجر کی اذان ہونے میں کچھ وقت باقی تھا اس نے فون رکھا اور سر ہاتھوں میں گرالیا۔

روز رات کو وہ اپنی ماں اور بہن کے خواب دیکھتا تھا لیکن آج..... آج وہ اس لڑکی کو خواب میں دیکھ رہا تھا جس سے وہ کل پہلے دن ملا تھا اور ملا بھی کیا بات چیت تو ہوئی نہیں تھی۔

پھر یہ خواب وہ جھنجھلاتا ہوا پھر سے بستر پر ڈھے گیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کالج سے آکر کھانا کھا کے سو گئی تھی شاور لے کر اسنے سفید چکن کی لمبی فرائ، ٹائیس اور سفید ہی سٹولر مفلر کی طرح گلے میں کچھ ایسے لے رکھا تھا کہ گردن کی پشت سے اسکے دونوں سرے کندھوں سے آگے لٹک رہے تھے۔ سیاہ بال کندھوں پر پھیلے تھے۔

وہ چلتی ہوئی درمیانی دروازہ عبور کر کے اندر کی طرف جا رہی تھی کے پیچھے سے بھاری رعب دار مردانہ آواز گونجی۔

"مس آبیہ سلطان" اس نے حیرت سے مڑ کر دیکھا تو احرام دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے سفید شرٹ اور سیاہ ڈریس پینٹ میں ملبوس کھڑا اسے ہی سنجیدگی اور سختی سے گھور رہا تھا۔

آبیہ کو اپنا سارا اعتماد پل میں ہوا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔
"جج۔۔ جی" اس نے تھوک نگلتے ہوئے ہمت کر کے کہا۔

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے میرے روم میں وہ کارڈ اور لیٹر کیوں رکھا؟" اس نے سختی سے پوچھا۔
"وہ... وہ آپ ناراض تھے اس لیے" اس نے بمشکل جواب دیا۔

"کیا میرا اور آپ کا ایسا کوئی رشتہ ہے کہ میں آپ سے ناراض ہو سکوں؟" پھر سے سوال کیا گیا۔
"جی؟" اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا ہم دوست ہیں؟" پھر سے سوال آبیہ نے نفی میں سر ہلایا۔
"کیا میں آپ کا ہم عمر ہوں؟" اس نے بیچارگی سے پھر سے دائیں بائیں سر ہلایا۔

"تو پھر آپ نے کس حیثیت سے مجھے وہ کارڈ بھیجا؟"۔ اسنے ناپسندیدگی سے کہا۔

"کیا اپنی غلطی کی معافی مانگنا غلط ہے ویسے بھی ہم کزنز ہیں؟"۔ اسنے بھی منہ بناتے ہوئے کہا (کے ایک تو معافی مانگی اوپر سے کھڑوس انسان مجھے ہی باتیں سنائی جا رہا ہے (وہ یہ بات صرف سوچ سکی تھی۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ مجھ سے معافی مانگیں اور دوسری بات، آپ مجھ سے براہ راست بھی سوری بول سکتیں تھیں" اسنے اسی کے انداز میں کہا۔ اسے پھر سے رات والا خواب یاد آیا تھا اسے نئے سرے سے جھنجھلاہٹ ہوئی۔

"براہ راست کیسے بول سکتی تھی آپ مجھے اتنا برا منہ بنا کے دیکھتے رہے ہیں"۔ اسنے کہا اور پچھتائی کیوں کے وہ بہت برے تیوروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"میرا مطلب تھا کہ آپ اتنے غصے سے دیکھتے تھے"۔ وہ جلدی سے بولی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

(We are just cousins remember this)

"ہم صرف کزنز ہیں یہ یاد رکھنا"۔

اسنے اسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک دم پھر سے رکا۔

"اسکی آنکھوں میں جانے کیوں نمی اتری تھی احرام کی اس بات سے"۔

"اور ہاں پورے چھ بجے کس لے کر لان میں موجود ہوں آپ"۔ اسنے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گالوں پر بہہ گئے تھے۔

"مجھے نہیں پڑھنا ان سے بھی امی سے بات کرتی ہوں۔" وہ بھی اسکے پیچھے پیر پختی اندر داخل ہوئی۔

***** وہ زرین بیگم کو ڈھونڈھتی ہوئی نانو کے کمرے میں داخل ہوئی

۔ نانو اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہیں تھیں۔

زرین بیگم اور حاجرہ بیگم دونوں بیڈ پر بیٹھیں کپڑے تہہ کر رہیں تھیں۔

آبی امی کے قریب آئی، "امی مجھے احرام سے نہیں پڑھنا" سرگوشی نما آواز میں بولی۔

"کیوں نہیں پڑھنا کوئی وجہ" انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"وہ.... وہ بہت غصے والے لگتے ہیں" اس نے جلدی سے کہا۔

"ٹپچر غصے والے ہوں تو ہی تم جیسے شرارتی بچے سیدھے رہتے ہو۔" انہوں نے اسے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن امی....." اس نے لاچاری سے کہا۔

"میں تمہاری بات مان لیتی اگر بھائی صاحب نے خود بات ناک کی ہوتی، پہلی دفعہ ہی انہوں نے کچھ کہا ہے اور تم پہلی دفعہ

ہی انکو منع کرو گی تو انکو کتنا برا لگے گا۔ اس لیے میری پیاری بیٹی اب اس بارے میں بات نہیں ہو گئی ٹھیک

ہے۔" انہوں نے سنجیدگی اور محبت سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو کوئی مسئلہ ہے آبی بچے" حاجرہ ممانی نے اسے مخاطب کیا۔

"نہیں وہ مجھے احرام سے میتھس کی کلاس لینی ہیں وہ ہی امی کو بتا رہی تھی" اس نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آبی تجھ سے نو سال بڑا ہے احرام بھائی بولا کرا سے"۔ نانوں نے اسے تادیبی نظروں سے گھورا۔

"وہ بھائی ہیں کے کھڑوس ہیں اتنے غصے سے دیکھتے ہیں میرے تو نہیں ہیں وہ بھائی بس کزن ہیں"۔ اسنے ناک سکوڑ کر کہا یہ دیکھے بغیر کے وہ دروازے میں کھڑا اسکی گوہر افشانی سن چکا ہے آبی کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

"تو ادھر آذرا میں بتاتی ہوں تجھے خبر دار جو میرے بچے کو کچھ الٹا سیدھا کہا تو بد تمیز" انہوں نے غصے سے کہا۔

"توبہ توبہ نانو! اس گھر میں سارے ہی آپ کے بچے ہیں بس میں نہیں ہوں، امی کہیں میں سوتیلی تو نہیں ہوں" وہ زرین بیگم کے قریب آتے ہوئے صدمے سے بولی۔

"شرم کرو" امی نے اسے جھاڑا۔

احرام نفی میں سر ہلاتا، سلام کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ آبیہ جلدی سے وہاں سے بھاگی جاتے ہوئے نانو کی آخری بات اسکے کانوں میں پڑی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیٹا اسکی کسی بات کا برا نا منانا یہ ایسے ہی اول فول بکتی رہتی ہے"۔

میرے اللہ وہ پتا نہیں کب سے کھڑے تھے وہاں اور پتا نہیں کیا کیا سنا ہے انہوں نے۔ اف..... اف.... وہ مرے مرے قدموں سے فاریہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

فاریہ کو اسنے اپنارات والا کارنامہ اور تھوڑی دیر پہلے والی ملاقات، نانوکے کمرے والا سین بتایا تو وہ اسکی بے وقوفیاں سن سن کے ہنس ہنس کے دوہری ہوتی رہی تھی۔

"تمہیں ہنسی آرہی ہے اور مجھ پر جو ظلم ہونے والا ہے اسکا سوچ سوچ کے ہی پریشان ہوں میں"۔ اسنے روہانسی شکل بناتے کہا۔

"ویسے ایک بات تو ہے تمہیں تمہاری ٹکر کا انسان ملا ہے جس سے تم ڈر رہی ہو ورنہ تم نے تو ہر کسی کی ناک میں دم کر رکھا تھا اور اب تمہاری ناک میں دم کرنے والا آ..... گیا..... ہے"۔ فاریہ نے آخر میں ہانک لگائی۔

"بکو اس نہیں کرو میں ڈرتی نہیں ہوں کسی سے ہونہہ..... دیکھنا کیسا مزہ اچکھاؤں گئی"۔ اسنے فاریہ کو پاس پڑا کشن اٹھا کر مارتے ہوئے کہا۔

"چلو... چلو اٹھو پڑھو جا کر"۔ فاریہ نے پھر سے اسے زچ کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جارہی ہوں"۔ اسنے غصیلی نظر اس پر ڈالی۔

"ہاہاہا..... ویسے کیسی لگو گی تم وہاں معصوم بن کے بیٹھی ہوئی"۔ فاریہ نے اسے پھر سے چھیڑا۔

"دماغ نا کھاؤ میرا چھہ بجنے والے ہیں میں جارہی ہوں"۔ اسنے کشن اسکی طرف اچھالتے ہوئے پاؤں پٹختے کہا اور باہر نکل گئی۔

پیچھے وہ اسکی حالت پر قہقہہ لگا کر رہ گئی۔

*

جھے*****

نچ چکے تھے اور آبیہ سلطان منہ لٹکائے کتابیں سینے سے لگائے چلتی ہوئی دروازہ عبور کر رہی تھی۔ سامنے لان میں احرام بیٹھالپ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا۔

اسے دیکھ کر آبیہ نے گہرا سانس لیا اور ابکے اعتماد سے چلتی ہوئی اُس طرف بڑھی۔

اسنے کتابیں پٹخنے کے انداز سے ٹیبل پر رکھیں اور خود کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"کسی بھی انسٹیٹیوٹ یا تعلیمی ادارے میں داخل ہو کر پہلے ادب واحترام سے سامنے والے کو سلام، ہیلو یا ہائے کہا جاتا ہے"۔ اسنے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹاتے ہوئے کہا۔

"اب آپ مجھے بتائیں گئی کے آپ یہاں کیا لینے آئیں ہیں"۔ اسنے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"پڑھنے آئی ہوں"۔ اسنے نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ (ہیں کہیں بھول تو نہیں گئے کے مجھے

پڑھانا تھا، ویسے اچھا ہے بھول ہی جائیں اللہ کرے اسنے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔)

"تو سلام کون کرے گا میں ہی اٹھ کر نامحترمہ آبیہ سلطان کو سلام کر دوں"۔ اسنے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سوری میں آئندہ خیال رکھوں گئی"۔ اسنے تابعداری سے کہا اگر گھر کے افراد میں سے کوئی آبیہ کو یوں تابعداری کا مظاہرہ کرتے دیکھ لیتا تو اپنی آنکھوں پہ یقین نا کرتا۔

"گڈ... اب آپ مجھے اپنی بک کھول کے بتائیں کے آپ کو کس کس چیپٹر میں پر اہلم ہے"۔ اسنے سنجیدگی سے کہا۔

"اگلے ایک گھنٹے تک وہ اسے کسی ماہر استاد کی طرح کچھ کونسیپٹ کلیئر کروا چکا تھا اور اب وہ اسے کو سپنز کر کے چیک کروا رہی تھی کے فاریہ ٹرے میں جوس لیے آتی دکھائی دی۔"

اندھیرا پھیل چکا تھا نومبر کے آخری دن تھے لان کی لائٹس کب کی آن ہو چکی تھیں۔

فاریہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور جوس احرام کی طرف بڑھایا۔

"میں اس وقت جوس پیتا تو نہیں ہوں لیکن آپ دے رہی ہیں تو پی لیتا ہوں۔" اسنے کہہ کر جوس کا گلاس تھاما۔ "تھینکس فاریہ... جوس بہت اچھا تھا۔" احرام نے خالی گلاس ٹرے میں رکھتے ہوئے مسکرا کر نرمی سے کہا۔

"مسکراتے ہوئے اسکی سرمی آنکھیں چھوٹی ہو جاتیں تھیں آبیہ نے نوٹ کیا اور بائیں گال پر ڈمپل بھی پڑتا تھا۔"

"بھائی بہنوں کو شکریہ کہتے اچھے نہیں لگتے، آپ کو جب بھی کوئی کام ہو آپ مجھ سے کہہ سکتے ہیں مجھے اچھا لگے گا۔" اسنے بھرپور مسکراہٹ سے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے....." اسنے خوش دلی سے کہا۔

فاریہ نے آبیہ کی طرف دیکھا تو وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟، یہ لو جوس پیو۔" فاریہ نے اسکے ہاتھ میں جوس پکڑایا تو وہ خاموشی سے جوس پینے لگی۔

(مجھ سے تو سیدھے منہ بات نہیں کرتے اور اب دیکھو کیسے مسکرا مسکرا کے باتیں ہو رہی ہیں اور اس فاری کو تو میں بعد میں دیکھتی ہوں)

اندھیرا کافی ہو گیا ہے کل سے ہم اندر کسی روم میں پڑھیں گے آج کے لیے اتنا کافی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر لیپ ٹاپ اٹھا کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

اور وہ اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی جس نے ایک دفعہ بھی جاتے وقت اسے نہیں دیکھا تھا۔ "ویسے تم اتنی دیر خاموش کیسے رہ گئی یار میں تو حیران ہوں، کہیں احرام بھائی کی کمپنی کا اثر تو نہیں۔" اسنے مسکراتے ہوئے اُسے چھیڑا۔

آبیہ نے خشکیوں نگاہوں سے اسے گھورا اور جب بولی تو۔ "میں اگر بولوں تو مسئلہ نابولوں تو مسئلہ ہر کوئی مجھے ہی باتیں سناتا رہتا اس گھر میں سب اچھے ہیں سوائے میرے مجھ سے کوئی سیدھے منہ بات نہیں کرتا اور باقی سب سے بات کرتے ہوئے مسکراہٹ چہرے سے جدا ہی نہیں ہوتی، بس میں ہی اچھی نہیں لگتی باقی سب تو بہت اچھے ہیں" اسنے اپنی بھڑاس نکالی۔

فاریہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ چکی تھی اور بغور اسکی حرکات دیکھ رہی تھی تو اپنی چیزیں سمیٹ کم اور پیچ زیادہ رہی تھی۔ "تمہیں کیا ہے.... کیا دیکھ رہی ہو... جاؤ اپنے کزن پلس بھائی سے باتیں کرو ہو نہہ۔" اسنے کہا اور منہ بسورتی کھڑی ہو گئی، آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"آبی تمہیں کیا ہو گیا ہے یار ابھی احرام بھائی کو آئے ایک دن ہوا اور تمہاری یہ حالت ہے اللہ جانے کچھ دن بعد کیا ہو گئی۔" فاریہ نے فکر مندی سے اسکے بازو تھامتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ہے میری حالت کو اچھی بھلی ہوں میں.... میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ وہ ہر ایک سے اچھے طریقے سے بات کرتے ہیں اور مجھ سے..." آنکھوں میں نمی پھر سے چمکنے لگی تھی۔

"اچھا اور تمہیں کب سے فرق پڑنے لگ گیا کسی سے... کہ کوئی تم سے بات کر رہا ہے یا نہیں تم سے بات کرنے کو تو لوگ ترستے ہیں۔" فاریہ نے اسکا گال چومتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرا دل جس سے بات کرنا چاہتا ہے وہ تو مجھ سے بات کرتا ہی نہیں۔" اسنے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا اور کتابیں اٹھا کر چل دی۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا۔" فاریہ نے اسے اپنی جانب گھماتے ہوئے کہا۔

"کوئی مطلب نہیں ہے ایسے ہی کہہ رہی ہوں۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"آبی کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گئی۔" فاریہ اسکے ساتھ ساتھ چلتی بولی۔

"ایسی ویسی کوئی بات نہیں شاید میں احرام کی طرف اٹریکٹ ہو رہی ہوں۔" اسنے چلتے ہوئے مڑ کر اوپر احرام کے کمرے کی طرف نگاہ اٹھائی جہاں کمرے کی لائٹ آن تھی یقیناً وہ کمرے میں موجود تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہمم... ہو سکتا ہے۔" فاریہ نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فاری... یار مجھے بھوک لگی ہے کچھ مزے کا آرڈر کریں۔" اچانک ہی اسنے کہا۔

"ہمم.... اوکے کھاتے ہیں۔" اسنے اسکا موڈ بحال ہوتے دیکھ کہا تھا۔

موسم بے حد خوشگوار تھا۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا، درخت ایک سیدھ میں اُس خوبصورت جھیل کے ارد گرد کھڑے تھے۔ نیلی جھیل کے کنارے کے ساتھ لکڑی کی خوبصورت سی کشتی کھڑی تھی۔ جھیل کے اُس پار ایک خوبصورت سالکڑی کا گھر تھا۔

وہ لمبی سترنگی فراک پہنے کسی کے انتظار میں درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی مگر وہ آ کے ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ منتظر سی نیچے گرے ہوئے پتوں سے اس کا نام لکھ اور مٹا رہی تھی۔

تبھی دور سے وہ آتا ہوا دیکھائی دیا تھا، تو وہ گلابی چہرہ لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی اس کا چہرہ جیسے کھل سا گیا تھا۔ "آپ ابھی یہیں ہیں شام ہونے والی ہے گھر کیوں نہیں گئی؟" اُس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے"۔ اس نے معصومیت سے کہا۔

"اور اگر میں نا آتا تو کیا یہیں بیٹھی رہتیں آپ" اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے اس کی اس بچکانہ بات پر استفسار کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں یہیں بیٹھی رہتی چاہے صبح ہو جاتی" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ضدی انداز میں کہا۔

"چلیں اب شام ہونے والی ہے"۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

تو وہ خوبصورتی سے مسکراتی ہوئی کشتی کی طرف چل دی۔ جہاں وہ بیٹھ کر اس کی جانب ہاتھ بڑھائے ہوئے تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کا ہاتھ تھامتے وہ اچانک ہی اس خواب سے اُٹھا تھا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا، ارد گرد نگاہ دوڑائی تو منظر تحلیل ہوا وہ پاکستان میں اپنے کمرے میں موجود تھا۔

لیکن اب اس کے خواب بدل رہے تھے۔ وہ لڑکی کیوں اس کے خوابوں میں آرہی تھی۔

اُس نے وال کلاک پر دیکھا تو صبح کے چار بج رہے تھے۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے ایسا؟۔

وہ سوچتے ہوئے آنکھیں موندھ گیا تھا۔

امی..... امی.... میری شرٹس کا یہ حشر کس نے کیا ہے۔ صارم دونوں ہاتھوں میں اپنی شرٹس کے بے دردی سے کیے

گئے ٹکڑے تھامے بے بسی سے چلا رہا تھا۔

کیا ہو گیا ہے صارم بھائی..... کی..... یہ کیا.. کیا آپ نے... اپنی فیورٹ شرٹس ضائع کر دیں کتنی بری بات ہے ویسے

ایسے تو نہیں کرتے نا، چلیں آپ اس سے بھی اچھی لے لیجیے گا۔ آبی جو کے ماموں سے بات کرنے آئی تھی کے آج

ڈرائیور انکل چھٹی پر ہیں تو مجھے جاتے ہوئے کالج ڈراپ کر دیں کے بابا فاران بھائی کے ساتھ ہی لاہور گئے ہوئے

تھے، اسنے صارم کے چلانے کی آواز سنی تو مسکراتی ہوئی اس طرف آگئی تھی۔

آبی کی بچی یہ تم نے کیا ہے نا میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں اب مجھ سے بچ کے دکھاؤ۔ یہ کہتے ہی صارم نے اپنی شرٹس

کے ٹکڑے وہیں پھینکے اور اس کی طرف بڑھا تھا۔

آبی اپنے بچاؤ کے لیے وہاں سے بھاگی تھی اور صارم اس کے پیچھے وہ دونوں لاؤنچ میں صوفوں کے گرد بھاگ رہے تھے

۔ سیڑھیوں سے اترتے احرام نے ناگواری سے یہ منظر دیکھا تھا۔

ذہن کے پردے وہ خواب لہرایا تو وہ سر جھٹکتا ڈائینگ روم کی طرف بڑھ آیا۔

"آبی.... صارم... یہ کیا کر رہے ہو تم دونوں صبح صبح کیا آفت آگئی ہے۔" نور جہاں بیگم نے لاؤنج کا منظر دیکھتے ہوئے کہا۔ "دادو اس نے میری فیورٹ شرٹس کا حشر بگاڑ دیا ہے۔" صارم نے غصے سے آبی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم نے.... خود کہا.... تھا مجھے کے.... ہمت ہے تو.... کچھ کر کے دکھاؤ.... تو میں نے کر... دیا۔" وہ ہانپتے ہوئے بولی اور ڈائنگ روم میں گھسی جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا بھی اسنے ایک گھونٹ ہی لگایا تھا کہ صارم اسکی طرف بڑھا وہ جلدی سے ٹیبل کی دوسری طرف کھڑی ہوئی تھی اس کے پہلے کے صارم اس تک آتا آبی نے گلاس میں موجود پانی اسکے چہرے پہ اچھالا تھا اور یہ کیا وہاں صارم نہیں احرام جو اس سب سے بے زار کر سی گھسیٹ کر بیٹھ رہا تھا ہکا بکا چانک اس افتاد پر انتہائی غصے سے اسکی ستواں ناک پھولی تھی اور چہرہ شدید سرخ ہوا تھا اور وہ سختی سے ہونٹ بھینچے خود کو اسے کچھ کہنے سے روکے ہوئے تھا۔

"اسوقت وہ نیوی بلیو ٹوپس میں موجود ہمیشہ کی طرح بلا کا ہینڈ سم لگ رہا تھا جو ہر محفل کی جان تھا جہاں جاتا چھا جاتا تھا اور آبی نے صحیح معنوں میں اسکی تیاری پر پانی پھیر دیا تھا۔"

"آبی کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے" وہ سختی سے آنکھیں میچ گئی تھی۔

سب لوگ باری باری ڈائنگ روم میں داخل ہو رہے تھے اور احرام کی حالت کو دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہے تھے کہ "..... یہ کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں بس وہ غلطی سے پانی گر گیا تھا۔" اب وہ ٹشو سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔

"دادو یہ آبی نے.. پھینکا ہے احرام بھائی پہ پانی" صارم مزے سے بولا۔

اور ڈائینگ روم میں داخل ہوتی فاریہ کا دل کیا اپنے بھائی کی بات پہ اپنا سر پیٹ لے، جس کے پیٹ میں کوئی بات نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

"اور اگر چغل خوروں کو ایوارڈ ملا کرتے نا تو یقیناً "صارم وحید" کو آسکر سے نوازا جاتا۔ آبی نے دل ہی دل میں اسے سٹیج پر فخر سے کھڑے دانت نکالتے ایوارڈ لیتے بھی دیکھ لیا تھا.... ڈفر".....۔

آبیہ کا دل کیا صارم کو اٹھا کے ڈائینگ روم سے کیا اس شہر سے ہی باہر پھینک دے۔ اففف..... اس نے جنجھلاہٹ سے سوچا۔

"کبھی کوئی دن ایسا ہوا ہے جس میں اس نے کچھ برانا کیا ہو ہر برے کم میں اسی کا ہاتھ ہوتا ہے، پتا نہیں کب سدھرے گئی یہ دیکھ ابھی بچہ تیار ہو کر آیا ہے اور اس نے ساری تیاری کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔" نور جہاں صاحبہ نے بیٹھتے ہوئے کہا۔



"ایم سوری" وہ ممننائی۔

"سوری اور آبی.... یہ کرشمہ کیسے ہوا۔" سب نے بیک وقت حیرت سے آبی کو دیکھا تھا۔ غموماً تو وہ دو چار باتیں اور سنا دیتی تھی کہ اگر احرام کی جگہ وہاں کوئی اور ہوتا تو وہ کہتی کے بھی اسی کی غلطی ہے یہ خود سامنے آیا تھا میں نے تو دوسرے پر پانی پھینکا تھا۔

"اٹس اوکے" احرام کہہ کر کرسی سنبھال چکا تھا۔

وہ چلتی ہوئی وحید ماموں کے قریب آئی اور انہیں ڈرائیور کی چھٹی کی بات بتائی تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے بیٹے پندرہ منٹ بعد گیٹ پہ آجانا اوکے انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہاں میں سر ہلاتی چلتی ہوئی صارم کی پلیٹ پر جھکی اور سینڈویچ اٹھاتی باہر نکل گئی۔

پیچھے صارم دانت پیس کر رہ گیا تھا۔

پورے پندرہ منٹ بعد وہ گاڑی کا ہارن سنتی باہر آئی تھی سامنے سفید ہائی لیکس کھڑی تھی گاڑی تو ماموں لوگوں کی نہیں تھی لیکن وہ پھر بھی لا پرواہی سے چلتی ہوئی آئی اور گاڑی کے پچھلے دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی کیوں کہ دروازہ کھل ہی نہیں رہا تھا یا یہ کہنا چاہیے کہ دروازہ اسکی توقع کے خلاف لاکڈ تھا۔

وہ ماتھے پر بل لیے فرنٹ سائیڈ کی طرف آئی اور گاڑی کے اندر جھانکنا چاہا لیکن شیشے سیاہ ہونے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آیا تو اس نے شیشہ بجایا۔ اگلے ہی لمحے شیشہ نیچے ہوا اور جو شخصیت اسے نظر آئی اسے دیکھ کر آبیہ کو اپنی کچھ دیر پہلے کی کی گئی کارستانی یاد آئی تھی۔

"کیا میں آپ کا ڈرائیور ہوں جو آپ پیچھے بیٹھ رہیں تھیں؟" - احرام نے دائیاں آبرو اٹھا کر استفسار کیا۔

"نہیں۔۔۔ آبیہ نے نفی میں سر ہلایا۔) ایک تو سارا کانفیڈنس پتا نہیں کہاں چلا جاتا تھا اسکو دیکھتے ہی۔)

"کیا آج یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے یا کالج بھی جانا ہے؟" - احرام نے اسے وہیں کھڑے دیکھ پوچھا۔

وہ ڈور کھول کے جلدی سے بیٹھی تو احرام نے گاڑی آگے بڑھادی۔

"صارم سے چاچو نے کہا تھا کالج ڈراپ کرنے کو لیکن وہ نہیں مانا کہ ابھی ابھی اسکا دودھ دشرٹس کا آپ نقصان کر چکی ہیں، اور خود انہیں اور صالح بھائی کو میٹنگ پہ جانا تھا آپ کا کالج میرے راستے میں ہی پڑتا ہے انہوں نے مجھے کہا تو میں منع نہیں کر سکا ورنہ شاید میں نا آتا۔"

(یعنی وہ اسے جتا بھی رہا تھا کہ وہ اسے کالج ڈراپ کرنے جا رہا ہے اور افسوس بھی ہے اسے کہ کیوں آگیا) اسے اچھا نہیں لگا تھا اسکا یہ کہنا۔

"ایم سوری" میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ آبیہ نے کہا اور گردن موڑ کر باہر دیکھنے لگی اونچی پونی میں مقید بال اسکی گردن کے ساتھ دائیں بائیں جھول رہے تھے۔

"اب تو تکلیف ہوگی ہے اب کیا کیا جاسکتا ہے۔" احرام نے سامنے سڑک پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"میں آپ سے ایکسیوز کر رہی ہوں نا آئندہ آپ کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا میری وجہ سے" اسنے سنجیدگی سے کہا۔ "ہا ہا ہا..... کس کی گارنٹی دے رہی ہیں آپ محترمہ آبیہ سلطان اپنی..." وہ پھر سے ہنسا تھا۔

پہلی بار وہ اسے یوں ہنستے ہوئے دیکھ رہی تھی اور وہ بھی خود پر۔

مارے خفت اور شرمندگی کے آبیہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں مجھ سے اکثر چیزیں غلط ہو جاتی ہیں اور آپ کے ساتھ بھی میں دو تین دفعہ غلط کر چکی ہوں اسکے لیے میں پہلے بھی معذرت کر چکی ہوں اور اب دوبارہ سے کر رہی ہوں" ایم ایکسٹریملی سوری "اسنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو ریلیکس کرتے ہوئے کہا۔

اسکی اس بات پہ احرام نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"مجھے یہیں اتار دیں، تھینک یو سوچ" آبیہ نے دائیں طرف گر لڑکالچ کی عمارت کو دیکھتے ہوئے کہا اور گاڑی رکنے پر دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔

کالچ کے سامنے کافی رش تھا۔ گیٹ پر کھڑی تین چار لڑکیاں احرام کو دیکھ کر آپس میں کھسر پھسر کرنے لگ گئیں تھیں اور آبیہ کے آتے ہی اس سے احرام کا پوچھ رہیں تھیں۔ احرام ایک نظر لڑکیوں کے جھڑمٹ میں کھڑی آبیہ کو دیکھ کر زن سے گاڑی بھگالے گیا تھا۔

"ہے آبیہ..... یاریہ انگریز کون تھا" مریم بولی تھی۔

"اف قسم سے.... اتنا ہینڈ سم بھی کوئی ہو سکتا ہے بھلا" لاریب نے روڈ کی طرف دیکھتے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔
"تمہارے پاس اسکا نمبر تو ہو گا نا... مجھے دے دو پلیز" زرش جو کسی کو اپنے آگے کچھ سمجھتی نہیں تھی وہ بھی آج منت سماجت پر اتر آئی تھی۔

"شرم کرو کچھ تم لوگ.... اپنی عمر دیکھو اور حرکتیں دیکھو وہ میرے علاوہ کسی کو بھی نہیں ملے گا آئی سمجھ "ہادیہ نے سب کو سنجیدگی سے وارن کیا۔

"ہاں تم تو جیسے ہم سب کی اماں ہونا" مریم غصے سے بولی۔

"بس کرو تم لوگ پاگل ہو گئی ہو کیا سب کی سب... آتے ہی دماغ خراب کر رہی ہو پہلے کم خراب ہے اوپر سے تم لوگوں کی بک بک..." آبیہ نے بلاخر ان سب کی آوازوں سے تنگ آکر کہا اور راستہ بناتی آگے چل دی۔

"اسکا نام تو بتا دو.." لاریب اسکے پیچھے بھاگتی ہوئی بولی۔

"اور تمہارا کیا لگتا ہے؟" زرش بے چینی سے بولی۔

"پہلے تو کبھی نہیں دیکھا ہم نے"۔ ہادیہ بھی بولی۔

"اے..... اسکی آئینز کا کلر بلیو تھا یا گرے مجھے اتنی دور سے صحیح سے نظر نہیں آیا"۔ لاریب پھر سے بولی تھی۔

اسنے حیرانگی سے ان سب کی شکلوں کو دیکھا جو معصوم صورت بنائے اس سے اپنے سوالوں کے جواب جاننے کے لیے پاگل ہو رہیں تھیں۔

"مجھے نہیں پتا" وہ کہہ کر کلاس میں گھس گئی۔

وہ چاروں اب اسکے گرد کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ چکیں تھیں۔

"بتاؤ اب جلدی مانا کہ تمہارا وہ کوئی رشتہ دار ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ تم نخرے دکھاتی رہو"۔

ہادیہ منہ بناتی بولی۔

"نہیں بتاؤں گی جو کرنا ہے کرلو" وہ کتاب کھولتے ہوئے بولی۔ وہ بھی آبیہ سلطان تھی اپنی ضد کی پکی۔

"یار آبی بتا دو نا" مریم نے ان سب کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنا رویہ درست رکھنے کو کہا۔

"ہاں یار پلیز.. پلیز" سب بیک وقت بولیں تھیں۔

"اچھا... اچھا بتا رہی ہوں تم لوگ بھی کیا یاد کرو گئی کس سخی سے پالا پڑا ہے۔" اسنے پونی میں قید بالوں کو ایک اداسے جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے فرسٹ کزن ہیں احرام وجاہت خان نام ہے امریکہ سے آئے ابھی دودن ہوئے ہیں انہوں نے اپنا بزنس پاکستان شفٹ کر لیا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آج کل میں میتھس کی ٹیوشن ان سے لے رہی ہوں۔" اسنے بھرپور مسکراہٹ سے کہا۔ یہ الگ بات تھی کہ احرام سے روز ہونے والی عزت افزائی یاد کر کے اسکا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"کیا.....؟"

وہ سب جو آپس میں ستائشی نظروں کا تبادلہ کر رہیں تھیں اسکی آخری بات پر چیخ اٹھی تھیں۔

"ہاں نا اس میں چیخنے والی کیا بات ہے۔" اسنے حیرانگی سے ان کی شکلیں دیکھیں تھیں۔

"کیا مطلب ہے تم مجھے بتا دیتی میں تمہیں جو پر اہلم تھی اس میں ہیلپ کر دیتی۔" مریم نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"تمہیں میرا احرام سے پڑھنا اچھا نہیں لگ رہا کیا؟" اسنے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

مریم نے آنکھیں گھمائیں۔

"ویسے تو مجھے بھی تھوڑی بہت پر اہلم ہے میتھس میں... میں بھی نا آ جاؤں ٹیوشن لینے۔" زرش آنکھیں مٹکاتی ہوئی بولی۔

اسکی دیکھا دیکھی سب اپنی پر اہلمز گوانے لگیں تھیں۔

"ایکسیوزمی ... "میرے کزن نے کوئی ٹیوشن سینٹر نہیں کھولا ہوا جو تم لوگ اپنی اپنی پرا بلمز بتا رہی ہو..... ہونہہ...۔

اسے تو غصہ ہی چڑھ گیا تھا پیچھے ہی پڑ گئیں تھیں۔ دوستی ایک طرف لیکن بھلا یہ کیا بات ہوئی۔

"دیکھو بات سنو" اس سے پہلے کے لاریب کچھ کہتی آبیہ بولی تھی۔

"جا کے کسی ٹیوشن سینٹر سے رابطہ کریں" اسنے کہہ کہ کتاب چہرے کے سامنے کر لی۔

ٹیچر کے کلاس میں داخل ہونے پر انکی زبانوں کو بریک لگا تھا ورنہ وہ کہاں خاموش ہونے والیں تھیں۔

تھیں بھی شرارتی ٹولا۔



دن کے بارہ بج رہے تھے۔

لاؤنج میں خواتین بیٹھی دوپہر کے کھانے کی تیاری کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں ثانیہ اپنی امی کی طرف گئی ہوئی تھی۔ "اماں جان وحید نے آپ سے بات تو کی ہوگی فاریہ کے رشتے کے سلسلے میں ان کے ایک دوست سنڈے کو گھر آنا چاہ رہے ہیں"۔ حاجرہ بیگم نے نور جہاں صاحبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں سر سری ساز کر تو کیا تھا اسنے کچھ دن پہلے ویسے اچھی بات ہے بلا لوانکو کھانے پر دیکھنے پر کھنے میں کوئی برائی نہیں ہے"۔ نور جہاں صاحبہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"جی فاریہ کا ماشاء اللہ دسمبر کے شروع میں رزلٹ آرہا ہے، یہی بہتر وقت ہے"۔ حاجرہ بیگم نے اداسی سے کہا۔

"اللہ اسے دونوں جہاں کی کامیابیاں دے آمین"!۔ ذرین بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔

اور اپنے کمرے میں ناول پڑھ رہی فاریہ کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ نیچے کیا بات ہو رہی ہے ورنہ اسکی تو روح فنا ہو جاتی۔

"رشتے کی بات سے یاد آیارات کو سبین آپا کا فون آیا تھا چند دن تک وہ بھی پاکستان آرہی ہیں شاہ زیب کے سسرال والے صرف نکاح کا کہہ رہے ہیں زیبائش کے والد) شاہ زیب کے ہونے والے سسر (کی طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی ہے آج کل تو وہ چاہتے ہیں کہ انکے ہوتے ہی وہ اپنے اس فرض کو ادا کر دیں۔" ذرین بیگم نے اطلاع دی۔

"اللہ اس بچی کے والد کو صحت و تندرستی عطا فرمائے والدہ تو اسکی پہلے ہی نہیں ہیں ایک بھائی اور والد ہیں، بھائی بھی کاروبار میں بڑی رہتا ہے اللہ آسانیاں پیدا کرے۔" نور جہاں صاحبہ بولیں۔

"آمین...!" سب نے بیک وقت کہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہیلو جینٹل مین" خود تو سکون سے بیٹھے ہوئے ہو اور مجھے دوڑا دوڑا کے تھکا دیا ہے تم نے اف۔" وہ ہمیشہ کی طرح بنا دستک دیے اندر آیا تھا۔.....

"بہت مشکل کام تھا یا سب بیچ کر نیا یا کیسے کر لیتے ہو تم میں تو دو تین ہفتوں میں تھک گیا ہوں میری تو بس ہو گئی ہے۔ اب مجھے ایک مہینے کی لیو چاہیے ٹھیک ہے"۔ امن نے ہمیشہ کی طرح بولتے ہوئے رک کر اسے دیکھا جو بڑی فرصت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بول کیوں نہیں رہے"۔ وہ چہرے پر مصنوعی حیرانی طاری کر کے بولا۔

"تم چپ ہو گے تو میں بولوں گا نا"۔ احرام نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا بولیں سر... آخر کو آپ میرے پاس ہیں"۔ اسنے جان بوجھ کے یہ لفظ استعمال کیا تھا جانتا تھا وہ اسکا اسے پاس کہنے سے چڑتا تھا۔

"بکو اس بند کر..... ایڈیٹ... احرام نے اسے گھورا۔

"ہاں تو سچ ہے یہ غلط تھوڑی ہے"۔ امن نے اپنی بھوری آنکھیں معصومیت سے پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس کا حل میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا ویسے"۔ اب تنگ کرنے کی باری احرام کی تھی وہ مسکراہٹ دباتے بولا۔

"کیسا حل... اسنے مشکوک نظروں سے سرمی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

احرام اب ٹیبل کے دراز سے کچھ نکال رہا تھا، اسنے دو سفید لفافے نکال کر سامنے ٹیبل پر رکھے اور اسے کھولنے کا اشارہ کیا۔

"میں.... نہیں کھولوں گا"۔ اسنے اسے بری طرح گھورتے ہوئے کہا۔

"کھولنا تو پڑے گا مسٹر امن ارسلان" وہی عادت کسی پر طنز کرنا ہو تو احرام سامنے والے کو اسکے پورے نام سے مخاطب کرتا تھا (وہ ٹیک لگا کر پین کو انگلیوں میں گھماتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم مجھے نکال رہے ہو"۔ امن نے دونوں لفافے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا اور پھر ایک کو چاک کیا۔

"پہلے لفافے میں موجود تہہ شدہ کاغذ کو اسنے نکال کر کھولا تھا اور توقع کے عین مطابق اس میں استغفیٰ تھا اور اسکے دستخط کی جگہ خالی تھی، احرام پہلے ہی دستخط کر چکا تھا"۔

"میں یہ "اس سے پہلے کہ امن کچھ بولتا احرام نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروادیا۔

"ہم اس پے تین مہینے پہلے بات کر چکے ہیں، ہاں تم یہ نہیں چاہتے لیکن آج میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہیں بہت کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ دنیا تمہیں پہچانے تم پر رشک کرے، اب میں اور بکو اس نہیں کر سکتا تو بھی جانتا ہے میں اتنا ایکسپریس ہو نہیں ہوں"۔

اسنے اپنی آنکھوں کی نمی کو واپس دھکیلتے ہوئے کہا۔

"اس لیے اب سے تم اپنے بزنس کو وقت دو گے وہ بھی ایکسٹرا "اسنے کہہ کر لیپ ٹاپ کھول لیا۔

"تو مجھے جانے کا کہہ رہا ہے"۔ اس نے مصنوعی حیرانی سے کہا۔

"اب لڑکیوں کی طرح ایمو شنل بلیک میل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اپنی کام چوری چھوڑ اور اپنے بزنس پے توجہ دے"۔ احرام نے مصروف سے انداز میں کہا۔

"میں کیسے کر سکتا ہوں یہ بہت مشکل ہو گا یار"۔ اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی مشکل نہیں ہے تو اتنے ہفتے گھاس کھاتا رہا ہے کیا" اس نے غصے سے کہا اور چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

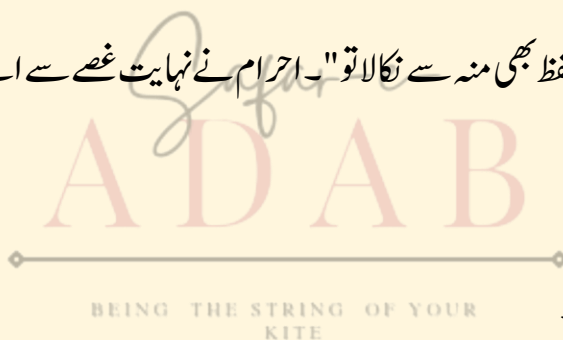
"کک... کیا مطلب ہے"۔ امن بوکھلا کے کھڑا ہو گیا تھا جانتا تھا کہ وہ غصے میں اسے پیٹ دیا کرتا تھا۔

"بکواس بند کر تجھے اتنے ہفتے پہلے یہاں کیوں بھیجا تھا بتا... اس لیے کہ تو کہے کے میں نہیں کر سکوں گا ہاں...." اس نے غصے سے اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یار... بھائی میری بات تو...." امن نے بولنا چاہا۔

"خبردار..... خبردار تو نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو"۔ احرام نے نہایت غصے سے اسے وارن کیا۔

امن بے



اختیار دو قدم اس سے دور ہوا تھا۔

اس نے جھک کر ٹیبل سے دوسرا لفافہ اٹھایا اور چلتا ہوا اس تک آیا۔

"اس میں تمہاری اس مہینے کی تنخواہ کے ساتھ کچھ ادھار رقم ہے، کیش اس لیے دے رہا ہوں کہ تجھے فوری طور پر

کیش کی ضرورت پڑنے والی ہے، آج تیس نومبر ہے آج سے ٹھیک انیس دن بعد یعنی تیرا دسمبر کو تمہارے

ریسٹورنٹ کا سارا کام ختم ہو جائے گا اور چودہ تاریخ کو اسکا افتتاح ہو گا رائیٹ...."۔ اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے کہا۔

"کیا... مطلب یہ سب اتنی جلدی کیسے ہو گا اور ادھار کیوں دے رہا ہے۔" امن نے نا سمجھی اور پریشانی کی کیفیت میں کہا۔

"یہ سب تم کرو گئے اور اگر ڈیڈ لائن تک تو نے یہ سب نہیں کیا تو آگئے تو جانتا ہی ہو گا اب جا یہاں سے... " احرام نے اس کے ہاتھ پہ پھولا ہوا لفافہ رکھتے ہوئے کہا۔

"یار بھائی.... میرے پیارے بھائی میری بات سن۔" امن نے دہائی دینے والے انداز میں کہا۔

"تو مجھے پورے انیس دن تک اب نظر نا آئے سمجھا اور ہاں اگر اور قرض چاہیے ہو تو بتا دینا)" اس نے جان بوجھ کے لفظ قرض استعمال کیا تھا۔ (احرام نے کہا اور آفیس روم سے ملحق واش روم میں گھس گیا۔

"اچھی زبردستی ہے... اب اتنی جلدی سب کیسے ہو گا، کیسے کروں گا سب ابھی پچھلے کام کی تھکن اتری نہیں اور نیا کام مل گیا، اللہ اللہ.... چل امن ارسلان لگ جا کام پہ ورنہ یہ بے حس آدمی پورے انیس دن بعد تیری ہڈیوں کا سرمہ بنا دے۔" وہ با آواز بلند بڑبڑا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اندر واش روم میں اس کے جانے کا انتظار کر رہا احرام اس کی بڑبڑاہٹ سنتا مسکرا دیا تھا۔"

وہ پہلے کنیں بار اسے آفس چھوڑ کر اپنے بزنس پہ توجہ دینے کا کہہ چکا تھا اور تین مہینے پہلے وہ اسے صاف لفظوں میں کہہ چکا تھا کہ پاکستان میں بزنس سیٹ ہو جانے کے بعد وہ اپنے کام پہ توجہ دے گا اور استعفیٰ دے دے گا۔ احرام نے امن کو جان بوجھ کے پاکستان بھیجا تھا تاکہ وہ یہاں اکیلا رہ کر سیکھ سکے اور اپنے بزنس پہ توجہ دے وہ اپنی بنائی گئی ریسٹورنٹ کی پچھلی برانچیز پہ بھی احرام کے بزنس کے کاموں کی وجہ سے خاص توجہ نہیں دے پارہا تھا اور اب بھی اسلام آباد میں بنائی جانے والی برانچ کا آدھے سے زیادہ کام تو ہو چکا تھا لیکن وہ اسے ادھورا چھوڑ کر آفس کے کاموں

میں مصروف تھا اور فارغ وقت میں بھی اس پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ اس لیے احرام کو مجبوراً یہ سب کرنا پڑا۔ اسے یقین تھا کہ وہ وقت پر سب کام کر لے گا، وہ اسے سگھے بھائیوں سے زیادہ چاہتا تھا اور اسے کامیاب دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا اور کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا۔

شام کے چھ بج رہے تھے۔ آبیہ کتابیں اٹھائے گیٹ روم میں داخل ہوئی جہاں احرام پہلے سے موجود لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا۔

ہاتھ میں موجود سیب پر دانت گھاڑے چلتی ہوئی صوفی کے قریب آئی پھر اچانک یاد آنے پر منہ میں موجود سیب کی وجہ سے پھنسی ہوئی آواز میں بولی۔ صبح والی گفتگو کے آثار بالکل غائب تھے۔

اسلام علیکم!

احرام نے ناپسندی سے اسے دیکھا اور سر جھٹکتا پھر سے کام میں مصروف ہو گیا۔

"انسان کو سلام کا جواب تو دینا چاہیے نا ویسے آپ اتنا چپ کیسے رہ لیتے ہیں، کہیں کسی لڑکی کی محبت نے تو آپ کو خاموش نہیں کروا دیا ویسے ایسا ہو جاتا ہے نا کبھی کبھی"۔ اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

"میں ایسے کسی فضول کام میں ملوث نہیں ہوں اب برائے مہربانی اپنی کتابیں کھولیں اور ہاں کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اپنا پیٹ بھر کے آیا کریں اِزاٹ کلئیر" کیا واضح ہوا ہے؟ (اسنے دانتوں پہ دانت جماتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے"۔ اسنے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"میں نے کیا کہا ہے اور آپ کیا کہہ رہی ہیں"۔ اسنے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مم... میرا مطلب ہے جج جی... "آبیہ نے شرمندگی سے سر جھکا دیا پھر جھکے سر سے مسکرا دی اور دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اور کچھ واضح ہوا تھا یا نہیں لیکن وہ یہ تو جان گئی تھی نا کہ اسکا کسی لڑکی کے ساتھ کوئی سین نہیں ہے۔ یہ بھی اسکے کالج فرینڈز کے گروپ میں سے لاریب بولی تھی کے اتنا پیٹ سم اور ڈیشن کزن ہے تمہارا کیا پتا کتنی لڑکیوں کے ساتھ سین چل رہا ہے ایک دو گر لفرینڈز تو ضرور ہوں گئی اسکی، لیکن یہ جان کر کے ایسا کچھ نہیں ہے اسے جانے کیوں بہت خوشی ہو رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

Open your books Abiya

("اپنی کتابیں کھولو آبیہ")

احرام نے اسکو دیکھ کر سختی سے کہا جو نا جانے کن خیالوں میں گم اکیلے ہی اکیلے مسکرا رہی تھی۔

اسکی اچانک سخت آواز پہ اسنے ہڑبڑا کہ کتابیں کھولیں۔

آٹھ بجنے والے تھے وہ اپنا کام ختم کر رہی تھی لیکن احرام کے فون کی بار بار جلتی بجھتی روشنی اسے متوجہ کر رہی

تھی پچھلے دس منٹس سے بار بار کسی کی کال آرہی تھی لیکن وہ ریسو نہیں کر رہا تھا البتہ اسنے فون سائیلینٹ موڈ پر ڈال دیا تھا۔

اب تو آبیہ کو تجسس ہونے لگا تھا اسنے جان کے پین ٹیبل کے اس طرف پھینکا اور پھر اسکو اٹھانے کی غرض سے اس طرف گئی تھی لیکن تب تک سکرین تاریک ہو چکی تھی اسنے مایوسی سے جھک کر پین اٹھایا اور سیدھی ہو کر ایک بار پھر سے فون کو دیکھا تبھی سکرین دوبارہ روشن ہوئی اور اس پر لکھے حروف دیکھ کر اسکی صبح پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے "شانزے ابراہیم...."۔

"یہ کون ہے"۔ وہ بڑبڑائی۔

اسکی بڑبڑاہٹ نے احرام کو اسکی جانب متوجہ کیا تھا جو پیشانی پر بل لیے اسکے فون کو بری طرح سے گھور رہی تھی۔
"مس آبیہ سلطان" آپ مجھے بتانا پسند کریں گئی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں اور میرے فون کو کیوں گھور رہی ہیں
۔ اسنے اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ام... وہ میرا پین گر گیا تھا وہی اٹھا رہی تھی"۔ اسنے سنجیدگی سے جواب دیا اور اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔

احرام نے فون کان سے لگاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا جو بے چینی سے اسے دیکھ رہی تھی اسکے دیکھنے پر چہرہ جھکا گئی۔

"کہاں تھے تم کب سے کالز کر رہی ہوں"۔ چھوٹے ہی پوچھا گیا ۔

"شانزے ابراہیم" سلام کرنا کب سیکھیں گئی۔ احرام نے طنز اگاہا اور پھر ایک نظر آبیہ کو دیکھا جو براسا منہ بنائے اسے گھور رہی تھی۔

"آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے اب آپ جاسکتی ہیں۔" اسنے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے آبیہ کو مخاطب کیا۔
"جاری ہوں آپ سکون سے باتیں کریں۔" وہ بڑبڑائی لیکن ہمیشہ کی طرح وہ اسکی بڑبڑاہٹ سن چکا تھا۔
اس سے پہلے کے وہ اسے کچھ کہتا وہ پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔
"سلی گرل" وہ بڑبڑایا اور پھر بے زاری سے شانزے کی باتوں کا جواب دینے لگ گیا۔

وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی آرہی تھی کہ سامنے سے آتی فاریہ سے ٹکرائی۔
"آہ! اف..... کیا ہو گیا ہے تمہیں کیوں منہ پھلار کھا ہے" فاریہ اسے دیکھتے ہوئے اپنا کندھا سہلاتی بولی جو کتابیں
میز پر رکھ کر صوفے پر منہ لٹکائے بیٹھ گئی تھی۔
"ہمارے خاندان میں ایک ہی شانزے ہے سبین خالہ کی بیٹی اور اس کے بابا کا نام کیا تھا۔" اسنے سوچتے ہوئے فاریہ
سے پوچھا۔

"ان کی وفات کو کافی سال ہو گئے ہیں اور ویسے بھی ہم نے جب سے ہوش سنبھالی ہے کبھی انکا نام نہیں
سنا لیکن..... تم کیوں پوچھ رہی ہو۔" فاریہ نے آخر میں نا سمجھی سے اسے دیکھا۔
لاؤنج میں ذرین بیگم داخل ہو رہی تھیں۔ "امی سے پوچھو نا" آبیہ نے انکو آتے دیکھ فاریہ سے کہا۔
"پھپھو" فاریہ نے قریب آتیں ذرین بیگم کو پکارا اور لاڈ سے انکے گلے میں باہیں ڈالیں۔

"جی میری جان" انہوں نے اسکے بال سنوارے۔

"بڑی پھپھو کے ہر بینڈ یعنی کے پھپھا کا نام کیا تھا بھلا"۔ اسنے عام سے انداز میں پوچھا۔

"ابراہیم" نام تھا انکا تم کیوں پوچھ رہی ہو۔ انہوں نے کہا اور آبی کو دیکھا جو انکو دیکھ کر اب سامنے تاریک "ایل ای ڈی" کی سکیرین کو گھور رہی تھی۔

"بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی"۔ فاریہ نے کہا اور آبیہ کے قریب آگئی۔

"آبی! میری بیٹی پڑھ آئی ہو"۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو وہ چلتی ہوئی ان تک آئی اور ان سے لپٹ کر آنسو بہانے لگ گئی۔

"کیا ہو امیری بچی" انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

"مم.. میں وہ.. مجھے لگتا میں میتھس میں فیل ہو جاؤں گی ایسے لگتا کچھ آتا ہی نہیں ہے"۔ وہ جو منہ میں آیا بول گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا پہلے کبھی فیل ہوئی ہو تم... پریشان نا ہو میں احرام سے کہوں گئی تمہارا وقت تھوڑا اور بڑھا دے، اب ہٹو اماں نے نماز پڑھ لی ہو گی میں انکو دیکھ لوں"۔ "نن... نہیں نہیں آپ ان سے کچھ مت کہیے گا میں تو ایسے ہی تھوڑا ڈر رہی تھی"۔ وہ نانو کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

وہ صوفے کی طرف مڑی تو فاریہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے اوپر سے نیچے تک گھور رہی تھی۔

"تم چلو نا ذرا میرے ساتھ" فاریہ اسے اپنے ساتھ سیڑھوں کی طرف کھینچتی کمرے میں لے گئی۔

"کیا چل رہا ہے؟ کیوں رو رہی تھی تم؟ اور یہ شانزے کا کیا چکر ہے؟" - کمرے میں آکر اسنے اسکا بازو چھوڑا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے سوالیہ نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔

"مجھے تمہارا فون چاہیے ابھی مجھے دیکھنا ہے اس شانزے کو" اسنے اسکا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ آبیہ نے اس کے فون کی تلاش میں آس پاس نگاہ دوڑائی اور پھر ڈریسنگ ٹیبل پر نظر پڑی تو اس طرف چل دی۔

"میں تم سے کیا پوچھ رہی ہوں اور تم کیا کہہ رہی ہو" - فاریہ نے اسے دیکھ کر تیوڑی چڑھائی وہ اکثر اسکی غلط حرکتوں پر بڑی بہن کا کردار باخوبی ادا کرتی تھی۔

"شانزے ابراہیم" کی کال آئی تھی احرام کے فون پر۔ آبیہ نے کہا اور اسکے فون پہ انسٹاگرام اوپن کیا۔

"تو تمہیں کیا مسئلہ ہے، جس کی بھی کال آئے تمہیں اتنا فرق کیوں پڑ رہا ہے اور کیا پتا وہ کوئی اور شانزے ہو"۔

اسنے اسکے ہاتھ سے فون چھینا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اف... مجھے دیکھنے تو دو" - آبیہ منہ بناتی بولی۔

"پہلے مجھے سب بتاؤ جلدی میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں، مجھے پتا تم جیس ہو رہی ہو اور اسی لیے رو رہی تھی

نا تم، تم ایسا کیوں کر رہی ہو خود کے ساتھ "احرام بھائی" کی نیچر جانتی ہو تم وہ کسی سے کچھ خاص بات نہیں کرتے "

- فاریہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"سب سے بات کرتے ہیں سوائے میرے" - وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی۔

"تو پھر خود کو کیوں تھکا رہی ہو تمہیں تو کوئی بھی اچھا، پڑھا لکھا، ہینڈ سم اور ڈیشنگ انسان مل جائے گا۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"لیکن مجھے تو وہ چاہیے نا مجھے صرف وہ اچھا لگتا ہے اس کے سوا کوئی بھی نہیں۔" آبیہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔
فارہ شک کی سی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی۔ یعنی وہ لڑکی چند دنوں میں اتنی دور چلی گئی تھی تو اب آگے کیا ہونے والا تھا۔

"آبی میری چندا کیا کہہ رہی ہو تم ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اور تم اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی ہو۔" اس نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو امیری عمر کو دو مہینے بعد انیس کی ہو جاؤں گئی میری برتھ ڈے بھولنا مت۔" اس نے ابکے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں نے تمہارا منہ توڑ دینا ہے بد تمیز میں تمہیں باز رکھ رہی ہوں اس سب سے۔" فارہ نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ چھوڑو مجھے بتاؤ کہ وہ شانزے کیا بہت خوبصورت ہے۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم نے اسے دیکھا ہی نہیں۔" فارہ بولی۔

"نہیں نا تم بتاؤ نا ہر ایک کی چوائس الگ ہوتی ہے۔" وہ ضدی انداز سے بولی۔

"ہمم... اسکی آنکھیں بہت پیاری ہیں" ہنی کلرڈ آئیز "یونو، ویسے وہ کافی خوش شکل ہے لیکن بہت خوبصورت نہیں ہے ہاں سٹائیلش بہت ہے تم نے بھی تو دیکھا تھا اسے شاہ زیب بھائی کی انگلیجمنٹ پہ دو سال پہلے"۔ فاریہ نے اسے تفصیلاً بتایا۔

"ہمم... لیکن اپنے سٹائل کی وجہ سے پیاری بھی تو لگتی ہے"۔ اسنے اداسی سے کہا۔

"تمہیں اسکے خوبصورت ہونے ناہونے سے کیا مسئلہ ہے، ویسے بھی تم اس سے بہت زیادہ حسین ہو ماشاء اللہ"۔ فاریہ نے پیار سے اسکا گال کھینچتے کہا۔

"دو سال پہلے ہم نے اسے دیکھا تھا میں اب اسے دیکھنا چاہتی ہوں"۔ آبیہ نے کہا اور اس سے فون لیا۔
"یاد آ یا شاہ زیب بھائی کی انگلیجمنٹ پہ کسی اور کو بھی دیکھا تھا ہم نے جو چوری چوری تمہیں دیکھتا رہا تھا"۔ فاریہ نے اسے چھیڑا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کون" اسنے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"سائل سلیمان" زیبائش بھابھی کے بھائی۔ فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا وہ یار میں نے اس پہ پانی پھینکا تھا یاد ہے اور اسنے کچھ کہا ہی نہیں تھا"۔ آبیہ نے اسے اپنی کارستانی یاد کروائی۔
"ہاں یاد ہے"۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ایک اور بات یاد آئی ہے مجھے امی کہہ رہیں تھیں بڑی پھپھو لوگ آرہے ہیں کچھ دنوں میں" ساتھ اسنے شاہ زیب بھائی کے نکاح کی وجہ بتائی۔

اور آبیہ تو بس شانزے کے پاکستان آنے کا سوچ کر ہی منہ پھلا چکی تھی۔

اچھا اوپن کرو اسکی آئی ڈی فاریہ نے کہا اور آبیہ نے "شانزے ابراہیم" کی آئی ڈی اوپن کی۔

شانزے اکثر اپنے فرینڈز کے ساتھ ٹریولنگ کرتی رہتی تھی جس کی بہت سی پکچرز وہ پوسٹ کرتی رہتی تھی اسکی ڈریسنگ سینس بہت اچھی تھی۔ "کافی اکیٹو رہتی ہے انسٹاگرام پر"۔ فاریہ بولی۔

وہ اب اسکی پرانی پکچرز دیکھ رہیں تھیں، یہ اسکی یونیورسٹی کے زمانے کی پکچرز تھیں اسکے کانوکیشن کے دن کی پکچرز تھیں وہ سیاہ گاؤن اور سیاہ ہیٹ پہنے ہوئے تھی ایک پکچر میں احرام بھی اسکے ساتھ کھڑا تھا اور وہ مسکراتے ہوئے اسکے بازو کے ساتھ چپکی ہوئی تھی احرام بھی مسکرا رہا تھا۔

آبیہ نے سختی سے دانتوں پہ دانت جمائے تھے۔

"اف..... مجھے نہیں دیکھنا" اسنے بے دلی سے فون فاریہ کو پکڑا دیا اور خود اٹھ کھڑی ہوئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم تو پاگل ہو گئی ہو"۔ فاریہ نے مصنوعی ناراضی سے کہا۔

ہاں ہو گئی ہوں پاگل، میں جا رہی ہوں۔ وہ منہ بناتی باہر نکل گئی۔

پچھے فاریہ افسوس سے نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

فاران اپنے کمرے میں بیٹھالیپ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا اچانک کچھ یاد آنے پر اسنے اپنا فون اٹھایا اور مسکراتے ہوئے گیلری اوپن کی۔

فاریہ کی پکچر وہ اپنے پاس سیو کر چکا تھا اس وقت وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا کہ اسکا فون بجا۔

"امی کالنگ" فون پر جگمگا رہا تھا۔

"اسلام علیکم! امی کیسی ہیں آپ؟ باقی سب کیسے ہیں؟" اسنے فون کان سے لگاتے ایک ساتھ سوال کیے۔

"وعلیکم اسلام! سب ٹھیک ہیں میں بھی ٹھیک ہوں، میرا بیٹا کیسا ہے؟" انہوں نے فکر مندی سے پوچھا۔ "میں بہت اچھا اور پیارا ہوں"۔ اسنے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں جانتی ہوں اللہ تمہیں صحت اور کامیابیاں دے، ویسے شاہ زیب کا نکاح ہونے والا ہے جلد ہی اب تم

بھی مجھے کچھ بتاؤ تاکہ ہمارے گھر میں بھی خوشیاں آئیں"۔ انہوں نے کہا۔

"اس بار میں آکر آپ کو سب بتاؤں گا آپ یقیناً بہت خوش ہوں گئی"۔ اسنے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا اسکا مطلب تم لڑکی پسند کر چکے ہو اور ماں کو اب بتا رہے ہو"۔ انہوں نے مصنوعی ناراضی سے کہا۔

ارے نہیں امی ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے موقع ہی نہیں ملا آپ کو بتانے کا لیکن اس بار آکر میں آپ کو سب بتاؤں گا

اور آپ بات پکی کر کہ آئیے گا اوکے"۔ اسنے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے لیکن بتاؤ تو لڑکی کون ہے کیا کرتی ہے" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"امی آپ سے بعد میں بات کروں گا اس وقت ایک کال آرہی ہے اپنا خیال رکھیے گا اوکے اللہ حافظ"۔

فاران کے خدا حافظ کہنے کے بعد زرین بیگم اداس سی بیٹھیں تھیں انکا کتنا دل تھا کہ فاریہ انکے گھر کی بہو بنے لیکن فاران کسی اور کو پسند کرتا تھا وہ تو ابھی اس سے پوچھنے والیں تھیں کہ اسے فاریہ کیسی لگتی ہے، لیکن..... انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"زری ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" سلطان صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں گم سم بیٹھے دیکھ پوچھا۔

"کچھ نہیں فاران کا فون آیا تھا کہہ رہا تھا اسے ایک لڑکی پسند ہے ہم رشتہ لے کر جائیں"۔ انہوں نے سلطان صاحب کو آگاہ کیا۔

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے یہی تو چاہتی تھی تم کے وہ شادی کے لیے مان جائے پھر کیوں اداس بیٹھی ہو"۔ انہوں نے نا سمجھی سے بیوی کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں بات تو خوشی کی ہے لیکن میری شروع سے خواہش تھی کہ فاریہ فاران کی دلہن بنے، اب سنڈے کو اسے بھی دیکھنے آرہے ہیں"۔ انہوں نے اداسی سے کہا۔

"جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے تم پریشان مت ہو، سب قسمت کی باتیں ہیں" قسمت انسان کو کہیں بھی لے کر جاسکتی ہے"۔ انہوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا تو زرین بیگم نے اداسی سے مسکرا کر سر ہلادیا۔

*****آبیہ کے دن احرام کو دیکھتے ہوئے گزر رہے

تھے وہ اس سے نگاہ بچا کر اسے دیکھتی رہتی تھی۔

ہفتے کا دن تھا شام کے ساڑھے سات بج رہے تھے آبیہ پینرجسٹرپر گھسیٹ رہی تھی وہ کام کم اور احرام کو گھور زیادہ رہی تھی۔

سفید گھٹنوں تک آتی فراک اور کیپری میں ملبوس کندھوں پر سیاہ دوپٹہ پھیلائے ہوئے تھی سیاہ بال ہاف کیچر میں بندھے تھے چند لٹیں چہرے کے اطراف میں جھول رہیں تھیں۔

احرام سیاہ شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں ملبوس تھا بھورے بال ماتھے پر بکھرے تھے وہ ارد گرد سے بے نیاز لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھا۔

دفعۃً باہر شور سا اٹھا تھا دونوں نے نگاہیں اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میں دیکھ کر آؤں؟" اسنے آہستگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اپنا کام کریں۔" احرام نے ماتھے پر بل لیے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آبیہ کندھے اچکاتی پھر سے کام میں مصروف ہو گئی تھی البتہ گاہے بگاہے اسے دیکھ لیتی تھی۔

چند منٹ یوں ہی گزرے تھے کہ.....

"ہیلو! احرام" شوخ سی چہکتی مسکراتی آواز آئی۔

دونوں نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا تھا، جہاں سبز جمپ سوٹ میں ملبوس مسکراتی ہوئی شانزے کھڑی تھی۔

"اوہ! شانزے کیسی ہو، سلام کرنا کب سیکھو گئی تم" احرام نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے ہمیشہ کی طرح کہا تھا۔

"احرام تم کبھی نہیں بدل سکتے"۔ وہ مسکراتے ہوئے اس تک آئی اور اسکے بازو پہ چپٹ لگائی۔

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ آبیہ منہ بناتے ہوئے دونوں کو دیکھ رہی تھی شانزے کی بے تکلفی اسے ایک آنکھ نہیں باہر رہی تھی۔ دفعتاً باتیں کرتے ہوئے شانزے نے اسے دیکھا تھا جو سر جھکائے منہ بناتی ہوئی رجسٹر پر زبردستی قلم گھسیٹ رہی تھی۔

"ہے..... یو آبی نا..... تم کتنی بڑی ہو گئی ہو یار اور کیوٹ بھی"۔ اسنے چمکتے ہوئے آبیہ کو مخاطب کیا پھر اسکے سامنے آتے ہوئے ہاتھ آگئے بڑھایا۔ (کہہ تو ایسے رہی ہے جیسے دس سال بعد دیکھ رہی ہے..... ہونہہ... شوخی نا ہو تو)۔ (آبیہ نے دل ہی دل میں سوچا پھر کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا اور زبردستی مسکرا دی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیسی ہو تم" شانزے مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں آپا" آبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہا... تم میرا نام بلا سکتی ہو، مجھے آپامت کہو"۔ شانزے منہ بناتے ہوئے بولی۔ اسے جیسے یہ بات بہت ناگوار گزری تھی لیکن میں تو بڑوں کو عزت سے بلاتی ہوں ویسے بھی آپ مجھ سے چھ سات سال بڑی ہیں اسلیے میں تو آپ کو آپاہی کہوں گئی۔ اسنے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

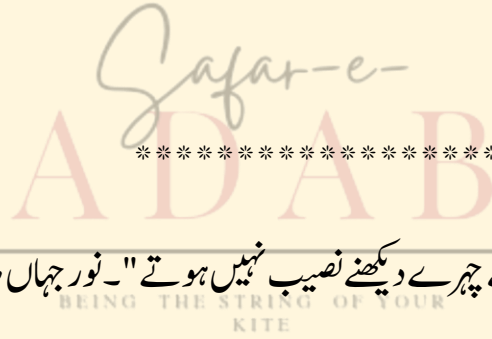
اسکی اس بات پر احرام نے حیرانی سے اس کی جھوٹ پر مبنی پرفارمنس دیکھتے ہوئے سوچا تھا کہ "کیا شے ہے یہ لڑکی"۔ اسنے نفی میں سر ہلایا۔

"اوکے میں باہر جا رہی ہوں چلیں احرام" شانزے نے پہلی بات اسے اور دوسری احرام کی طرف مڑتے کہا۔ "ہاں میں پھپھو سے مل لوں" اسنے کہا اور اسکے ساتھ باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

"اور میں کہاں جاؤں" آبیہ نے پیچھے سے منہ بنا کر آواز دی۔

"اصولاً تو آپ کو بھی جاکر مہمانوں سے ملنا چاہیے، بائے داوئے جو آج رہ گیا ہے وہ ہم صبح کریں گے"۔ کہہ کر وہ باہر نکل گیا شانزے پہلے ہی جا چکی تھی۔

"یہ شوخی آگئی ہے اب مصیبت" آبیہ بڑبڑاتی ہوئی چیزیں سمیٹنے لگی۔



"آنکھیں ترس جاتی ہیں اور بچوں کے چہرے دیکھنے نصیب نہیں ہوتے"۔ نور جہاں صاحبہ نے آنکھیں صاف کرتے کہا۔

"اماں آپ جانتی ہیں مجبوریاں ہیں شاہ زیب کا کام وہاں ہے" سبین صاحبہ انکا ہاتھ تھامتی بولیں تھیں۔

"تو کیا ساری عمر پردیس میں گزار دو گئی شاہ زیب سے کہو اپنا کام یہیں لے آئے جیسے احرام لایا ہے"۔ نور جہاں صاحبہ نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میں شاہ زیب سے بات کروں گئی آپ بھی سمجائیے گا ایک دو بار بات کی ہے میں نے لیکن وہ مانا ہی نہیں"۔ سبین صاحبہ نے کہا۔

"اماں جان کل ہم گھر چلے جائیں گئے پھر شاپنگ وغیرہ بھی کرنی ہے، اور شاہزیب کے سسرال والے بھی آرہے ہیں نکاح کی تاریخ کے لیے کچھ دنوں میں"۔ انہوں نے کہا۔

نور جہاں صاحبہ نے سر ہلا دیا۔

"فاریہ یہاں آؤ میرے پاس" سبین پھپھو نے اپنے اور نور جہاں صاحبہ کے درمیان جگہ بناتے ہوئے کہا۔
"فاریہ میری بچی کیا کرتی ہو آج کل"۔ انہوں نے فاریہ کے کندھوں پر بازو پھیلاتے ہوئے کہا وہ ان کے پاس آکر بیٹھی تو وہ بولیں۔

"فحال فارغ ہوتی ہوں بی ایس کارزلٹ آنے والا ہے چند دنوں میں" اسنے ہلکی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ تمہیں کامیاب کرے" انہوں نے مسکرا کر اس کے بال چومتے ہوئے کہا۔

سب لوگ باتوں میں مصروف تھے آبیہ کتابیں سینے سے لگائے آتی دیکھائی دی۔

"ماشاء اللہ آبی میری جان کتنی بڑی ہو گئی ہو اور حسین بھی ماشاء اللہ"۔ سبین خالہ اسکو آتا دیکھ چائے کا کپ رکھ کر کھڑی ہو گئیں تھیں۔

"کاش میرا ایک اور بیٹا ہوتا میں تمہیں اپنی بہو بنالیتی"۔ آبیہ چلتی ہوئی ان تک آئی تو وہ اسکا ماتھے چومتے بولیں۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھر گئیں تھیں۔ وہ ایسی ہی تھیں کوئی بات دل میں نہیں رکھتیں تھیں جو من میں آیا بول دیا۔

وہ بے اختیار شرم سے سرخ ہوئی تھی سنہری نتھلی اس وقت اور بھی چم رہی تھی۔ اسنے چپکے سے نظر اٹھا کر احرام کو دیکھا تھا جو ایسے ظاہر کر رہا تھا کہ اسنے کچھ سنا ہی نہیں اور اسے کسی چیز سے کوئی فرق نا پڑتا ہو، فون پر مصروف ہو گیا۔ سین خالہ اسے اپنے ساتھ بٹھا چکیں تھیں۔

"ویسے پھپھو اس کو اپنے گھر کی بہو بنا کے آپ کو کوئی فائدہ ہونا بھی نہیں تھا الٹا آپ نے پچھتانا تھا کہ کس آفت کو آپ گھر لے آئی ہیں اور پھر آپ نے یہ کہنا تھا کہ کاش میرا ایک ہی بیٹا ہوتا"۔ صارم نے مزے سے کہا۔

"تم..... نا نواب خود ہی دیکھ لیں"۔ اسنے منہ بسورتے کہا۔ "صارم باز رہو"۔ نور جہاں صاحبہ کی بجائے سین خالہ نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

سین صاحبہ کے ایک طرف فاریہ بیٹھی تھی اور دوسری طرف آبیہ۔

خوبصورتی تو پاکستان میں ہے انہوں نے ان دونوں کو دیکھا اور بات جاری رکھی ورنہ گوریاں تو سر جریز اور بگلکس کروا کر واکر پلاسٹک کی گڑیا بن گئی ہیں۔ انہوں نے ناپسندی سے کہا۔

ان کی اس بات پر آبیہ اور فاریہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیں۔

خواتین کے قہقہے بھی بلند ہوئے تھے۔

"فاریہ، آبیہ جاؤ بچے ان کو کمرہ دکھاؤ فریش ہو لیں پھر کھانے پہ ملاقات ہو گئی تھک گئی ہوں گئیں"۔ نور جہاں صاحبہ نے کہا۔

"شاہ زیب بھائی نہیں آئے کیا" آبیہ نے کھڑے ہوتے ہوئے خالہ سے پوچھا۔

"اسے ابھی کچھ کام کرنے تھے دو تین دن تک خیر سے آجائے گا انشاء اللہ"۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے ساتھ چلتے کہا۔ اسنے سر ہلا دیا اور مڑ کر شانزے کو دیکھا جو فاریہ کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اسے جانے کیوں اسکا اوپر جانا برا لگا تھا شاید اس لیے کہ احرام کا کرہ اوپر تھا۔

"***** ایک بات کرنی تھی آپ سے پتا نہیں آپ کیا سوچیں گئے"۔ انہوں نے تھوڑا جھجھکتے ہوئے کہا۔

"کیسی بات کر رہی ہو سبین، تم بلا جھجک کہہ سکتی ہو جو کہنا چاہتی ہو"۔ انہوں نے کہا۔

"بھائی جان آپ تو جانتے ہیں میں دل میں باتیں نہیں رکھتی، میں چاہتی ہوں کہ اب شانزے کے لیے کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر اسکی شادی کر دوں اور اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاؤں...." سبین بیگم نے کہا۔۔۔۔۔ "ہاں یہ تو اچھی بات ہے"۔ وجاہت صاحب بولے۔

"جی میں اصل میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ مجھے یقین ہے شانزے اور احرام ایک دوسرے کو پسند کرتے

ہیں... میں شانزے کو اچھے سے جانتی ہوں"۔ انہوں نے بات انکے گوش گزاری ۔

"اور تم احرام کو نہیں جانتی وہ لڑکیوں کے نام سے ہی چڑتا ہے اور اسکی وجہ تم اچھے سے جانتی ہو اسکی زندگی میں ہونے

والے واقعات اسکی وجہ ہیں... ہاں شانزے سے اسکی اچھی بات چیت ہے لیکن مجھے نہیں لگتا وہ اسے اس نظر سے

دیکھتا ہے... لیکن... وہ ذرا ٹھہر کر پھر گویا ہوئے، لیکن میں اس سے بات ضرور کروں گا اس بارے میں"۔ انہوں نے

سنجیدگی سے کہا تو سبین بیگم نے سمجھتے ہوئے سر ہلا

دیا۔

وہ دل ہی دل اسکی آمادگی کی دعا کرنے لگیں تھیں۔

آنسوں اسکی آنکھوں سے متواتر بہتے جا رہے تھے۔

جب سے امی نے بتایا تھا کہ آج کچھ لوگ اسے دیکھنے آرہے ہیں تب سے اسکی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں تھیں۔

دل ہی دل میں وہ فاران کو یاد کر رہی تھی اسکے خیال میں وہ کونسا اس سے محبت کرتا تھا جو اسے اس رشتے سے فرق پڑے گا۔

"لیکن میں..... میں تو محبت کرتی ہوں نا ان سے میں کیسے رہوں گئی" اسنے بے بسی سے سوچا۔

"آبیہ اسکے کمرے میں داخل ہوئی تو گھٹنے بہ تھوڑی ٹکائے وہ معصوم سی لڑکی اس وقت قابل رحم لگ رہی تھی، آبیہ کی آنکھوں میں بے اختیار نمی تیر گئی تھی۔

وہ خود کو نارمل رکھتی اسکے قریب آکر بیٹھی تو وہ چونکی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں ایسے کیوں بیٹھی ہو، وہ لوگ بس دیکھنے ہی آرہے ہیں" - اسنے لہجے کو حد درجے نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

"مم..... مجھے... مجھے نہیں کرنی شادی وہاں... نہیں جانا انکے سامنے" - اسنے درد بھرے انداز سے روتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن تمہیں وہاں جانا تو پڑے گا نایار، اب رونا بند کرو چلو تیار ہو جاؤ۔" آبیہ نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ "فاران کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے، میں بھی کتنی بڑی بے وقوف ہوں وہ مجھ سے محبت تھوڑی کرتے ہیں جو انہیں کوئی فرق پڑے گا۔" اسنے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم کچھ نہیں جانتی ہو، اب جاؤ فریش ہو کر آؤ میں تمہارے کپڑے نکالتی ہوں۔"

آبیہ نے کہا اور سنجیدگی سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گئی۔

"اچھا ثانیہ بھابھی بتا رہی تھیں کہ وہ لڑکا تمہاری یونی میں پڑھتا تھا اور سینئر تھا تمہارا ایم ایس کیا ہے اسنے

اور...۔" آبیہ نے اس سے پوچھا تو وہ درمیان میں بات کاٹ کر بولی۔

"بس کرو مجھے نہیں جانا کسی کے بارے میں۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی اور الماری کھول کر ہینگ کیے گئے کپڑوں میں سے جو جوڑا ہاتھ میں آیا وہ لے کر واش روم میں بند ہو گئی۔

یقیناً اب وہ واش روم میں رونے کا شغل فرمانے والی تھی، آبیہ نے گھر اسانس لیا اور فاریہ کے فون سے فاران کو کال ملائی۔

دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ فاران اس وقت ایک میٹنگ کے سلسلے میں ایک کیفے میں موجود تھا دفعتاً اسکا فون بجا وہ ایسکیوز کرتا باہر نکل گیا تھا کیونکہ فون گھر سے تھا اور نمبر بھی فاریہ کا پھر جو خبر اسنے سنی تھی اسے لگا اسنے اپنا سب کھو دیا ہے جیسے اس پر کسی نے پگلتا ہوا والا انڈیل دیا ہو۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا..... کیا.. میں نے اسے کھو دیا... نہیں اتنی جلدی نہیں ختم ہو سکتا سب.. اف... اف میری غلطی ہے... مجھے بات کر لینی چاہیے تھی..... وہ.. وہ تو خوش ہو گئی وہ کونسا مجھ سے محبت کرتی ہے... لیکن میں.... میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ اسنے اپنی بے بسی کی کیفیت سے نکلتے ہوئے آخر میں عزم سے کہا تھا اور تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گیا تھا اسے جلد از جلد اسلام آباد پہنچنا تھا۔"

"آج اسے دیکھنے آ رہے ہیں کل کو اگر کسی اور کے نام کی انگوٹھی اسکے ہاتھ میں پہنادی گئی تو وہ کیسے برداشت کرے گا۔ یہ سوچ ہی اسکی روح کھینچنے کے لیے کافی تھی۔"

"*****اسلام علیکم! بھائی" آبیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"وعلیکم اسلام! آبی تم فاریہ کے نمبر سے کیوں کال کر رہی ہو۔ اسنے جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

یہ سب چھوڑیں بھائی اپنے بزنس کے علاوہ بھی کچھ سوچ لیں، یہ ناہو آپکی محبوبہ کو کوئی اور لے اڑے۔" اسنے طنزاً کہا۔

"آبی کیا مطلب ہے اس بات کا" فاران نے ناگواری سے اپنے خدشے کو جھٹک کر کہا۔

مطلب صاف ہے بھائی فاریہ کو دیکھنے آرہے ہیں آج، لڑکا اسکی یونی میں ہی پڑھتا تھا اور ماموں کے دوست کا بیٹا ہے۔ اسنے جلدی جلدی تفصیل سے بتایا تھا۔

کیا! کیا.... کہہ رہی ہو تم آبی میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں، میں تم سے بعد میں با.....

اسنے جنجھلا کر اپنی بات مکمل کرنی چاہی لیکن آبیہ اسکی بات کاٹ کر بولی۔

"بھائی میں مذاق نہیں کر رہی ہوں گھر میں سب لوگ.... اچھا آپ امی کو کال کر کے پوچھ لیں... اوکے اللہ حافظ"۔

اسنے کہا اور فون بند کر کے دل ہی دل میں فاریہ اور فاران کے حق میں دعا کرتی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"آج وہ شرارتی سی آبی سے یکسر مختلف سمجھدار اور سنجیدہ سی "آبیہ سلطان" لگ رہی تھی"۔

شانزہ دوپٹہ کہاں ہے تمہارا... سب خواتین لونگ روم میں بیٹھی باتوں میں مصروف تھیں مہمان کسی بھی پل آنے والے تھے۔

شانزہ سیڑھیاں اترتی صوفے پر آکر بیٹھی تو نور جہاں صاحبہ نے اسکا جائزہ لیا۔

وہ سفید گھٹنوں سے بالشت بھر اوپر آتی قمیض اور کھلے ٹراؤزر میں ملبوس دوپٹے سے نثار دوپٹے لپیٹے بیٹھی تھی۔

"اری! شانزہ دوپٹہ کہاں ہے تمہارا ان کپڑوں کے ساتھ کا)....." نور جہاں صاحبہ شانزہ کو شانزہ کہا کرتی تھیں (انہوں نے اسکا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"نانوا سکے ساتھ کوئی دوپٹہ نہیں ہے"۔ اسنے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"ہیں اگر دوپٹہ نہیں تھا تو یہ سوٹ کیوں لیا اور اگر لینا تھا تو ساتھ کوئی اور دوپٹہ اوڑھ لیتی، لڑکیاں یوں دوپٹے سے نثار وجود لیے پھرتی اچھی نہیں لگتیں" وہ سانس لینے کو رکیں پھر بولیں۔

"اور اپنی فاریہ اور آبیہ کو دیکھ لو دوپٹہ لیتی ہیں اور کتنی اچھی لگتی ہیں، آبی تو چلو گھر میں نہیں لیتی سر پر لیکن گھر سے باہر اڑھتی ہے۔" انہوں نے فخر سے کہا۔ اور اگر آبی نانو کو یوں اپنی تعریف کرتے دیکھ لیتی تو یقیناً بے ہوش و ہوش تو ہو ہی جاتی)

"میں کوشش کروں گئی نانو۔" وہ منمنائی۔

تب ہی باہر گاڑی کے ہارن کی آواز گونجی۔

"لگتا ہے مہمان آگئے ہیں۔" حاجرہ بیگم نے کہا تو سب لوگ اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

رجب صاحب اور انکی بیگم کافی ڈیسنٹ اور خوش مزاج تھے۔

سلام و دعا اور حال چال کے بعد انکو ڈرائیونگ روم میں بٹھایا گیا۔

خواتین اور مرد حضرات چائے اور سٹیکس کے ساتھ رجب صاحب اور انکی بیگم کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہے

تھے، دونوں میاں بیوی کو سفر کرنا بہت پسند تھا وہ سفر کے دوران ہونے والے مزاحیہ واقعات سن رہے تھے۔

وقت کافی ہو رہا ہے فاریہ کو تو بلائیے میں ایک دفعہ بچی سے مل لوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

حاجرہ بیگم "جی اچھا" کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ ڈرائیونگ روم سے باہر آئیں تو شانزے اور احرام دائیں طرف سیڑھیوں کے قریب کھڑے باتوں میں مصروف تھے

احرام کے بازو پر جیکٹ جھول رہی تھی شاید وہ ابھی گھر لوٹا تھا۔

"شانزے بیٹا!" انہوں نے آہستگی سے اسے پکارا۔

"جی ممانی" اسنے مسکرا کر کہا۔

بیٹا جاؤ اوپر فاریہ اور آبیہ سے کہو نیچے آجائیں۔ انہوں نے کہا۔

"اوکے میں جاتی ہوں"۔ اسنے کہہ کر ایک نظر احرام کو دیکھا اور سیڑھیاں چڑھ گئی۔

احرام نے حاجرہ بیگم کی طرف دیکھا تو وہ اداسی سے آنکھوں کی نمی صاف کر رہی تھیں۔

آئی آپ کیوں اداس ہو رہی ہیں آپ دعا کریں انشاء اللہ سب اچھا ہو گا۔ اسنے ہلکی مسکراہٹ سے انہیں تسلی دی۔

"ہم شکریہ بیٹے" انہوں نے مسکرا کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

اسنے ہلکی مسکراہٹ سے فاریہ کو دیکھا تو جو ابادہ مسکرا بھی ناسکی۔ اسکے برعکس آبیہ بھرپور مسکراہٹ سے اسے ہی دیکھے

جاری تھی۔ اسنے ہونٹ پھینکتے ہوئے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

نیچے سیڑھیوں کے قریب ہی حاجرہ بیگم کھڑی تھیں۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر فاریہ کو دیکھا۔

وہ سیاہ لمبی قمیض اور کیپری میں شاکنگ پنک خوبصورت سادو پیٹہ سر پر نفاست سے اوڑھے ہوئے تھی اور انہیں ہی

شکوہ کنناہ نظروں سے دیکھ رہی تھی) کہ ابھی تو میرا زلٹ بھی نہیں آیا اور محبت کا غم الگ سے ستا رہا تھا، (انہوں نے

نگاہیں چراتے ہوئے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

وہ سلام کرتی ہوئی ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی اور بنا کسی کو دیکھے حاجرہ بیگم کے ساتھ صوفے پر ٹک گئی۔

یہاں میرے پاس آؤ فاریہ بیٹا مسز رجب نے مسکرا کر کہا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی ان تک آئی اور انکے پاس بیٹھ گئی۔

"کیا کرتی ہے آج کل ہماری بیٹی؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے پوچھا۔

"فری ہوتی ہوں چند دن میں رزلٹ آنے والا ہے" اسنے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ.... اللہ کامیاب کرے دونوں مہمان میاں بیوی نے بیک وقت کہا۔

اب آپ لوگوں کی باری ہے ہماری طرف آنے کی۔ مسز رجب نے خوش دلی سے کہا۔

جی.... جی ضرور حاجرہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس دوران فاریہ ڈرامینگ روم سے باہر نکل چکی تھی۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھانے کے بعد مہمانوں نے رخصت چاہی تھی۔

ماشاء اللہ ہمیں فاریہ بہت پسند ہے آپ بھی جلد ہی چکر لگائیے گا۔ انہوں نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

بیٹے ہم ایک دو دن میں آپ کو بتا دیں گے۔ نور جہاں صاحبہ نے مسکرا کر کہا۔

شام کے سائے اپنے پر پھیلا چکے تھے فضا میں خنکی بہت بڑھ چکی تھی۔

آبیہ درمیانی دروازہ عبور کر کے اندر کی جانب بڑھ رہی تھی اسکا ارادہ آج فاریہ کے پاس سونے کا تھا جتنا آج وہ صبح سے روچکی تھی اسکی حالت سوچ کے اسکا اپنا دل بہت اداس ہو رہا تھا۔

احرام لان میں فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ آبیہ کی نظر اس طرف گئی تو وہ چلتی ہوئی اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی اور اسکے فون بند ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

قدموں کی آہٹ محسوس کر کے احرام نے بائیں طرف گردن موڑی تو آبیہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ احرام نے ایک ناگوار نظر اس پر ڈالی اور فون پر چند باتیں کرنے کے بعد اسکی طرف گھوما۔

"جی... " سخت الفاظ میں کہا گیا۔

"وہ آج سنڈے ہے نا تو آج پڑھنے سے بھی چھٹی ہوگی"۔ اسکے یوں سختی سے کہنے پر آبیہ نے برا سامنہ بنایا اور پھر بولی۔

BEING THE STRING OF YOUR

"نہیں... نہیں ہے چھٹی اپنی بکس لے کر آئیں فوراً"۔ اسنے سخت لہجے میں کہا۔

"اسے پتا نہیں کیوں اسے دیکھ کر غصہ آجاتا تھا۔ اوپر سے اسکی بچکانہ حرکتیں میسر نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی اس میں")

آپ نے ہی "انسٹیٹوٹ" کہا تھا اور ہر انسٹیٹوٹ میں سنڈے کو چھ.....۔

"میں ٹیچر ہوں یا آپ بتائیے مجھے... " اسنے غصے سے اسکی بات کاٹی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ "ظاہر ہے آپ ہیں"۔ اسنے ناک بھینچتے ہوئے کہا۔

"تو پھر وہی ہو گا جو میں کہوں گا آپ کی مرضی نہیں چلے گئی سمجھیں آپ "اسنے رعب سے کہا۔

"ہاں پہلے بھی کون سا میری مرضی چلی ہے آپ کی مرضی ہے جب چاہا بے عزتی کر دی ہر ایک سے اچھے سے بات کرتے ہیں آپ سوائے میرے... آپ مجھے آج بتا ہی دیں کہ میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کون سا حق مارا ہے میں نے آپ کا کون سی زمین ہتھیائی ہے میں نے جو آپ ہر وقت میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں ہر وقت مجھ سے غصے سے بات کرتے ہیں بلا وجہ غصے سے گھورتے رہتے ہیں ایسا کیا کروں میں کہ آپ کو اچھی لگنے لگوں... کیا کروں ایسا بتائیں مجھے..." آنسوؤں اسکی آنکھوں سے متواتر بہہ جا رہے تھے وہ سانس لینے کو رکھی، وہ تو آج جیسے پھٹ ہی پڑی تھی سنہری نتھلی کی چمک بھی اسے یوں دل سکتہ دیکھ کر یک دم ماند پڑ گئی تھی۔

"احرام حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ سرخ اور آنسوؤں سے تر تھا۔"

"ہر وقت اسی کوشش میں لگی رہتی ہوں کہ آپ کو میری کوئی بات اچھی لگ جائے آپ نے میری انا میری عزت نفس کو کہیں کا نہیں چھوڑا میں جو پہلے خود کو جانے کیا سمجھتی تھی جب سے آپ آئے ہیں ہر وقت آپ کو ایمپریس کرنے کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں... کہاں جاؤں میں بتائیں مجھے کیا کروں پاگل ہو گئی ہوں میں آپ کی وجہ سے کاش میں مر ہی جاؤں آپ کی بھی جان چھوٹے گئی مجھ سے اچھی نہیں لگتی ہوں نا میں آپ کو کاش... کاش.. ایسا ہو جائے وہ روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بولی تھی اور پھر وہاں سے بھاگتی چلی گی۔"

"اور وہ وہاں دنگ کھڑا رہ گیا تھا جس بات کا ڈر تھا وہ ہو چکی تھی۔ اسکی اتنی سختی اور پابندیوں کے باوجود بھی ایک چھوٹی سی لڑکی اسکی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی ہاں وہ جان گیا تھا۔ اور یہ احرام خان کی بھول تھی کہ یہ صرف محبت ہے"

★★★★★☆☆

دل کی تمنا ہے تو

از قلم : سعدیہ عثمان

Episode :2



اسلام علیکم ریڈرز!

میرا نام سعدیہ عثمان ہے اور میں سیالکوٹ سے ہوں۔

یہ میرا پہلا ناول ہے امید ہے آپ سب کو اچھا لگے گا۔ یہ ایک لوسٹوری ہے اور دو گھروں کی رشتوں کو لے کر چلنے کی خوبصورت کہانی ہے۔

مجھے امید ہے آپ سب کو یہ بہت اچھا لگے گا۔ اپنی رائے ضرور دیجئے گا۔ آپ میرے انسٹاگرام اکاؤنٹ @usmsad کے ذریعے مجھ سے لنک میں رہ سکتے ہیں۔ آپ سب کی رائے بہت اہمیت کی حامل ہو گئی۔

آپ جس پیچ سے یہ ناول پڑھ رہے ہیں اسکے کمینٹ باکس میں جا کر بھی اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔

خوش رہیں آباد رہیں۔

دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ نگہبان!

رات کے تقریباً نو بجے کا وقت تھا۔

سلطان صاحب کے کمرے میں اس وقت زرین بیگم، سلطان صاحب اور پریشان سفاران موجود تھا۔

"کتنی دفعہ میں نے تم سے شادی کی بات کی تھی، تم نے ایک بار بھی مجھ سے اس بارے میں ذکر نہیں کیا کہ تم فاریہ کو پسند کرتے ہو۔" زرین بیگم نے ناراضگی سے کہا۔

"امی میں تو فاریہ کے رزلٹ کے انتظار میں تھا آپ جانتی تو ہیں کہ وہ آگے پڑھنا چاہتی ہے اور پھر مجھے کیا معلوم تھا کہ اتنی جلدی اسکی شادی کی بات بھی ہونے لگے گی میں بس صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا۔" اسنے بے بسی سے تفصیلاً انہیں ساری بات بتائی۔

"بیٹیاں کب بڑی ہو جاتی ہیں پتا ہی نہیں چلتا ہر ماں باپ کو اپنی بیٹی کے مستقبل کی فکر ہوتی ہے، جب بیٹیاں جوان ہو جاتی ہیں تو والدین کی فکریں بڑھ جاتی ہیں اور یہ خیال انہیں سونے نہیں دیتا کہ انکا مستقبل کیسا ہوگا" سلطان صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"اللہ تعالیٰ ہر بیٹی کے نصیب اچھے کرے آمین"۔!۔ زرین بیگم نے کہا۔

فاران انہیں بتا چکا تھا کہ آبی شروع سے اسکی فاریہ کے لیے پسندیدگی جانتی تھی۔ اس پر بھی انکے حیرانی اور ناراضگی کے ملے جلے تاثرات تھے کہ اسنے بھی ماں باپ کو بھنک تک نہیں لگنے دی۔

"ویسے آبی ہے کہاں اس وقت جب سے میں آیا ہوں مجھے ملی ہی نہیں"۔ فاران نے فکر مندی سے کہا۔

آج وہ کھانا کھائے بغیر سو گئی ہے میں گئی تھی اسے کھانے پر بلانے وہ سو گئی تھی تو اٹھایا نہیں۔ زرین بیگم نے بتایا۔

اسنے سمجھتے ہوئے سر ہلایا پھر بولا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امی اب جائیں نا آپ بات کریں نا نو اور ماموں لوگوں سے"۔ فاران نے بے چینی سے کہا۔

سلطان صاحب نے بھی تائید میں سر ہلایا آخر وہ اپنے اتنے فرمانبردار بیٹے کی یہ چھوٹی سی خواہش تو پوری کر ہی سکتے تھے۔

"اس وقت یہ بات کروں"؟۔ زرین بیگم نے شوہر اور بیٹے دونوں کو حیرانی سے دیکھا۔

"ہاں تو کوئی پرایا گھر نہیں ہے جو اس وقت ہم وہاں جانے سے کترارہے ہیں"۔ سلطان صاحب نے سنجیدگی سے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ بات نہیں ہے میں تو بس کہہ رہی تھی کہ یہ بات ہم صبح بھی کر سکتے ہیں۔" زرین بیگم نے کہا اور انکی تائید میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ دونوں کمرے سے نکل گئے تو پیچھے فاران سب اچھا ہونے کی دعا کرنے لگا۔

نور جہاں صاحبہ کے کمرے میں اسوقت سب بڑے موجود تھے۔

تبھی دروازے پہ دستک دے کر سلطان صاحب اور زرین اندر داخل ہوئیں۔

"ارے آؤ بچو! بیٹھو بہت اچھا کیا تم لوگوں نے آکر میں ویسے بھی تم سب سے بات کرنا چاہ رہی تھی" انہوں نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

تو سلطان صاحب بیڈ کے سامنے موجود ولید صاحب کے ساتھ صوفے پر براجمان ہو گئے اور زرین اماں کے قریب بیڈ پہ بیٹھ چکیں تھیں جہاں پہلے سے موجود حاجرہ بیگم نور جہاں صاحبہ کی ٹانگیں دبا رہیں تھیں۔

ایک طرف رکھیں دو کرسیوں میں سے ایک پر وجاہت صاحب بیٹھے تھے۔ سین اور شانزے شام میں ہی اپنے گھر جا چکیں تھیں۔

آج فاریہ کے لیے رشتہ آیا تھا جو کہ عام سی بات ہے جس گھر میں جوان بیٹیاں ہوں وہاں رشتے تو آتے ہی ہیں لیکن اگر اس گھر میں اسکے جوڑ کا اچھا، سمجھدار اور پڑھا لکھا لڑکا موجود ہو تو اس گھر کے مکینوں کو پہلے وہاں توجہ دینی چاہیے۔ انہوں نے بات کا آغاز کیا۔

جی اماں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ سلطان صاحب نے کہا اور سب تائید اُس رہا۔

"فاریہ کے جوڑ کے دولڑکے گھر میں موجود ہیں ایک احرام اور دوسرا فاران، احرام تو ابھی ابھی وطن لوٹا ہے میں نہیں چاہتی کہ آتے ہی اس بچے پر اپنے فیصلے تھوپوں سب جانتے ہیں اس بچے کی زندگی میں جو جو ہوا اور میں اسے بہت خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔ اور رہی بات فاران کی وہ فاریہ کے لیے بہت اچھا جوڑ ہے ماشاء اللہ آگئے نصیب کی بات ہے جو لکھا ہے ہو کر رہے گا، اب تم لوگ بتاؤ سلطان زرین کیا کہتے ہو اس بارے میں" انہوں نے ان سے سوال کیا تو دونوں میاں بیوی بے اختیار مسکرا دیے۔

"اماں جان آپ نے ہمارے دل کی بات کہہ دی ہے اصل میں ہم اسی بارے میں بات کرنے آئے تھے کہ ہم فاران کا رشتہ اپنی فاریہ کے لیے بہت اُمید سے لے کر آئے ہیں جس میں فاران کی مرضی شامل ہے"۔ انہوں نے خوشگواریت سے کہا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے اگر بچوں اور بڑوں کی مرضی کسی رشتے میں شامل ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے زندگی تو انہوں نے ہی گزارنی ہے۔ نور جہاں صاحبہ نے سنجیدگی سے کہا اور حاجرہ اور ولید کو دیکھا۔

بھابھی آپ بتائیے آپ راضی ہیں نا اس رشتے کے لیے زرین نے محبت سے انکا ہاتھ تھامتے کہا۔

فاریہ کے لیے ہمارے فاران سے بہتر کون ہو سکتا ہے بھلا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شوہر کو دیکھا جو محبت سے مسکرا رہے تھے، خوشی دونوں میاں کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے اب اس رشتے کو کوئی نام بھی دے دینا چاہیے۔ وجاہت صاحب نے کہا۔

بھائی صاحب ہم منگنی کی رسم کرنا چاہتے ہیں اگر آپ کی اجازت ہو تو۔ زرین صاحبہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
"ہاں ہاں کیوں نہیں"۔ ولید صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"میں چاہتی ہوں منگنی ناکی جائے بلکہ فلحال نکاح کیا جائے اور جب بچے چاہیں رخصتی ہو جائے گئی چند مہینے یا سال ڈیڑھ تک ویسے بھی منگنی کوئی شرعی رشتہ نہیں ہے"۔ انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں شاہ زیب کے نکاح کے اگلے دن نکاح رکھ لیتے ہیں کیا کہتے ہیں آپ لوگ۔" سلطان صاحب نے سب کے چہرے دیکھتے ہوئے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا"۔ ولید صاحب نے کہا۔

"ولید تم اپنے طریقے سے منع کر دینا اپنے دوست کو" نور جہاں صاحبہ نے سنجیدگی سے کہا۔ تو وہ سمجھتے ہوئے سر ہلا گئے۔

"بھابی ابھی آپ فاریہ سے نکاح کا ذکر نہیں کیجیے گا دو چار دن میں اسکا رزلٹ آنے والا ہے اسکے بعد

آپ بتا دیجیے گا مرد حضرات آپس میں باتوں میں مصروف ہو گئے تو زرین بیگم نے مسکرا کر

کہا حاجرہ نے سمجھتے ہوئے اس بات میں سر ہلا دیا۔

فاران کو جب سے نکاح کا معلوم ہوا تھا اسکا دل خوشی سے اڑنے کو چاہ رہا تھا
مسکراہٹ اسکے چہرے سے اک پل کو جدا نہیں ہو رہی تھی۔

برخوردار اب کام کی طرف بھی توجہ دے دینا اتنی ساری میٹنگز کینسل کر آئے ہو۔ سلطان صاحب نے اسے
میٹھی سی ڈانٹ دی۔

ایم سوری بابا اس وقت مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا تو میں فوراً ... اسنے اپنی صفائی دینی چاہی۔

اچھا.. اچھا چھوڑو اس بات کو اب میری بات غور سے سنو، شادی کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے بہت بڑی ذمہ داری ہے
یہ، جس ذمہ داری کو ساری زندگی اٹھانا ہوتا ہے ایک عورت اپنا گھر اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی سب کو چھوڑ کر
اپنے شوہر کے گھر آتی ہے چاہے شادی گھر والوں کی مرضی سے ہو یا آپ کی اپنی، شوہر کا فرض ہے اپنی بیوی کی
حفاظت کرنا اسکے کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خیال رکھنا غرض وہ اپنے باپ کے گھر سے زیادہ خوش و حرم زندگی گزارے
تو سمجھ جاؤ کہ تم کامیاب ہو۔

تم جلد ایک رشتے میں بندھنے والے ہو تمہیں اس رشتے کے تقدس کا علم ہونا چاہیے چاہے رخصتی جب بھی ہو۔ سمجھ
گئے ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا۔

"جی بابا میں یاد رکھوں گا۔ انشاء اللہ۔" اسنے خوبصورت مسکراہٹ سے کہا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو فاریہ عشاء کی نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھی۔ انہوں نے محبت سے اسکی پشت کو دیکھا اور چلتی ہوئیں بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھی اور جائے نماز تہہ کر کے ٹیبل پر رکھی پھر انکی طرف مڑی وہ قدموں کی آہٹ سن چکی تھی، اور بلاوجہ ہی چیزیں درست کرنے لگی۔

حلق میں آنسوؤں کا گولاسا اٹک گیا تھا۔

"یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو" حاجرہ بیگم نے اسکو دیکھتے ہوئے محبت سے کہا۔

ماں باپ جب یوں محبت سے پکارتے ہیں تو دل خود بخود نخرے دیکھانے کو کرتا ہے۔

"کوئی کام تھا آپ کو" اسنے آواز کو حد درجہ نارمل بنا کر کہا۔

"میں کیا بس کام کے لیے ہی تمہارے کمرے میں آتی ہوں" انہوں نے خفگی سے کہا۔

آج کل تو یہی ہو رہا ہے ویسے بھی میں اتنی بوجھ بن گئی ہوں کہ جلد از جلد مجھے یہاں سے بھیجنا چاہتے ہیں آپ لوگ ، میرے رزلٹ تک کا انتظار نہیں کر سکے جانتے تھے کہ میں آگئے پڑھنا چاہتی ہوں۔ اسنے بے رحمی سے آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔

"کون ماں باپ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو خود سے دور بھیجنا چاہتے ہیں اور خدا نے تو بیٹیوں کو رحمت بنا کر بھیجا ہے کون چاہے گا کہ اسکے گھر سے رحمت دور چلی جائے یہ تو قدرت کا اک نظام ہے جس میں ہم سب کی ہی بھلائی ہے ، یہاں میرے پاس آؤ"۔ انہوں نے اسکا بازو تھام کر اسے پاس بیٹھایا اور اسکے بال سنوارے۔

"تو پھر میری سٹڈیز تو کمپلیٹ ہونے دیتے" اک فاران سے دور ہونے کا غم اور پڑھائی کا الگ سے غم وہ آنسوں بہاتی چلی گئی۔

"کس نے کہا کہ تم پڑھائی پوری نہیں کر سکتی اور تمہارے بابا نے اس فیملی کو انکار کر دیا ہے لیکن اسکے بعد جو فیصلہ ہوگا اسے تمہیں ماننا ہوگا سمجھ گئی اب رونا بند کرو حالت دیکھو کیا بنا رکھی ہے۔"

"امی... آپ سچ کہہ رہی ہیں مجھے یقین نہیں آرہا" اسنے انسے لپٹتے ہوئے حیرانگی اور خوشی سے کہا۔

"ہٹو... پہلے کیا کیا ہو اس کر رہی تھی اب تمہیں میں یاد آگئی ہوں۔ انہوں نے مصنوعی ناراضگی سے کہا لیکن وہ انسے لپٹے مسکراتی رہی۔"



"محبت نام ہے میرا"

"اگر چاہو گئے تم مجھ کو"

تمہاری سانس سے پہلے

تمہاری جان بن جاؤں

"اگر دیکھو گئے تم مجھ کو"

تمہاری آنکھ سے پہلے

تمہارے خواب بن جاؤں

"اگر سوچو گئے تم مجھ کو"



تمہارے پاؤں سے پہلے

تمہاری راہ بن جاؤں

"محبت نام ہے میرا"

از قلم: بنا معلو مساری رات وہ روتی رہی تھی۔

اور اگلے دو دن تک بخار میں تپتی رہی تھی دونوں گھروں کے سب افراد باری باری اس کی عیادت کے لیے آتے رہے تھے۔ اور جس کا انتظار تھا وہ سنگ دل آیا ہی نہیں تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ کالج بھی نہیں جاسکی تھی۔

آج اسکی طبیعت کافی بہتر تھی دو دنوں میں ہی اسکا رنگ گلابی سے زرد پڑ گیا تھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس بیڈ پر نیم دراز وہ کافی مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔

اسکی سب دوستیں اس سے ملنے آئیں تھیں۔

اسکی عیادت تو صرف بہانا تھی اصل میں تو وہ لوگ احرام کو دیکھنے آئیں تھیں۔ انہیں تو اچھا موقع مل گیا اسے براہ راست دیکھنے کا۔

"یار آبی اپنے ان کزن کا دیدار تو کروادو جب سے انہیں دیکھا ہے بار بار دیکھنے کو جی چاہ رہا ہے۔" زرش نے بے چارگی سے کہا۔

باقی تینوں نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلاتھا۔

"شرم آتی چاہیے ویسے مجھ سے ملنے آئی ہو تم لوگ یا ان سے" اسکے ذکر پر دل زور سے دھڑکا تھا وہ دل کو ڈپٹی ان چاروں سے بولی تھی۔

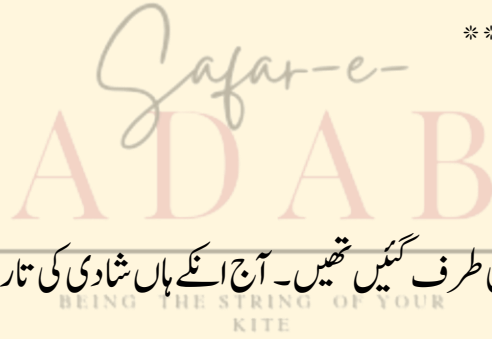
اس میں شرم والی کون سی بات ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے کزن کی اتنی چاہنے والیاں ہیں جو دور دور سے انہیں دیکھنے آرہی ہیں۔ ہادیہ نے شرارت سے کہا تو باقی سب کے قبضے بھی بلند ہوئے تھے۔

اندر آتی فاریہ نے حیرت سے ان آفتوں کو دیکھا تھا جو جب سے آئیں تھیں جناتی قبضے لگا رہیں۔

"کیوں وہ کوئی دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہیں جو دیکھنے آرہے ہیں لوگ دور دور سے" آبیہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

توبہ.. توبہ اتنے ڈیلشنگ بندے کو عجوبہ بولتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔ مریم کو تو اسکا عجوبہ کہنا کچھ زیادہ ہی برا لگ گیا تھا۔

"کیا ہو گیا بھی کیوں لڑ رہی ہو تم لوگ" فاریہ نے کہا اور ٹیبل پر انکے لیے کھانے کے برتن لگانے لگی۔
تبھی روم کے ڈور پہ دستک ہوئی اور دروازے پر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر جہاں بقول فاریہ کے چاروں آفتوں کے منہ کھلے تھے وہیں آبیہ اور فاریہ نے بھی حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔



گھر کی سبھی خواتین آج سبین صاحبہ کی طرف گئیں تھیں۔ آج انکے ہاں شادی کی تاریخ فائنل ہوئی تھی۔ شاہ زیب بھی آچکا تھا۔

ہفتے کو شاہ زیب کی مہندی کی رسم رکھی گئی تھی اور اتوار کو نکاح اور یہیں فاران، فاریہ کے نکاح کا دن بھی رکھا جا چکا تھا پیر کے دن ان دونوں کا بھی نکاح تھا۔

زیبائش کی خالہ ہی سب کاموں میں پیش پیش تھیں۔

اب سب لوگ بھاگ بھاگ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو چکے تھے۔

گھر آکر سب خواتین نکاح کی تیاری کے لیے اپنے اپنے مشوروں سے نواز رہیں تھیں۔

***** وہ سبھی حیرت سے آنے والے کو گھور رہیں تھیں۔

آبیہ کے چہرے پر جیسے بہار آگئی تھی۔ دودن پہلے والی گفتگو کا شائبہ تک چہرے پر نظر نہیں آتا تھا خود سے کیے گئے اس سنگ دل سے دور رہنے اور اسے نادیکھنے کے وعدے دھڑے کے دھڑے رہ گئے تھے۔

ایک سحر ساطاری ہو گیا تھا منظر میں، وہ اپنے چھ فٹ دوانچ سے نکلتے ہوئے قد کے ساتھ کھڑا گہری سری آ نکھوں سے کمرے کا سری سا جائزہ لے رہا تھا وہ چاروں آبیہ کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھی ہوئیں تھیں کمرے کی حالت دیکھ کر لگ رہا تھا کہ اس کا نقشہ بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی کسٹرنیچے فرش کی زینت بنے ہوئے تھے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہو چیزوں کی نیچے گرنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ مریضہ بیچاری کو بمشکل بیڈ پر جگہ ملی تھی۔ اسنے گہرا سانس کھینچا آخر دوستیں کس کی تھیں۔

’سوری فار ڈسٹرینگ‘ کیا مجھے دو منٹس مل سکتے۔ ’اسنے فاریہ کو دیکھتے کہا۔

’آپ کے لیے تو جان بھی دے دیں گئے کجا کے دو منٹ‘ ہادیہ بڑبڑائی تو لاریب نے اسے کہنی ماری بکو اس بند کر۔

’جی.. جی بھائی آئیے آپ چلو گرلز تب تک میں آپ لوگوں کو گھر دکھا کے لاتی ہوں۔‘ فاریہ نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔

’وہ تو ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں‘ لاریب نے ڈھیٹائی سے کہا۔

"ایک دو جگہ نہیں دیکھی آپ لوگوں نے چلو وہ دیکھ لیتے ہیں آجاؤ" فاریہ نے دانت پیستے کہا اور آبیہ کا جی چاہ رہا تھا ان ڈھیٹوں کی ٹکریں لگوا دے کیسے گھور رہیں تھیں احرام کو ہونہہ۔

وہ وہیں جھیل کنارے اپنی سترنگی لمبی فراک سمیت اداس بیٹھی تھی۔

سیاہ آنکھوں میں ویرانی اور اداسی دور سے بھی دیکھی جاسکتی تھی۔

یک دم ہی اس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو دور کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اسکی سیاہ خوبصورت آنکھیں اچانک ہی آنسوؤں سے گیلی ہوئیں تھیں اور آنسو بے اختیار بہتے چلے گئے۔

پچھلے دو دن سے اسے خواب میں اسکی اداس اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں ہی دکھتی رہیں تھیں تبھی وہ اسکی عیادت کے لیے آگیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

فاریہ تقریباً انہیں گھسیٹتے ہوئے لے کر گئی تھی وہاں سے انکے جانے کے بعد احرام بیڈ کے دائیں طرف رکھے صوفے پر براجمان ہو گیا تھا۔ یہاں سے وہ آبیہ کے چہرے کا دانیال رخ دیکھ سکتا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی"۔ اس نے آبیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جسکا چہرہ دو دنوں میں ہی زرد پڑ گیا تھا۔

"الحمد للہ میں ٹھیک ہوں بالکل، آپ یہاں کیسے"۔ اس نے لہجے کو روکھا بنا کر کہا۔ البتہ دل اسکی اس کرم نوازی پر پھولے نہیں سمارہا تھا۔

"ہوں.... ہاں وہ میں کسی کام سے یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا آپ کی طبیعت پوچھ لوں"۔ اسنے سرسری انداز اپناتے جو منہ میں آیا بول دیا۔

"ایسا کونسا خفیہ راستہ ہے جو میرے کمرے سے ہو کر جاتا ہے، جہاں سے آپ کام پر جا رہے تھے مجھے بھی بتائیے گا پلیز"۔ اسنے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ طنز اُکھا تھا۔

اسکی اس بات سے احرام خان لاجواب ہو چکا تھا، اسکے ہونٹوں کے پٹھوں میں ہلکا سا کھیچاؤ ہوا اور پھر وہ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھل گئے تھے جسے اسنے فوراً چھپا لیا تھا اور آبیہ اسکی مسکراہٹ دیکھ چکی تھی وہ خوشگوار انداز میں مسکرا دی تھی اسکی پچھلی ساری بے رخیوں کے غم بھول چکی تھی۔

اسکی مسکراہٹ وہ دیکھ چکی تھی اپنی چوری پکڑے جانے پر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے اب میں چلتا ہوں آپ کے انگیزیمز سر پر ہیں یہ بیماری و بیماری چھوڑ کہ اب اپنی سٹڈیز پر فوکس کریں"۔ اسنے سنجیدگی سے کہا اور باہر نکل گیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ باہر نکلا تو وہ چاروں آفتیں جو دروازے کے ساتھ کان لگائے کھڑیں تھیں اور فاریہ کے قابو نہیں آرہیں تھیں ایک ساتھ پیچھے ہوئیں تھیں اور نتیجتاً ایک دوسرے سے ٹکرائیں تھیں اور پھر کراہ رہیں تھیں احرام نے ایک بے زار نظر ان پہ ڈالی اور نفی میں سر ہلاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سیڑھیوں تک کا فاصلہ ختم ہونے سے پہلے وہ ایک فیصلہ کر چکا تھا اور جلد از اپنے اس فیصلے سے وہ بابا کو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

آبیہ کے چہرے پہ اسکے جانے سے جو اداسی آئی تھی یہ سوچ کر ہی کے وہ اس کے لیے آیا تھا اسکی خیریت معلوم کرنے چہرہ پھر سے کھل اٹھا تھا۔

وہ ساری تیزی سے کمرے میں داخل ہوئیں تھیں اور سوال شروع ہو چکے تھے۔ کیا کہہ رہا تھا؟ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئے تھے؟ سچ میں تمہارا کزن ہی ہے نا؟ حیرت بھرے سوالات، اسنے اکتاہٹ سے انکو گھورا تھا۔

جمعرات کا دن تھا۔ گھر کی بڑی خواتین شاپنگ پر گئیں ہوئیں تھیں۔ گھڑیاں چار بجا رہا تھا۔ آج فاریہ کارزلٹ آیا تھا اور بہت اچھا آیا تھا جسے آبیہ نے سٹیٹس پہ ڈال دیا تھا ہر طرف سے مبارک بھرے مسجز آرہے تھے۔ وہ بہت خوش تھی فاران نے بھی مبارک باد کا میسج کیا تھا اور تحفہ ادھار رہا کا میسج بھی۔ وہ بار بار اسکا میسج پڑھتی رہی تھی۔

"بہت مبارک ہو فاری میرا گفٹ کہاں ہے۔" صارم اسکے سر پر کھڑا سوال کر رہا تھا۔

"گفٹ تمہیں دینا چاہیے مجھے سمجھ آیا ہو نہ۔" فاریہ نے خفگی سے کہا۔

"تمہیں پتا ہے فاریہ میں نے انسٹاگرام پہ ایک ریل دیکھی آج اور ادھر پتا کیا لکھا تھا آبیہ نے لہجے کو سنسنی خیز بنایا تھا۔

"کیا؟" فاریہ اور صارم نے بیک وقت کہا۔

"وہاں ایک گدھے کی تصویر تھی اور ساتھ لکھا تھا آپ کو اس جانور کو دیکھ کر کس انسان کی یاد آتی ہے" یہ کہہ کر وہ اُٹھ بھی کھڑی ہوئی تھی۔

"تو؟" پھر سے وہ دونوں بولے تھے۔

"تو مجھے اس گدھے کو دیکھ کر سچ میں صارم بڑا ہی یاد آیا تھا۔ یہ کہہ کر وہ داخلی دروازے کی طرف بھاگی تھی۔ مینڈ کی... وہ چلاتا اسکے پیچھے آیا تھا۔

اور وہ سیڑھیوں سے تیزی سے اترنے لگی تھی کہ "سٹاپ... سٹاپ سلی گرل" احرام کی آواز گونجی۔ اور وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"سوری" اسنے آہستگی سے کہا۔

"اب تو ان احقرانہ حرکتوں کی عادت ہو رہی ہے، خیر فاریہ کہاں ہے۔" اسنے سنجیدگی سے کہا جیسے اسکے سوری کہنے سے اسے کوئی فرق نا پڑا ہو اور اسکے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

یعنی اسکا اسے احمق کہنا کافی برا لگا تھا۔

"اندر ہی ہے" اسنے منہ بناتے کہا اور احرام کے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگ کو دیکھا۔

وہ سر ہلاتا اندر کی طرف بڑھا تو صارم کا تہقا گونجا تھا ہا ہا ہا... احمق اور پاگل اچھے نام ہیں ویسے اسنے اسے زچ کیا بھی صارم کا خوش ہونا بنتا تھا اسکا بدلہ احرام نے جو لے لیا تھا۔

"دفع رہو گدھے کہیں کے" وہ پاؤں پٹختی واپس اندر کی طرف بڑھی تھی اپنے پیچھے اسے صارم کے قہقہے باخوبی سنائی دے رہے تھے۔

وہ اندر آئی تو فاریہ نفیس سی پینک میں موجود باکس کی پینک کھول رہی تھی وہ بھی مارے تجسس کے وہیں آگئی تھی۔

سینگل صوفے پر ہلکی مسکراہٹ لیے احرام براجمان تھا اور سامنے والے صوفے پر فاریہ خوشی سے گفٹ کھول رہی تھی جو یقیناً احرام اسکے لیے لایا تھا۔

اسنے پینک ہٹا کر ایک چمکتے سلور رنگ کا ڈبہ باہر نکالا تھا جس پر کوئنگ بیجولیشنز لکھا جگمگا رہا تھا، اور اسے کھولا تو اندر خوبصورت سا چمکتے سلور رنگ کا پین دھرا تھا۔ اسنے خوشی سے اسے ہاتھ میں لیے تھا اور مسکراتے ہوئے احرام کو دیکھا۔

"کیا مجھے بھی گفٹ ملے گا اگر اچھے گریڈز لوں گئی تو؟" آبیہ نے آنکھوں میں چمک لیے کہا۔

اگر گریڈز اچھے ہوں تو سوچا جاسکتا ہے۔ اسنے سنجیدگی سے کہا۔ "میری باری پہ سوچا جائے گا۔" (آبیہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"تھینک یو سوچ بھائی مجھے یہ بہت اچھا لگا"۔ فاریہ نے خوشی سے مسکراتے کہا۔

"اچھا... اچھا اب مجھے ایک کپ کافی پلا دو میرے روم میں بھیج دینا۔" اسنے آگے بڑھ کہ اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور ہلکی مسکراہٹ سے کہہ کر آبیہ کو مکمل طور پر نظر انداز کیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"سچ میں احرام کسی کو گفٹ بھی دے سکتا ہے اوہ مائے گاڈ..." آبیہ نے اسکے جانے کے بعد حیرت سے کہا اور پین کو اپنے ہاتھ میں لیے دیکھنے لگی۔

"دے سکتے ہیں تبھی تو دیا ہے، اوہ میں کافی بنادوں احرام بھائی کو"۔ فاریہ نے مسکرا کر کہا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔
پچھے وہ پین ہاتھوں میں تھامے کسی اور ہی دنیا میں گم ہو گئی تھی۔

زرین بیگم اس وقت اپنے کمرے میں موجود شاپنگ بیگ کھولے سارا سامان دیکھ رہیں تھیں۔ انہوں نے آبی کو بلانے ملازمہ کو بھیجا تھا جو اپنے روم میں موجود آئی پوڈ پہ احرام کا انسٹاگرام اوپن کیے بیٹھی تھی اور محویت سے اسکی تصویریں دیکھ رہی تھی اور اب امی کے بلانے پر نیچے انکے کمرے میں داخل ہوئی۔

"امی اتنی ساری شاپنگ کس کی ہے؟ میں نے تو ابھی شاپنگ کرنی ہے۔" اسنے حیرانگی سے ماں کو دیکھ کر سوال کیا۔

"میری ہونے والی بہو کے لیے ہے یہ سب"۔ انہوں نے مسکرا کر محبت سے کہا۔

"ہیں کونسی بہو؟" اسنے حیرت اور نا سمجھی سے انسے پوچھا اور انکے قریب آ بیٹھی۔

"میری پیاری بیٹی میری فاریہ" انہوں نے محبت سے جواب دیا۔

"امی آپ کیا کہہ رہی ہیں شادی شاہ زیب بھائی کی ہے آپ کے بیٹے کی نہیں ان سے کہا بھی تھا اس دن میں نے بات کر لیں آکہ اور جاتے ہوئے مل کر بھی نہیں گئے مجھے میں ان سے بات نہیں کروں گی اب۔" وہ اپنی کہانیاں لے کر بیٹھ گئی تھی۔

"وہ آیا تھا تمہارے کمرے میں تم بخار میں تپ رہی تھی اپنی ہوش ہی نہیں تھی تمہیں"

انکی اس بات پر اس نے نگاہیں چرائیں تھیں۔

"اور شاہ زیب کی شادی کے ساتھ اب فاران اور فاریہ کا نکاح بھی ہے اس سو موہ کو" انہوں نے کہا۔

"کیا...! یہ کب ہوا اور آپ مجھے اب بتا رہی ہیں جب تین دن رہ گئے ہیں میرے بھائی کی شادی کو... اوہ میرے خدایا۔" وہ مارے خوشی و حیرت اور ساتھ نابتانے کے صدمے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"دو دن سے تمہاری طبیعت خراب تھی اس لیے نہیں بتایا تھا اور تم نے ماں باپ کو بتایا کہ بھائی پسند کرنا فاریہ کو"

انہوں نے خفگی سے کہا۔

"لیکن یہ سب ہو اکیسے امی" وہ خوشی سے انکے پاس آ بیٹھی۔

تو وہ ساری بات اسکے گوش گزار نے لگیں۔

***** فاریہ اس وقت دادی جان کے کمرے میں بیڈ پر انکے قریب بیٹھی تھی، حاجرہ بیگم اور ولید صاحب بھی موجود تھے۔

"ماشاء اللہ سے اماں ہماری فاریہ کارزلٹ بہت اچھا آیا ہے۔" ولید صاحب نے فخریہ کہا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

"تم لوگوں نے بچی کی مرضی جانی نکاح کے لیے "نور جہاں بیگم نے دونوں میاں بیوی کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو فاریہ نے نا سمجھی سے سب کو ایک نظر دیکھا شاید کسی اور کی بات ہو رہی تھی وہ چہرہ جھکا گئی۔

"اماں جان مجھے نہیں لگتا فاریہ کو اس سے کوئی اعتراض ہو گا کہ اسکا نکاح ہم فاران سے کر رہے ہیں۔"

حاجرہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے کہا تھا۔

تو وہ جو جھکے سر سے بیٹھی اپنے ناخن دیکھ رہی تھی اسے چونک کہ سر اٹھایا تھا۔ نہیں شاید اسنے غلط نام سنا تھا یا یہ سچ تھا اگر سچ تھا تو بہت خوبصورت تھا تو کیا... کیا دعائیں ایسے بھی قبول ہوتی ہیں اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، خدا اتنا مہربان ہے وہ تو غفور رحیم ہے بے شک، اسکے ذہن میں بے ربط جملے گونج رہے تھے، بے اختیار اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

فاریہ... فاریہ بیٹے جواب دو کیا سوچ رہی ہو۔ بابا کی آواز اسکی سماعتوں میں گونجی تھی۔

"جی.. جی بابا" اسنے آنکھیں رگڑتے کہا۔

"بیٹے اگر تم راضی نہیں ہو تو ہم منع کر دیتے ہیں" ولید صاحب نے اسکی آنکھیں دیکھتے کہا۔

"نن... نہیں بابا ایسی بات نہیں ہے مجھے آپ کے فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسنے کہا تو سب مسکرا دیے نور جہاں صاحبہ جو بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں انہوں نے اسکے بال چومے "ہمیشہ خوش رہو" وہ مسکرا کر بولیں۔

"اب میں جاؤں" اسکے فون پر میسج ٹون بجی تو وہ دھیمی آواز سے بولی۔

شکر تھا آبی کا میسج آگیا تھا ویسے بھی اس سے وہاں بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ خود بھی سب سے پہلے آبی کے پاس ہی جانے والی تھی لیکن اسکا میسج آگیا تھا۔

"ہاں ہاں جاؤ۔" دادی جان نے مسکرا کر اجازت دی۔

وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔

***** آبی نے ماما کے فون سے اسے میسج کیا تھا اسکے پاس پر سنل فون نہیں تھا۔ بابا کے وعدے کے مطابق وہ اسکی "بی ایس سی" کمپلیٹ ہونے پر فون گفٹ کریں گئے۔ وہ آئی پوڈ اور ٹیبلیٹ یوز کرتی تھی لیکن ابھی تک فون نہیں ۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ بھاگتی ہوتی باہر آئی تھی امی ارے.. ارے کرتی رہ گئیں تھیں لیکن وہ باہر بھاگی تھی اور بھاگتی ہوئی درمیانی دروازہ عبور کر آئی، سامنے سے اسکی طرف فاریہ چلی آرہی تھی۔

فاریہ وہ تیزی سے اس سے لپٹی تھی۔ اوہ میرے خدایا... مجھے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا، جس دن کے لیے ہم نے اتنی دعائیں کیں تھیں اتنا انتظار کیا تھا آخر کار وہ دن آنے والا ہے جلد اللہ... تیرا شکر ہے۔

وہ اس سے علیحدہ ہو کر بولے جا رہی تھی لیکن وہ آنسو بہا رہی تھی۔

"اے کیا ہوا ہے پاگل لڑکی کیوں رو رہی ہو؟" اسنے حیرت سے اسے دیکھتے کہا جو اور زیادہ رو رہی تھی۔

"مجھ...مجھے نہیں معلوم مجھے بہت رونا آرہا ہے۔" اسنے روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

"تم تو پاگل ہو گئی ہو میرا تودل کر رہا زور زور سے چیخیں ماروں اور لوگوں کو بتاؤں دیکھو لو گو میرے بھائی کی شادی ہے۔"

اور پھر اسنے ایسا ہی کیا پہلے تو زور زور سے چیخیں ماریں پھر گول گول لان میں گھومنے لگی۔

فاریہ نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

اب وہ پھر سے فاریہ کے ساتھ چمٹ گئی تھی۔

اپنے کمرے میں بیٹھے احرام نے چیخوں کی آواز سنی تو جلدی سے ٹیرس میں نکلا نیچے جھانکا تو سامنے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چمٹی ہوئیں تھیں۔

"واٹ ہیپنڈ گرلز، ازا یوری تھنگ اوکے" اسنے ذرا اونچی آواز میں کہا تو دونوں نے ایک دوسرے سے الگ ہو کر بیک وقت اوپر دیکھا تھا۔

"جی ہاں ایک گڈ نیوز ہے، میرے بھائی کا نکاح ہو رہا ہے اس منڈے کو" آبیہ نے ہونٹوں کے گرد ہاتھوں کا پیلا بنا کر ضرورت سے زیادہ چیختے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات لیکن اسمیں چیخنے والی کونسی بات ہے۔" اسنے ناگواری سے کہا اس دوران فاریہ وہاں سے بھاگی تھی اسے تو آبیہ نے شرمندہ ہی کر دیا تھا احرام بھائی کے سامنے۔

"چونکہ آپ ایک نہایت ہی بد ذوق اور کھڑوس انسان ہیں تو آپ اس خوشی کو محسوس نہیں کر سکتے۔" اسنے سابقہ انداز میں چلاتے کہا۔

احرام کا چہرہ مارے طیش کے پل میں سرخ ہوا تھا۔

"مینر زلیس" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"اوکے بائے" وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی اچھلتی کودتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"نان سینس" اسنے ناپسندیدگی سے اسے دیکھتے کہا اور وہیں کھڑا آسمان کو کھوجنے لگا۔

Safar-e-
ADAB

ہفتے کا دن تھا۔ آج شاہ زیب کی مہندی تھی۔ جڑواں گھروں کے سبھی افراد سبین کے گھر پر موجود تھے۔ جسے بہت ہی خوبصورتی سے سجایا گیا۔ مہندی کی رسم کا انتظام گھر کے لان میں ہی کیا گیا تھا۔ گھر مہمانوں سے کچھ کھج بھرا تھا۔
فضائیں رات کے اس وقت ٹھنڈ کافی بڑھ گئی تھی۔

مہندی کی رسم شروع ہونے والی تھی زیبائش لوگوں کی طرف سے اسکی خالہ، ممانی اور انکی بیٹیوں نے مہندی میں شرکت کی تھی۔

احرام سیاہ شلوار قمیض میں کریم کلر کی شال دونوں کندھوں پر بڑی نفاست سے پہنے ہوئے تھا اور وجاہت کا شاہکار لگ رہا تھا، اور اس ساری رونق سے بے زار اور کوفت زدہ لگ رہا تھا۔ یہ بھی نور جہاں صاحبہ نے اسکے لیے خاص طور پر کپڑے بنوائے تھے، ورنہ اس نے یہ کبھی نہیں پہننا تھا۔

آبیہ مہندی رنگ کی لمبی قمیض اور ہم رنگ تنگ کیپری اور مہندی ہی نیٹ کا ڈوپٹہ گلے میں ڈالے میک اپ کے نام پہ ہلکی سے گلابی لپ سٹک لگائے بنا کسی جیولری کے، دونوں کلائیوں میں سرخ و سفید گجرے پہنے بالوں کی درمیان سے مانگ نکال کر دونوں طرف سے گوندھا گیا تھا اور باقی بال کندھوں پہ پھیلے تھے سفید پیروں میں کھسے پہنے وہ فاریہ کے ساتھ چلتی ہوئی آرہی تھی اور اس سادگی میں بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

فاریہ شاکنگ پنک لمبی قمیض اور کیپری کے ساتھ جامنی دوپٹہ لیے ہوئے کانوں میں چھوٹے چھوٹے جھمکے پہنے ہاتھوں میں گجرے پہنے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

وہ دونوں لان میں آئیں تو سب لوگ لان میں موجود تھے، رسم شروع ہو چکی تھی۔ سٹیج پر خوش شکل سا شاہ زیب بیٹھا مسکرا رہا تھا اور نانورسم کا آغاز کر رہیں تھیں۔

"اے فاری تمہارے ہونے والے ہسبنڈ آج نہیں آسکیں گئے"۔ اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے کہا تھا جس کا چہرہ اس کی بات سن کر پھیکا پڑ چکا تھا۔

"کیوں نہیں آئیں گئے ایسے کون سے ضروری کام ہیں جو کزن کی شادی میں شرکت نہیں کر سکتے۔" وہ منہ بناتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"کہہ رہے تھے کچھ ضروری کام نبٹانے ہیں کل نکاح میں شرکت ضرور کریں گئے۔" اسنے بتایا تو فاریہ ہونہہ کر کہ رہ گئی اور آبی اسکی حالت پر قہقہہ لگا گئی۔

تبھی اسکی نظر اپنے بائیں طرف کچھ فاصلے پر کھڑے احرام پر گئی تھی وہ بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا شلوار قمیض میں، اگلے ہی لمحے وہاں شانزے آئی تھی جو جامنی رنگ کے لباس میں موجود تھی لائیٹ میک اپ میں کافی اچھی لگ رہی تھی۔

وہ شاید اسے اپنے ساتھ سٹیج پر جانے کا کہہ رہی تھی تو وہ منع کر رہا تھا کہ اسے اس سب میں کوئی انٹرسٹ نہیں وہ یہاں کھڑا ہی بہت مشکل سے تھا۔

یہاں سے دونوں کانیم رخ دیکھائی دے رہا تھا ابگے شانزے اسکا ہاتھ تھامے ہوئے تھی آبیہ نے چہرہ موڑ لیا آنکھوں میں سبھی مناظر جیسے چبھنے لگے تھے سب کچھ بہت برا لگنے لگا تھا۔

"احرام پلیز چلو نامیرے ساتھ پلیز" اسنے اسکا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے تھامتے کہا تو احرام نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑوایا تھا۔

"بی ان یور لمیٹس شانزے ابراہیم" احرام نے اسے سختی سے وارن کیا تھا اور وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

پچھے شانزے نے پاؤں پٹختے آنکھوں میں آنسو لیے اسے جاتے دیکھا تھا۔

فنکشن اپنے اختتام کو تھا احرام بے زار سا ایک طرف چئیر پہ بیٹھا تھا۔ گاہے بگاہے وقت دیکھ رہا تھا۔
فاریہ نے دیکھا تو آبی کو گھسیٹی اس طرف لے آئی جس کا موڈ جانے کیوں پورے فنکشن میں خراب تھا غموماً تو وہ
کافی انجوائے کرتی تھی ہر چیز کو۔

"کہاں لے جا رہی ہو" آبیہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"آؤنا ابھی بتاتی ہوں" اسنے کہاں اور احرام کے قریب آرکی تو آبیہ نے حیرانی سے فاریہ کو دیکھا۔
"ہیلو بھائی آپ یہاں سب سے الگ کیوں بیٹھے ہیں" اسنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا، آبیہ کھڑی رہی
تھی۔

"شاید اس لیے کہ یہ میرا فرسٹ ایکسپیرینس ہے پاکستانی ویڈنگز کا" احرام نے کندھے اچکاتے کہا۔
"لیکن کچھ چیزوں میں لگتا کافی ایکسپیرینس ہے" وہ منہ بناتے طنزاً بڑبڑائی، شانزے کا اسکا ہاتھ پکڑنا بے اختیار
یاد آیا تھا۔

اور ہمیشہ کی طرح وہ اسکی بڑبڑاہٹ سن چکا تھا۔

"مطلب؟" اسنے ایک آبرو اٹھا کر کہا۔

آپ کا مطلب آپ ہی کی طرف آ رہا، فاری اگر تمہیں بیٹھنا ہے تو ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔ اسنے منہ بناتے کہا اور
تیز تیز قدم اٹھاتی اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ شانزے کو آتا دیکھ چکی تھی جو احرام کو دیکھتے ہوئے اس طرف چلتی آرہی تھی۔

احرام نے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا شانزے اسکی طرف آرہی تھی اسنے اسکی بات کا مطلب سمجھتے بمشکل اسکے اس رویے کو برداشت کیا تھا۔

کہتے ہیں آگاہی بہت بڑا عذاب ہوتا ہے یہی احرام کے ساتھ ہو رہا تھا اسے جب سے معلوم ہوا تھا کہ آبیہ اس میں انٹر سٹڈ ہے وہ اُس سے اور بھی جان بچانے لگا تھا۔
فار یہ احرام کو خدا حافظ کہتی اسکے پیچھے بھاگی تھی۔

"ایم سوری احرام میں جانتی ہوں تمہیں کسی کا ٹچ کرنا پسند نہیں ہے، میں آئندہ خیال رکھوں گی۔"

شانزے آتے ہی اپنی صفائی میں بولی تھی۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کسی کا نہیں نامحرم کا، مجھے بالکل پسند نہیں یہ اور ہم مسلمان چاہے جس بھی سوسائٹی یا کنٹری سے بلانگ کرتے ہوں ہمیں ہمارے دین کے احکامات کو نہیں بھولنا چاہیے میں بہت زیادہ مذہبی تو نہیں ہوں لیکن میں نے کبھی اپنی لیمٹس کر اس کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، مجھے اُمید ہے کہ آپ اب ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں گی۔ اسنے سنجیدگی سے کہا اور شال درست کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں جا رہے ہو، کیا ہم تھوڑی دیر بات نہیں کر سکتے۔؟" شانزے نے بے چینی سے کہا۔

"نوایم فیلنگ ٹائرڈ ٹائم کافی ہو گیا ہے مجھے اب سونا چاہیے" اسنے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

"ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو تم" اسنے آنکھوں میں نمی لیے کہا۔

وہ کچھ سوچتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آبیہ کمرے میں آئی اور اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گئی۔

چند لمحوں بعد فاریہ بھی اسکے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی تھی اور کمرے کا جائزہ لیا پھر واش روم کا دروازہ بند دیکھ کر وہ بھی اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے سونامت" آبیہ چیخ کر کے نکلی تو فاریہ نے اُسے مخاطب کیا۔

چند منٹ بعد وہ دونوں بستر پر آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔
BEING THE STRING KITE

"کیوں موڈ آف ہے تمہارا اور تم نے احرام بھائی سے وہ سب کیا کہا مجھے بتاؤ" فاریہ نے سنجیدگی سے اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھے۔

"مجھے نہیں پتا" اسنے آنکھوں میں آنسو لیے کہا۔

"آبی یار بتاؤ کیا بات ہے۔" اسنے اسکا ہاتھ تھامتے کہا۔

شانزے اور احرام ہاتھ پکڑے کھڑے تھے باہر دیکھا میں نے وہ شاید... ای.. ایک دوسرے کوپ.. پسند کرتے ہیں۔ اسنے بمشکل آنسوؤں کے درمیان بات مکمل کی تھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

"اچھا وہ پاگل لڑکی وہ میں نے بھی دیکھا جب تم وہاں دیکھ رہی تھی تو میں نے بھی دیکھا تھا شانزے نے ہاتھ پکڑا تھا اور احرام بھائی نے اسے ڈانٹا بھی تھا اور پھر غصے سے چلے بھی گئے تھے اور تو کوئی بات نہیں۔" اسنے اسکے آنسو صاف کرتے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے ڈانٹا تھا لیکن کیا پتا پسند کرتے ہوں اور شانزے کا تو کفرم ہے کہ.. وہ انٹر سٹڈ ہے۔" اسنے سوس سوس کرتے کہا۔

"یہ بھی پتا چل ہی جائے گا کون کس کی تمنا ہے" فاریہ نے مسکراتے کہا تھا۔

"تم اپنا بتاؤ نا تمہارے دل کی تمنا کیا ہے" اب وہ اسے چھیڑنے لگی تھی۔

"پتا نہیں" آبیہ نے اُسے گھورتے کہا تھا۔

"ایک بات بتاؤ کتنی دیر ہو گئی تم نے کبھی کینیڈا جانے کی بات نہیں کی کہ تم وہاں جانا چاہتی ہو تمہاری ڈریم یونیورسٹی میں پڑھنا چاہتی ہو وغیرہ وغیرہ۔" اسنے بغور اسے دیکھتے کہا۔

"جسے خود بھی حیرانی ہو رہی تھی کہ وہ کیسے اپنی زندگی کے اس خواب اُس تمنا کو بھول گئی تھی جس سے اہم اسے کچھ نہیں لگتا تھا، اور ایک شخص کے آنے سے اُسے وہ سب بھول گیا تھا یاد رہا تھا تو صرف اتنا کہ ایک شخص اسکے دل کی تمنا بن گیا تھا جس کے لیے وہ بالکل بھی معنی نہیں رکھتی تھی۔"

"میں خود نہیں جانتی یہ کیسے ہوا۔" اسنے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں جانتی ہوں کہ احرام بھائی کے آنے کے بعد سے تم کوئی اور ہی خواب دیکھنے لگی ہو۔" فاریہ نے کہا تو وہ اپنے اوپر کسبل تانے لیٹ گئی۔

"سو جاؤ لڑکی صبح تمہارے ہونے والے وہ آنے والے ہیں۔" وہ کمبل کے اندر ہی اپنا بدلا لیتی بولی تھی۔

فاریہ شرم سے سرخ ہوتی اُسے کمبل کے اوپر سے ہی چپت لگاتی لائٹ آف کرنے اٹھ

گئی۔ ****

جھیل کنارے سترنگی لمبی فراک پہنے ننگے پاؤں بیٹھی وہ آج بہت اداس لگ رہی تھی۔

دفعتاً وہ دور سے آتا دیکھائی دیا تو وہ ناراضی سے اٹھ کر دائیں طرف کو چل دی۔

وہ اسکے پیچھے ہی چلتا آ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ کہاں جا رہی ہیں آپ؟ اور جو تاکیوں نہیں پہنا آپ نے؟" اسنے ایک ساتھ سوال کیے۔

آج وہ خود ہی بات کر رہا تھا۔

"یوں ہی میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اسنے آگے قدم اٹھاتے کہا۔

"جو تا پہننے کا دل نہیں چاہ رہا؟ یہ کیسی چاہت ہوئی بھلا؟" وہ اسکے ساتھ ساتھ قدم اٹھاتے بولا۔

وہ مڑ کر اسے گھورتی پھر چلنے لگی۔

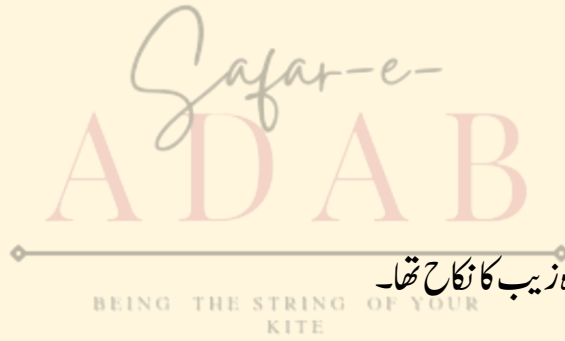
"کہاں ہے جو تا میں لے کر آتا ہوں؟" اسنے اسکے سامنے رکتے کہا۔

اسنے مسکرا کر ایک نگاہ کچھ دور نظر آتے درخت پر ڈالی اور پھر سے چل دی۔

وہ درخت کے پاس آیا اور جو تاسکے پاس لایا "لو پہنو" وہ خوش دلی سے مسکرا دی اس سے پہلے کے وہ پہنتی اچانک اسکی آنکھ کھلی تھی۔

اسنے سائیڈ لیمپ آن کیا کمرے میں نگاہ دوڑائی تو دماغ نے یاد دلایا کہ وہ اسوقت پھپھو کے گھر پر تھا۔
وہ گہرا سانس لیتے بستر سے نکل آیا تھا۔ نجانے یہ خواب اُسے کیا بتانا چاہتے تھے کیوں وہ لڑکی اسکے خوابوں میں آتی تھی۔

نجانے قسمت اب اسے اور کیا دیکھنا چاہتی تھی۔



شام کے چھ بج رہے تھے۔ آج شاہ زیب کا نکاح تھا۔
دلہا بنا شاہ زیب بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔ صارم بلیک ڈنر سوٹ میں بارات کے ساتھ بھنگڑے ڈالتا اندر داخل ہو رہا تھا۔
فاران بھی بلیک تھری پیس میں نہایت ہینڈ سم لگ رہا تھا اسکی نظر جسے ڈھونڈ رہی تھی وہ کہیں دیکھائی ہی نہیں رہی
تھیا حرام بلیک ٹکسڈو میں بھورے بالوں کو جیل سے جمائے پوری محفل پہ چھایا ہوا تھا جو ایک بار اسے دیکھ رہا تھا وہ
دوسری بار دیکھنے پر مجبور تھا۔

فاریہ ڈارک بلیو لمبی قمیض اور کیپری میں سر پر دوپٹہ جمائے بنا کسی میک اپ کے بہت اچھی لگ رہی تھی اسے
خاص طور پر تاکید کی گئی تھی کہ وہ آج کے فنکشن میں کہیں گھومتی ہوئی نظر نہ آئے۔

چونکہ صبح اسکا اور فاران کا نکاح تھا تو اُسے سامنے نہیں جانا تھا اسی لیے وہ بیچاری خاموشی سے ایک جگہ ٹک کر بیٹھی تھی۔ شانزے سیاہ شارٹ شرٹ اور سیاہ ہی پلازو میں ملبوس بالوں کو ایک طرف ڈالے احرام پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔ جو کل رات کی بات سے ابھی بھی اس سے اکھڑا اکھڑا تھا اسنے گہرا سانس لیتے سبین صاحبہ سے بات کرنے کا سوچ کر خود کو تسلی دی تھی۔

"اے فاری میرا جو تار بڑا تنگ کر رہا۔" آبیہ اسکے ساتھ صوفہ پر بیٹھتے جھنجھلاہٹ سے بولی تھی۔
"میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ یہ جوتا نہیں لو مجھے تو زرا اچھا نہیں لگا تھا اب دیکھ لو۔" فاریہ نے بھی اسی انداز سے کہا۔

"پر ہے اتنا ڈی سینٹ مجھے اتنا اچھا لگ رہا تھا۔" اسنی منہ بناتے کہا۔
"چل اب فنکشن ختم ہونے تک برداشت کر لے اگر گھر سے ہی چینج کر لیتی تو اب یہ نا ہو رہا ہوتا۔" اسنے سمجھ داری سے کہا۔

"ہمم... اے تم نے بھائی کو دیکھا ہے کتنے ہینڈ سم لگ رہے ہیں قسم سے۔" اب وہ اسے چھیڑتے بولی۔

"شرم کر کسی نے سن لیا تو۔" فاریہ نے ادھر ادھر دیکھتے کہا امی لوگ اپنی باتوں میں مصروف تھیں۔

"تو کیا ہوا کل تمہارا نکاح ہو رہا ہے۔ ایم سو پیپی..." آخری بات پر وہ اسکے گلے لگتی بولی۔

اور فاریہ شرم سے مسکرا کر رہ گئی۔

احرام ایک ضروری کال کر کے ابھی پلٹنے ہی والا تھا کہ.....

"احرام"! اسے اپنے پیچھے خوبصورت جانی پہچانی سی آواز گونجی تو اُس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔

سامنے ہی آبیہ سلطان سیاہ گھیر دار پاؤں سے بالشت بھرا پر آتی فراک جس کے دامن پر سنہری امبراٹری ہوئی تھی اور ننھے ننھے شیشے جھلک رہے تھے یہی ڈیزائن اسکے بازو کی آستینوں پر بنا تھا جو کہنیوں سے دوا نیچے تھیں، کمر کے گرد موجود سنہری بیلٹ میں کندھے سے نیچے آتا دوپٹہ قید تھا سنہری ہی بڑے بڑے جھمکے پہنے سنہری چھوٹا سا مانگ ٹکا لگائے کندھوں تک آتے بالوں کو ہلکے سے کرل کیے لائٹ میک اپ میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ احرام بے اختیار اُسے دیکھے گیا تھا۔

جب وہ جھکی اور سفید پیروں میں موجود جوتے کا بغور جائزہ لیا آج اسکا جوتا اسے کافی تنگ کر رہا تھا کافی ٹائٹ تھا لگ رہا تھا ابھی ٹوٹ جائے گا جوتے پر بمشکل آدھے انچ کے برابر چوڑا سٹریپ تھا جس نے پاؤں کو سہارا دے رکھا تھا۔

وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا خود پہ غصہ آیا کہ یہ کیا حرکت تھی بھلا۔

"آپ مجھے مخاطب کر کے اپنے کام میں لگ گئیں" اس نے لہجے کو سخت بنانے کی کوشش کی ایک پل کے لیے تو اسکے منہ سے اپنا نام اچھا لگا تھا۔

"ایم سوری وہ میرا جوتا کافی تنگ کر رہا" اس نے پریشانی سے کہا۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا کہ کیا ہوا، مجھے بتائیے کیوں مخاطب کیا مجھے" اس نے سابقہ انداز میں کہا۔

نانو بلار ہیں تھیں آپ کو، ہر وقت استری شدہ منہ لیے پھرتے ہیں بندہ کبھی سیدھے منہ بات ہی کر لیتا۔ اس نے منہ بسورتے کہا۔

آپ .. وہ دانت پیس کر رہ گیا بہت تیز زبان ہے اس لڑکی کی۔

"المینرڈ" وہ بڑبڑاتا ہوا گرینی کی طرف ہولیا دل میں اسے دیکھ کر جو نرم گوشہ ابھی پیدا ہو رہا تھا اس نے اسے جھٹکا اور خود کو جھڑکتا آگئے بڑھ گیا۔

پیچھے وہ اپنے جوتے کو کوستی فاریہ کی طرف جانے کا سوچ کر ایک طرف چل دی وہ ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ بھاری مردانہ "ایکسیوزمی" کی پکار پر حیرت سے مڑ کر دیکھا تو پکارنے والا خوش شکل سا شخص دونوں بازو سینے پر باندھے بڑے انہماک سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اسکی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی رفق جھلکی تھی پھر بھی بولی۔

"کیا آپ نے مجھے پکارا؟" اس نے انجان بنتے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی ہاں بلکل اور اس بھری محفل میں، میں کسے پکار سکتا ہوں آپ کے سوا" اس نے دھیمی مسکراہٹ سے معنی خیز انداز میں کہا۔

وہ خاموشی اور الجھن زدہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی تو وہ پھر بولا۔

"بائے داوئے آپ نے مجھے پہچان تو لیا ہو گا" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں میں پہچان گئی" اس نے زبردستی کی مسکراہٹ سجا کر کہا۔

ویسے آپ کافی بدل گئی ہیں دو سال پہلے ... ابھی وہ اپنی بات کرتا آبیہ بات کاٹ کر بولی۔

تب میں چھوٹی تھی اب بڑی ہو گئی ہوں تب اگر مجھے کوئی بلا وجہ گھورتا تھا تو میں اس پر پانی پھینک دیتی تھی یوں اور اب کوئی گھورے تو پانی میں ڈوبا دیتی ہوں۔ اسے بچھلی بار کا حوالہ دیتے طنز اگہا تھا۔

دو سال پہلے وہ پورے فنکشن میں اسے گھورتا رہا تھا تب اس نے اس پر جان کر پانی پھینکا تھا اور وہ تب بھی باز نہیں آیا تھا۔ پھر کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔

"اوہ دیٹس گڈ ویسے آپ کیا پڑھتی ہیں" اس نے بنا اثر لیے بات بڑھانی چاہی۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ آپ مجھے بور کر رہے ہیں میرا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں پہلے ہی جوتے نے تنگ کر رکھا اوپر سے آپ" اس نے منہ بناتے کہا۔

اسے اچھی خاصی بے عزتی فیل ہوئی تھی لیکن وہ پھر بھی زبردستی مسکرا رہا تھا۔

او کے خدا حافظ مسٹر ساہل سلیمان امید ہے اب ہماری ملاقات نہیں ہو گئی اس نے جان چھوڑانے والے انداز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے دوبارہ ہو جائے" اس نے کہا لیکن وہ ان سنی کرتی آگے بڑھ گئی۔

اس بات سے انجان کے دو آنکھیں اس منظر کو کتنی ناپسندیدگی سے دیکھ رہیں تھیں۔

نور جہاں صاحبہ نے احرام کو اپنی بلڈ پریشر کی دوا لینے میڈیکل سٹور بھیجا تھا وہ اپنی دوا سبین صاحبہ کے گھر چھوڑ آئیں تھیں اب انکی طبیعت کچھ خراب تھی تو انہوں نے اسے بھیجا تھا صارم کا انہیں کوئی بھروسہ نہیں تھا اور فاران کو بھیجنا نہیں چاہتی تھیں کے صبح اسکا نکاح تھا۔

فنکشن اپنے اختتام کو تھا۔

آبیہ منہ بناتی ہوئی فاریہ کو سہاگل کے بارے میں بتا رہی تھی کہ صارم گنگنا تھا ہوا ان دونوں کے قریب آ بیٹھا۔ آبیہ اسکے دائیں طرف تھی آبیہ کے بائیں طرف جگہ خالی ہونے کی وجہ سے کچھ فاصلہ رکھتے وہ وہیں بیٹھ گیا تھا اور آبیہ نے اسے گھورتے فاریہ کو ساتھ ہونے کا اشارہ کیا۔

"ہیلو گرلز" کہتے ہی صارم نے کولڈ ڈرنک کا گلاس اٹھایا اور گھونٹ بھرنے لگا۔

جانتی ہو فاریہ آج کل "ایم فیئینز" کی ایک قسم ہے جس کو مینڈک کہتے ہیں لیکن تم اسے مونٹ میں لے سکتی ہو، یعنی اپنی زبان میں مینڈک کہہ سکتی ہو۔ اسنے کہا اسکی اس تفصیل پہ دونوں نے اکتا کر اسے دیکھا تھا۔

"تو ہم کیا کریں اب" آبیہ نے منہ بناتے کہا اور صوفہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

ارے سنو تو میں کہہ رہا تھا کہ آج کل کی مینڈکیاں بھی بناؤ سنگھار کرنے لگی ہیں تم لوگ سمجھ تو گئی ہو گئی ہے نا۔ فاریہ اسکی پچھلی تفصیل کو ابھی والی بات کے ساتھ جوڑتی مسکراہٹ دبا گئی۔

صارم نے آبی کا چہرہ دیکھا تو وہ خونخوار نظروں سے اُسے گھور رہی تھی اسنے اپنا قہقہہ روکنے کے لیے گلاس لبوں سے لگایا تھا جس میں موجود کولڈ ڈرنک اندر جانے کی بجائے فوارے کی صورت آبیہ کے ہی ڈریس کو خراب کر گئی تھی۔

آبیہ نے سامنے ٹیبل پر موجود چچ اٹھایا تھا اور اس سے پہلے کے وہ اس پر حملہ آور ہوتی صارم وہاں سے نودو گیارہ ہو گیا تھا۔

"بد تمیز نے میرا ڈریس خراب کر دیا ہے اب چلو میرے ساتھ واش روم نشان پڑ جانے ہیں یار " آبی نے دانت پیستے روہانسی شکل بناتے کہا۔

"میں نہیں جاسکتی نا منع کیا ہے دادو لوگوں نے تم جاؤ جلدی سے صاف کر آؤ " اسنے اسے دیکھتے کہا۔

ہم... یہ کیا بات ہوئی، میں صاف کر کے آتی ہوں۔ وہ منہ بسورتی اٹھتے ہوئے بولی۔

ہاں جلدی سے آ جاؤ ویسے بھی فنکشن ختم ہونے والا ہے۔ فاریہ نے فکر مندی سے کہا تو وہ سر ہلاتی وہاں سے نکل آئی۔

***** اور پھر جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔

وہ واش روم سے ہو کر واپس لوٹ رہی تھی کہ اسکا پاؤں مڑا تھا اور اسنے بروقت دیوار کا سہارا لیا دائیں پاؤں میں درد کی لہر دوڑ گئی آنکھوں میں آنسوؤں تیرنے لگے تھے۔

اسنے چہرہ جھکا کر دیکھا تو جوتے کا سٹریپ ایک طرف سے الگ ہو کر اسے منہ چڑا رہا تھا۔

"اف... اب کیا کروں ایک تو فاری کو بھی آنے نہیں دے رہے، امی آپ ہی آجائیں کہیں سے" وہ روہانسی شکل بنائے خود سے ہی بڑبڑائی۔

"کیا ہوا کوئی پرابلم ہے کیا؟" احرام نے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ وہ نور جہاں صاحبہ کی دوا انہیں دے کر لوٹا تھا اسے یوں دیوار کا سہارا لیے کھڑے دیکھا تو اس طرف چلا آیا۔

"جو تاٹوٹ گیا ہے امی کو بلا دیں" اسنے معصومیت سے آنکھوں میں آنسو لیے کہا۔

"تو کیا امی جو تا جوڑ کر دیں گئی" اسنے ایک آبرو اٹھا کر سوال کیا۔

"نہیں لیکن..." وہ خشمگیں نگاہوں سے اس گھور گئی اور پھر وہیں زمین پر بیٹھ کر، سیلز کے بگلز کھولنے لگی۔

احرام دلچسپی سے یہ منظر دیکھے گیا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا آپ ہمت رکھتی ہیں ننگے پاؤں فنکشن جو الموسٹ اینڈ ہو گیا ہے اسے اٹینڈ کرنے کی" اسنے ایک اور تیر لگایا۔

نہیں آپ پلیز ام... اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتی وہ بولا۔

"اگر آپ گھر جانا چاہتی ہیں تو میں چھوڑ آتا ہوں نو پرابلم" اسنے اس سے کہا جو زمین پر بیٹھی چہرہ اٹھا کر اسے دیکھ رہی

تھی اور وہ ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا، دونوں یوں ایک دوسرے کو دیکھتے کسی اور ہی دنیا کے باسی لگ رہے تھے۔

"نہیں میں اکیلی گھر کیسے رہوں گئی وقت دیکھیں رات کے گیارہ بجنے والے ہیں" وہ اپنے جوتے اتار کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"او کے آپ آئیں میرے ساتھ میں فاریہ کو بھی لے آتا ہوں، ویسے جتنی ڈرپوک آپ بن رہیں ہیں اتنی لگتی تو نہیں۔" آج جانے وہ کس موڈ میں تھا خود ہی بات بڑھا رہا تھا۔

"جی نہیں میں ڈرپوک نہیں ہوں اگر رات کے اس وقت کسی بھی لڑکی کو گھر میں اکیلے رہنے کو کہیں گئے تو ظاہر ہے کوئی نہیں مانے گی۔" وہ اسکے ساتھ ساتھ چلتی پارکنگ تک آئی دونوں جوتے ہاتھ میں تھام رکھے تھے۔ احرام کو بے اختیار اپنارات والا خواب یاد آیا تھا۔

"او کے آپ بیٹھیں گاڑی میں، میں فاریہ کو لے کر آتا ہوں۔" اسنے گاڑی انلاک کرتے ہوئے کہا تو وہ پچھلی سیٹ کا ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

"دل میں خوشی سے لڈو پھوٹ رہے تھے کہ وہ اسکے لیے سب کر رہا ہے واو ہاؤ کی آئی ایم۔" اسنے بھرپور مسکراہٹ سے سوچا۔ بنا اس خیال کے، کہ وہ جوتے ابھی بھی تھامے ہوئے تھی۔

احرام کو گئے ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ اسکی سائیڈ کی ونڈو کوناک کیا گیا۔ اسنے چہرہ موڑ کے دیکھا تو تین تئیس چوبیس سالہ لڑکے ونڈو پہ جھکے ہوئے تھے اور عجیب و غریب فقرے کس رہے تھے۔ بے ہودہ سے گانے گارہے تھے۔

اسکے جسم میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔

"ہیلو بیوٹیفل تمہیں کون آدھی رات کو یہاں بند کر گیا ہمارے لیے، باہر آؤ نا ہم تڑپ رہے ہیں۔" یہ وہ آخری جملہ تھا جسے سننے کے بعد اسکے جسم میں شدید غصے کی لہر دوڑی تھی اور پھر وہ بنا سوچے سمجھے ڈور کھولتی باہر نکل آئی، ہاتھ میں موجود جوتوں پر گرفت سخت ہوئی۔

***** وہ باہر نکلی اور اُن تینوں کو دیکھا جو اسکے باہر آنے پر حیرانگی سے اسے گھور رہے تھے کہ واہ بھی لڑکی بڑی جلدی مان گئی۔

"ہاں بتاؤ کون کون تڑپ رہا تھا"۔ اسنے دانت پیستے کہا اور انکے تھوڑا پاس آکھڑی ہوئی تو وہ تینوں معنی خیزی سے دانت نکالنے لگے۔

"میں بتاتی ہوں"۔ اسنے دائیں ہاتھ میں موجود ہیلز کو رکھ کے جہاں جہاں ہو سکتا تھا ماری تھی وہ تینوں درد سے بلبلاتاٹھے تھے اور منہ سے گالیاں بک رہے تھے کوئی اپنا گھٹنا پکڑے بیٹھا تھا تو کوئی سر اور کوئی ٹخنہ مگر وہ رک نہیں رہی تھی مسلسل مار رہی تھی۔

احرام اور فاریہ باہر آئے تو اپنی گاڑی کے قریب کا منظر دیکھ کر فاریہ کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی لیکن احرام بڑی دلچسپی سے وہ مناظر دیکھ رہا تھا ہونٹ ایک لمحے کو سیٹی کی صورت گول ہوئے تھے یعنی "اوہ امپریسو" اسکا یہ روپ تو اسنے دیکھا ہی نہیں تھا پھر اچانک خیال آنے پر کے آخر کر کیوں رہی تھی ایسا وہ اس طرف بھاگا تھا فاریہ بھی اسکے پیچھے تیزی سے آئی تھی۔

احرام نے قریب آکر ان لڑکوں کی حالت دیکھی تو فاریہ کو اُسے روکنے کا اشارہ کیا جو پھولے سانس کے ساتھ غصے سے اُنہیں گھور رہی تھی اور پھر سے انہیں پیٹنے کے درپہ تھی۔

"کام ڈاؤن آبی جان لو گی کیا"۔ فاریہ نے اسے گاڑی کی طرف موڑتے کہا۔

"یہ مجھے غلط باتیں بول رہے تھے تو کیا میں انہیں ایسے ہی چھوڑ دیتی۔" اسنے غصے سے خود کو چھڑاتے کہا فاریہ اب ساری بات سمجھ گئی تھی۔

ایک لڑکا اٹھ کر اس سے پہلے کے آبیہ پر حملہ آور ہوتا احرام نے بروقت اسکا ہاتھ روکا تھا جو کے آبیہ کے بالوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

آئی تھینک تمہاری ٹیونگ ٹھیک سے نہیں ہوئی، کیوں مس آپ نے اس پر اتنا رحم کیوں کیا یہ کہتے ہی احرام نے اسکا ہاتھ پوری طاقت کے ساتھ پیچھے کی جانب موڑا تھا اور کڑک کی آواز کے ساتھ اسکا بازو شاید ٹوٹ چکا تھا۔ وہ لڑکا اب درد سے چیخ رہا تھا باقی دونوں لڑکے بمشکل اٹھتے خود کو گھسیٹتے وہاں سے بھاگے تھے اور وہ جو رہ گیا تھا وہ بھی اب روتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا۔

"اوہ میرے اللہ... احرام بھائی چھوڑ دیں اسے اسکا بازو ٹوٹ چکا ہے۔" فاریہ کی خوفزدہ سی آواز گونجی تو اسنے اس لڑکے کو پرے دھکیلا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

فنکشن ختم ہو گیا تھا ہال سے اب لوگ باہر آنا شروع ہو چکے تھے۔

احرام ہاتھ جھاڑتا انہیں گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

"آبی تم پاگل تو نہیں ہو کس نے کہا تھا تم اپنی طاقت دیکھاؤ ہاں، اگر وہ تم پر حملہ کر دیتے تو تم اکیلی تھی یہاں۔" فاریہ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس پر چلائی تھی۔

"تو کیا کرتی میں سکون سے گاڑی میں بیٹھ کر انکی گھٹیا باتیں سنتی رہتی۔" اسنے بھی غصے سے کہا۔

"ٹھیک ہے سیلف ڈیفینس اچھی بات ہے لیکن تم اکیلی تھی اور وہ تین اگر ہم لوگ نہیں آتے اور احرام بھائی نہیں ہوتے تو۔" فاریہ نے اسے سمجھاتے کہا اس دوران احرام خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا تھا وہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔

***** سموار کا دن تھا اور فاران، فاریہ کا نکاح دونوں گھروں کے سبھی افراد بہت خوش تھے۔ نور جہاں صاحبہ کے چہرے سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی آج وہ اپنی لاڈلی پوتی اور جان چھڑکنے والے پوتے کا نکاح دیکھ رہیں تھیں اور خدا کا شکر ادا کر رہیں تھیں جس نے یہ دن دیکھا یا تھا۔

سب لوگ نکاح کے لیے لان میں موجود تھے۔ لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

اب بس دلہن کا انتظار کیا جا رہا تھا اور فاران کی نظریں اندرونی دروازے کی طرف تھیں کہ وہ لڑکی باہر آئے گی جس کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب وہ کئی سالوں سے دیکھ رہا تھا شاید تب سے جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا تب سے وہ اُسے اپنی لگی تھی، وہ نہیں جانتا تھا کب سے بس یہی جانتا تھا کہ وہ لڑکی اسکے نصیب میں لکھ دی گئی اور وہ بے انتہا خوش تھا۔ اور یہ خوشی بار بار اسکی آنکھیں نم کیے دے رہی تھی۔

وہ سفید شلوار قمیض اور سفید ہی ویسٹ کوٹ میں ملبوس بہت ہینڈسم لگ رہا تھا بھوری آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی آج۔

بھائی یہ لڑکیاں کتنا ٹائم لگاتی ہیں یا اب تو پیٹ میں چوہے بھی دوڑ دوڑ کر تھک گئے ہیں۔ صارم اکتا کر بولا تھا اسے کچھ زیادہ ہی بھوک لگی تھی اسکی اس بات پر فاران اور صالح بھی مسکرا دیے البتہ پاس کھڑا احرام نے گہرا سانس لے کر اندرونی دروازے کو دیکھا تھا۔ (پاکستانیوں کے رونے)

تبھی اندرونی دروازے سے سفید لباس والی لڑکی نے باہر قدم رکھا وہ لمبی قمیض اور کیمپری کے ساتھ سفید ہی دوپٹہ دونوں بازوؤں سے آگے کیے ہوئے تھی کندھوں تک آتے ریشمی بال کھولے لائٹ میک اپ میں چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ سجائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

فارسیہ کا ہاتھ تھامے جس کے ہاتھ بے حد کانپ رہے تھے دوسرے ہاتھ سے فارسیہ سختی سے ثانیہ بھا بھی کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی سفید گھٹنوں سے اوپر آتی قمیض اور سفید شرارے کے ساتھ سفید دوپٹہ بالوں پر ٹکائے اور سرخ نیٹ کا دوپٹہ گھونگھٹ کی صورت اوڑھے ہوئے تھی خوبصورت جیولری اور لائٹ میک اپ میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔

سبھی افراد اپنی اپنی نشستوں سے کھڑے ہو چکے تھے۔ فاران بھی دھڑکتے دل سے کھڑا ہوا۔

اب دلہن اور دلہے کو نکاح کے لیے سفید پھولوں کے پردے کے آمنے سامنے بیٹھایا جا رہا تھا۔

پھر ارجاب و قبول کے مراحل گزرے فارسیہ نے کانپتے ہاتھوں سے سائن کیے، آنکھوں سے روانی سے آنسو بہے جا رہے تھے۔

دونوں کے دلوں میں ایک ہی بات تھی کہ مجھے تو اس سے محبت ہے نا کیا ہوا اُسے نہیں ہے تو اور ان دونوں کی اس معصوم سوچ پر وقت بھی مسکرا رہا تھا۔

***** وہ دونوں کی تصویریں لے کر ابھی ہٹی ہی تھی کہ احرام اپنے فون پر مصروف

سا اچانک ہی سامنے آ گیا تھا۔

احرام نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ سیاہ آنکھیں اٹھائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

جو سفید شرٹ اور سفید ہی جینز میں ملبوس تھا سر می آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح سرد سا تاثر تھا جو مقابل کو اُس سے کچھ بھی بے جا کہنے سے روکتا تھا۔

وہ ایک سنجیدہ نظر اُس پر ڈال کر آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ اُس کے دوپٹے کا ایک پلو اسکے پاؤں میں الجھا تھا اس نے جھک کر دوپٹے کا وہ سرا ہاتھ میں لیا اور بولا۔

"جیسے ہم اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں ویسے ہی خود سے جڑے رشتوں اور چیزوں کی حفاظت بھی خود ہی کرنی ہوتی ہے کوئی کسی کے لیے نہیں آتا ہمیں خود ہی خود کو مضبوط کرنا پڑتا ہے اور یہ سب ہمیں وقت سکھا دیتا ہے۔"

اس نے سنجیدگی سے اسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے کہا تو آبیہ نے نا سنجھی سے اسے دیکھا اور پھر اپنے دوپٹے کو درست کیا وہ پاس سے گزر گیا تو اسے رات والا واقعہ یاد آیا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اصل میں وہ سمجھ ہی نہیں پائی تھی کہ وہ کہنا کیا چاہ رہا ہے۔

***** وہ اسکے پاس سے ہٹا تو سامنے سے شانزے چلی آرہی تھی۔

"ہیلو! بینڈ سم کیسے ہو؟" اس نے شہد رنگ آنکھوں سے اسے مسکرا کر دیکھتے کہا۔

"ہمم... گڈ اینڈ یو"۔ اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے نگاہ پھولوں والے پردے کی طرف اٹھائی جس سے چند فٹ کی ہی دوری پر وہ کھڑے تھے۔

"تم تو ہمیشہ ہی بہت اچھے لگتے ہو۔" شانزے نے اس کے سراپے کو دیکھ کر تبصرہ کیا۔

"تھینکس، تم لوگ واپس کب جا رہے ہو۔" احرام نے بات بدلتے کہا۔

"آئی تھنک اس بارام بھائی کو منالیں گئی وہاں سے بزنس وائنڈ اپ کرنے کے لیے اور پھر ہم بھی یہیں رہیں گئے تمہاری طرح۔" اسنے ایک ادا سے بال درست کرتے مسکرا کر کہا۔

"ہمم.. صحیح اوکے مجھے بابا سے کچھ بات کرنی ہے۔" اسنے کہا اور وجاہت صاحب کی طرف چل دیا جو سبین کے ساتھ بیٹھے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"مام پلیز بات کر لیجیے گا۔" وہ دل ہی دل میں بولی تھی۔

***** جس وقت احرام اور شانزے آمنے سامنے کھڑے بات کر رہے تھے اسوقت سبین صاحبہ

نے وجاہت صاحب کی توجہ اُن دونوں کی طرف دلائی تھی۔

"بھائی دیکھیں دونوں بچے ماشاء اللہ ایک ساتھ کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تھا وہ خود بھی احرام کو شانزے کے لیے چاہتیں تھیں اور شانزے کے امریکہ جانے کے بعد سے جانتیں تھیں کہ وہ احرام میں دلچسپی لے رہی ہے اور اب وہ چاہتی تھی کہ ماموں سے بات کر کے احرام کو پریشاں کر دیں کہ وہ اسکے ساتھ رشتے کے لیے راضی ہو جائے جو کہ اسے خود بھی بہت مشکل لگ رہا تھا یا شاید ناممکن۔

سبین صاحبہ ایسی زبردستی چاہتی تو نہیں تھیں لیکن اولاد کے آگے مجبور تھیں۔

"ہاں میں احرام سے پچھلے دنوں بات نہیں کر سکا تھا لیکن اب لگتا ہے کہ لینی چاہیے، آج ہی بات کرتا ہوں اس سے۔" انہوں نے سنجیدگی سے احرام کو دیکھتے کہا جواب ان کی ہی طرف آ رہا تھا۔

?Baba seninle biraz konuŞabilir miyim

(بابا کیا میں آپ سے تھوڑی دیر کے لیے بات کر سکتا ہوں۔؟) (احرام نے قریب آکر ترکش میں کہا۔

Evet ben de seninle bir konu hakkında konuşmak istiyordum hadi Şimdi yapalım gel.

(ہاں مجھے بھی تم سے کچھ بات کرنی تھی چلو ابھی کر لیتے ہیں آؤ۔) (انہوں نے کہا اور ایک نظر سبین کو دیکھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اگر کبھی کوئی ضروری بات کرنی ہوتی تو وہ سب کے سامنے ترکش میں بات کرتے تھے۔

احرام بھی نا سمجھی سے انکی پشت کو دیکھتا انکے پیچھے اندر کی طرف چل دیا۔) (بابا کیا بات کرنا چاہتے ہیں بھلا۔)

*****فارسیہ اور فاران سادگی سے سچے ہوئے سیٹج پر موجود تھے فنکشن اپنے اختتام کو تھا۔ سیٹج پر اس وقت کوئی نہیں تھا۔ فارسیہ چہرہ جھکائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو گھور رہی تھی۔ تبھی فاران نے سامنے دیکھتے اسے مخاطب کیا۔

"مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے اور میں چاہتا ہوں ہم کہیں اور بات کریں۔" فاران نے دھیمی مسکراہٹ سے ابلے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا جو لب کاٹتی سامنے دیکھ رہی تھی۔

"کک... کیا بات کرنی ہے اور کہاں۔" اسنے جھجھکتے پوچھا تھا۔

شام سات بجے میں باہر تمہارا ویٹ کروں گا امید ہے تم آؤ گئی۔ فاران نے سنجیدگی سے کہا۔

میں... اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی کچھ کزنز سیٹج پر آئیں تھیں اور تصویریں لینے لگیں۔

وجاہت صاحب اور احرام اس وقت وجاہت صاحب کے کمرے میں موجود تھے۔

وجاہت صاحب سنجیدگی سے احرام کو دیکھ رہے تھے۔

"کہو کیا بات کرنی تھی تمہیں۔"

"نہیں آپ پہلے بتائیں آپ کیا کہنا چاہ رہے تھے۔" اسنے کہا۔
اہم... انہوں نے گلا کھنکھارتے بات شروع کی۔

"کیا تم شانزے کو شادی کے لیے پسند کرتے ہو۔" انہوں نے لہجے کو عام بناتے کہا۔

"نہیں...! یہ کس نے کہا آپ سے۔؟" اسنے بھی انہی کے انداز میں جواب دیا۔

"سین کو لگ رہا ہے کہ تم اور شانزے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔" انہوں نے اصل بات بتائی۔

"اوہ.... لیکن میں جانتا ہوں پچھو سے زیادہ یہ شانزے کی غلط فہمی ہے اور اسی نے ہی پچھو سے کہا ہو گا میں بہت اچھے

سے جانتا ہوں اسے۔" اسنے سنجیدگی سے کہا اب وہ سارا ماجرہ سمجھ گیا تھا۔

"تو کیا تم واقعی اس سے شادی نہیں کرنا چاہتے، ویسے بھی میں جانتا ہوں کہ شانزے تمہیں پسند کرتی ہے اور انسان کو اسی سے شادی کرنی چاہیے جو ہمیں پسند کرتا ہو۔" وجاہت صاحب نے اسکا چہرہ کھوجتے کہا جس پر انہیں سچائی کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہا تھا۔

"نہیں بابا میں اسے نہیں چاہتا ہوں اور یہ بات میں بہت پہلے سے جانتا ہوں کہ وہ مجھ میں انٹر سٹڈ ہے اور میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" اسنے صاف لفظوں میں کہا۔

"تو پھر تم کس سے شادی کرنا چاہتے ہو، سب کی شادیاں ہو رہیں تم کب اپنا گھر بساؤ گئے۔" انہوں نے کہا وہی تو اسکا باپ اور ماں تھے دونوں کا پیار دیا تھا انہوں نے ہمیشہ سے اسے۔

"میں نہیں جانتا یہ میں نے ابھی اس بارے میں نہیں سوچا بٹ میں شانزے سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" اسنے اکتاہٹ سے کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے اب بتاؤ تم کیا بات کرنا چاہ رہے تھے۔" وہ اس پر کسی بھی قسم کی زبردستی نہیں کرنا چاہتے تھے اسی لیے بات بدلتے بولے۔

"بابا آپ مجھے غلط مت سمجھیے گا، میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں ہو گا۔" اسنے تمہید باندھتے بات شروع کی۔

"بابا.. وہ میں یہاں نہیں رہنا چاہتا، میں چاہتا ہوں ہم الگ گھر میں رہیں۔"

تو تم کہاں رہنا چاہتے ہو، کیا چاہتے ہو تم جو میں اتنے سال اپنوں سے دور رہا ہوں اب پھر سے دور چلا جاؤں اور اکیلے گھٹ گھٹ کر مر جاؤں اس بڑھاپے میں۔ انہوں نے تکلیف سے کہا۔

"نہیں بابا ایسی بات نہیں ہے میرا وہ مطلب نہیں تھا، ہم.. ہم گرینی کو بھی ساتھ لے جائیں گئے۔" اسنے اپنی صفائی دینی چاہی۔

احرام تمہیں کیا لگتا ہے وہ ہمارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گئی ایک بوڑھی ماں کو اس بڑھاپے میں تم انکی اولاد سے جدا کرنا چاہتے ہو وہ مجھے یہاں سے نہیں جانے دیں گئی، تمہارا یہ خوف کب ختم ہو گا کے تمہاری وجہ سے تم سے جڑے رشتے تم سے دور ہو جائیں گئے کب ہو گا ختم، آج کے بعد میں تمہارے منہ سے یہ بات نا سنوں سنا تم نے۔ انکی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔

بابا.. بابا ایم سوری میں اب اس بارے میں بات نہیں کروں گا آپ ریلیکس ہو جائیں آپکی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر انکے قدموں میں بیٹھا تھا اور انکے ہاتھ تھامتے کہا۔

"تم جاؤ یہاں سے جاؤ، مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ انہوں نے ہاتھ چھڑواتے کہا تھا۔"

"آپ ٹھیک ہیں نا۔" اسنے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں میں تم جاؤ یہاں سے۔" انہوں نے اس سے چہرہ موڑتے کہا تھا۔

"ایم سوری بابا۔" وہ کہہ کر اُٹھا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

پیچھے وجاہت صاحب گہرا سانس لیتے خلاؤں میں گھورنے لگے تھے ذہن میں ماضی آج کئی روز بعد تکلیف دینے پھر سے لوٹ آیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ اب کئی گھنٹے مسلسل وہ وہی سب سوچتے رہنے والے تھے جسنے انکے بعد سب سے زیادہ تکلیف احرام کو دی تھی۔

***** نکاح کی تقریب ختم ہو گئی تھی۔ گھڑیاں شام کے پونے سات بج رہی تھیں۔
اپنے کمرے میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں کسی پنڈولم کی طرح چکر کاٹ رہی تھی وقت گزرتا جا رہا تھا اور
اسے پریشانی ہو رہی تھی پہلی بار فاران نے اسے کچھ کہا تھا اور وہ، وہ بھی نہیں کر پار ہی تھی۔
آبیہ بھی نہیں تھی وہاں وہ یہ کہہ کر سو گئی تھی کہ بہت تھک گئی ہے اب صبح ہی ملے گی اتنے دن کے لگاتار فنکشنز نے
اسے تھکا دیا تھا تبھی وہ سو رہی تھی۔

"اب کیا کروں چوری چھپے بھی نہیں جاسکتی، امی سے پوچھتے کتنی شرم آئے گی۔" اسنے بے بسی سے خود سے کہا۔
فاران چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ سجائے گاڑی میں تیار بیٹھا اپنی منکوحہ کا منتظر تھا لیکن وہ آہی نہیں رہی تھی۔
پھر وقت گزرتا گیا اور ساڑھے آٹھ بج گئے لیکن وہ نہیں آئی وہ مایوس سائیکل پر گاڑی لے کر نکل گیا۔
پھر رات گئے لوٹا صبح اسے واپس لاہور بھی جانا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سردیاں اپنے پر پھیلا چکیں تھیں آبیہ سفید موٹی گھٹنوں تک آتی شرٹ پہنے اور کھلی سی نیلی جینز پہنے اوپر نیلی ہی
جینز کی جیکٹ پہنے ہوئے سفید سکارف گلے میں مفلر کی طرح دونوں طرف سے آگے کیے ہوئے اس وقت کتاب

سے سر اٹھا کر احرام کو دیکھ رہی تھی، جو ہمیشہ کی طرح سارے ماحول سے بے پرواہ سا لیپ ٹاپ پر مصروف اپنا کام کر رہا تھا۔

"اگر میں میتھس میں فیل ہو گئی تو۔؟" اس نے ایک ہاتھ گال تلے ٹکا کر کہنی گھٹنے پر رکھتے معصومیت سے سامنے والے سے سوال کیا۔

"یہ تو ظاہر ہے اب پتا چلے گا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں اور کیسا رزلٹ لاتی ہیں مس آبیہ سلطان۔" اس نے بنا لیپ ٹاپ سے نظر ہٹائے طنز آگیا تھا۔

"آپ مجھے چیلنج کر رہے ہیں۔" اس کی ازلی خود اعتمادی اچانک ہی عود کر آئی تھی۔

"آپ جو مرضی سمجھیں لیں۔" احرام نے بھی اسی کے انداز میں کہا تھا۔

"الحمد للہ میرے گریڈز شروع سے بہت اچھے آتے رہے ہیں، مجھے بس تھوڑی بہت پرابلم تھی میتھس میں اب وہ بھی حل ہو گئی ہے۔" اس نے منہ بسورتے کہا تھا۔

"تو پھر پریشانی کس بات کی ہے یا آپ کو میرے پڑھائے پر شک ہے۔" اس نے سوال کیا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے اصل میں، میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ مجھے میرے رزلٹ کا گفٹ بھی دیں گے یا نہیں۔" اس نے اسے دیکھتے کہا جس نے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا تھا شاید اب دیکھ لے۔

"وہ لڑکی اس لیے اچھا رزلٹ نہیں لانا چاہتی تھی کہ وہ اپنی بی ایس سی کمپلیٹ کر لے گئی اب صرف اس لیے اچھے گریڈز لانا چاہتی تھی کہ وہ اسے گفٹ دے گا۔"

"اوہ تو یہاں گفٹس مانگ کر لیے جاتے ہیں۔" اور اسکی توقع کے عین مطابق اب وہ لیپ ٹاپ سے نگاہ اٹھائے سر مئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا لہجے سے طنز چھلک رہا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے بس اگر آپ مجھے گفٹ دیں گئے تو وہ میرے لیے بہت خاص ہو گا۔" آبیہ نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا تھا اسکے الفاظ نے مقابل کو بہت کچھ یاد دلادیا تھا جس میں اسکا اس گھر میں دیکھا گیا پہلا خواب بھی شامل تھا اور چند دن پہلے کی شام کی وہ باتیں جو وہ رو کر اسکے سامنے بیان کر گئی تھی۔

"ہم... اوکے مجھے کچھ ضروری کام ہے، آج کا جو کام باقی رہ گیا ہے وہ کل کریں گئے۔" وہ بنا اسکو دیکھے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"انکو کیا ہوا اچانک، کبھی بھی میری بات کا سہی سے جواب نہیں دیتے۔" وہ بھی اپنی چیزیں سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی اور احرام کو دیکھا جو وہاں سے تیزی سے نکل گیا تھا وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

کل رات سے فاران نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اسکے ذہن میں بس ایک ہی بات گردش کر رہی تھی اور وہ یہ تھی کہ پہلی بار اس نے مجھ سے کچھ مانگا تھا وہ بھی میرا تھوڑا سا وقت اور میں اسے وہ بھی نہیں دے سکی، اب تو میرے ہسبنڈ ہیں مجھے ملنے چلے جانا چاہیے تھا لیکن۔۔۔ اسے کہیں سکون نہیں مل رہا تھا۔

"شاید وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔" اسنے اداسی سے سوچا آنکھوں میں پے اختیار آنسوؤں چمکے تھے۔

ابھی وہ انہی خیالوں میں تھی کہ اسکے فون کی ٹون نے اسے چونکنے پر مجبور کیا تھا۔

اسنے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر دیکھا اور کال کرنے والے کا نام دیکھ کر اسے یقین نہیں آیا کہ کیا واقعی وہی کال کر رہا ہے۔

سکرین پر "فاران کالنگ" جگمگا رہا تھا۔ اسنے دھڑکتے دل سے کال ریسیو کر کہ فون کان سے لگایا تھا۔

"اسلام علیکم مسز فاران کیسی ہیں آپ۔" شوخ و خوشگوار سی مردانہ آواز گونجی تو اسنے فون کان سے ہٹا کر دیکھا کہیں رانگ نمبر تو نہیں۔

"ہیلو مسز اس غریب کی بات کا جواب تو دے دو۔" ابکے اسنے التجائیہ انداز میں کہا۔

"آپ ناراض نہیں ہیں کیا مجھ سے، میں آپ سے ملنے نہیں آسکی ایم سوری۔" اسنے ایک ہی سانس میں وضاحت دی۔

"نہیں میں کیوں ناراض ہوں گا بلکہ مجھے خود سمجھنا چاہیے تھا کہ لڑکیوں کے لیے کتنا مشکل ہوتا ہے ایسی سیچویشن میں، اب جب بھی مجھے ملنا ہو گا بلکہ اس بار میں ویک اینڈ پہ آؤں گا اور خود اجازت لوں گا ماموں ممانی سے کے میری زوجہ محترمہ سے کہیے مجھے ملاقات کا شرف بخش دے۔" آخری بات پہ اسنے قہقہہ لگایا تو فاریہ کو اچانک ہی اپنے اور اسکے رشتے کی نوعیت کا احساس ہوا تھا۔

"یار کچھ تو بول دو، ویسے میرے سامنے تمہاری زبان کیوں بند ہو جاتی ہے آبی اور تم تو بہت ادھم مچاتی ہو۔" اسنے مسکراتے کہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" اسنے نہایت آہستگی سے جواب دیا تو فاران پھر سے اسکی حالت پر قہقہہ لگا گیا۔

سبین صاحبہ اماں سے ملنے آئیں تھیں لیکن اصل میں شانزے نے انکی جان حلق میں کر رکھی تھی، انہیں ماموں سے ساری بات جاننے بھیجا تھا کہ اس دن دونوں باپ بیٹا میں کیا بات ہوئی تھی۔
خود وہ کسی تقریب میں گئی تھی۔

"بھائی آپ کی بات ہوئی احرام سے کیا کہا اس نے؟" انہوں نے وجاہت صاحب کو دیکھتے پوچھا۔
"سبین ابھی وہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔" انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ بہن کو کیسے منع کریں اسی لیے مناسب الفاظ ڈھونڈتے ہوئے۔

"تو کوئی بات نہیں ہم کچھ وقت انتظار کر لیں۔" سبین نے مسکراتے کہا چلو کچھ تو بات بنی۔
"نہیں سبین.... اصل میں وہ شانزے سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" ابکے انہوں نے بات واضح کی سبین
صاحبہ کا چہرہ اچانک ہی پھیکا پڑ گیا تھا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE
"وہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتا میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن نہیں.... کوئی فائدہ نہیں۔" انہوں نے گہرا
سانس لیتے کہا تو سبین صاحبہ دل مسوس کر رہ گئیں۔

اب جانے شانزے کیا کرنے والی تھی۔

احرام بہت خوش تھا آج کیونکہ آج امن کے ریٹورنٹ کی افتتاحی تقریب تھی اسکی دی ہوئی ڈیڈ لائن کے مطابق وہ اپنا کام ختم کر چکا تھا۔

جو خوشی اسکے چہرے پر یہاں پہنچنے سے پہلے تھی اسکا شائبہ تک اب موجود نہیں تھا۔

کیونکہ وہ اپنے جذبات اور احساسات زیادہ ایکسپریس نہیں کر پاتا تھا۔

اور دوسری وجہ شانزے تھی جو کے اُسی تقریب میں موجود تھی کیونکہ شانزے بھی امن کو کافی عرصے سے جانتی تھی اور انکے درمیان کافی اچھے تعلقات تھے تو یہ بھی ایک وجہ تھی اسکی یہاں موجودگی کی۔

وہ احرام کو خوشگواریت سے دیکھتی تیزی سے اس کی طرف آئی تھی۔

جو اس وقت براؤن ٹراؤزرز اور سفید شرٹ پر براؤن ہی کوٹ پہنے ہوئے سرمئی ذہین آنکھوں سے سارے کا جائزہ لے رہا تھا۔

شانزے سیاہ شارٹ شرٹ اور سیاہ ہی پلازو میں اوپر سیاہ کوٹ پہنے کہنی پہ پرس ٹکائے بال کھلے چھوڑے شہد رنگ آنکھوں سے احرام کا جائزہ لے رہی تھی جسکے چہرے کے تاثرات اسے دیکھتے ہی پتھر میلے ہو گئے تھے پھر بھی ڈیٹھائی سے مسکراتی رہی تھی۔

"ہے احرام ہاؤ آریو۔" وہ اسکے مقابل کھڑی ہوتی بولی تھی۔

"فائن" اسنے اپنے ازلی بے پرواہ انداز میں چھوٹا سا جواب دیا اور امن کو ڈھونڈھنے کے لیے نگاہ دوڑائی۔

"کیا تم ابھی تک وہ بات نہیں بھولے ہو۔" شانزے نے بغور اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے کہا۔

"آپ یہ بات بہت اچھے سے جانتی ہوں گئیے میں اتنی جلدی بھولنے والوں میں سے نہیں ہوں مس شانزے ابراہیم - "اسنے بنا اُسے دیکھتے کہا اور پھر دور سے اسے امن بلا خر نظر آگیا تھا تو وہ اسکی طرف چل دیا بنا ایکسیوز کیے، وہ پاؤں پٹخ کر رہ گئی۔

احرام، امن کے قریب آیا تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

پڑ گئی ٹھنڈ تمہارے کلیجے میں، مل گیا سکون پورے انیس دن بعد شکل دیکھا رہا ہوں تمہیں دن رات کام کر کر کے میری اب عقل سچ میں ٹھکانے لگ گئی ہے۔ امن نے برا سامنہ بناتے کہا تو احرام کا قبضہ بے اختیار بلند ہوا تھا اور آس پاس موجود لڑکے لڑکیوں اور تقریب کے ہر ایک مہمان نے مڑ کر اسے دیکھا تھا جو ان سب سے لا پرواہ امن کو گلے لگا گیا تھا۔

"ایم سوپچی فاریو۔" احرام نے سر گوشانہ انداز میں کہا تو امن کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تیر گئی۔

اور ہاں یہ یاد رکھنا تم پر میرا کافی قرض ہے جو مجھے بہت جلد چاہیے جلدی ناملنے کی صورت میں کورٹ کی طرف سے تمہیں نوٹس بھی مل سکتا ہے ڈیڈ لائن کے ساتھ مسٹر امن ارسلان۔ وہ اچانک ہی اپنے خول میں دوبارہ سمٹ گیا تھا سنجیدگی سے بولا تو امن کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے اف۔۔۔ کیا دوست ملا تھا دشمن بھی تھوڑی رعایت دے دیتے ہوں گئے لیکن یہ وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

احرام اب وہاں سے ہٹ کر ایک ضروری کال پر مصروف ہو گیا تھا۔

پتا نہیں کیا بنے گا اسکا، کس بیچاری کی قسمت پھولے گئی، اسے اسکے نصیب میں لکھی لڑکی کی قسمت پر بھی افسوس ہو رہا تھا وہ سچ۔۔۔ کرتا چلا گیا۔

دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے ۔

آج آبیہ سلطان کا آخری پرچہ تھا، وہ اگیزیم کے بعد باہر نکلی تو اچانک ہی سائل سامنے آکھڑا ہوا۔

اسکے یوں اچانک سامنے آجانے پر آبیہ نے ٹھٹھک کر الجھن زدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ یہاں خیریت" اسنے سوالیہ نظروں سے سائل کو دیکھا جو مسکراتی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"جی مجھے ضروری بات کرنی تھی آپ سے، بائے داوے کیسی ہیں آپ؟" اسنے مسکرا کر کہا۔

"جی جلدی کہیے پلیز" اسنے ایک نظر گاڑی کی طرف دیکھا جس میں ڈرائیور اسکا منتظر بیٹھا تھا۔

"وہ اصل میں، میں زیبائش آپا اور خالہ کو آپکی طرف بھیجنا چاہ رہا تھا رشتے کے لیے۔" اسنے ابا کے سنجیدگی سے کہا۔

"جی؟ رشتہ؟ کس کا رشتہ؟" اسنے کچھ سمجھتے اور کچھ نا سمجھی سے کہا۔

میرے اور آپ کے رشتے کے لیے اور آئی تھنک اب تک وہ پہنچ بھی گئی ہوں گئی۔ اسنے مسکرا کر اسکی سیاہ آنکھوں کو

دیکھتے کہا جن میں اسکی یہ بات سن کر بے یقینی، غصہ اور طیش اچانک ہی ابھرا تھا

وہ بھیج کر بتا رہا تھا۔

اسکے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی

اسے اچانک ہی بہت سارو نا آیا تھا، دل کر رہا تھا سامنے کھڑے شخص کا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دے۔

وہ بنا اسے دیکھے تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھی تھی اور زور سے دروازہ بند کیا۔

”سائل سلیمان“ نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

گاڑی میں بیٹھ کر اسکے رکے ہوئے آنسو بہہ نکلے تھے اب اسے فاریہ کا وہ رونا یاد آیا تھا جب اسکے رشتے کے لیے لوگ آئے تھے اور وہ فاران سے جدا ہو جانے کے خوف سے روتی رہی تھی۔

”اور میں، میں کس کے لیے رو رہی ہوں۔“ اسنے خود سے دل ہی دل میں سوال کیا۔

سیاہ جھیل سی خوبصورت آنکھوں میں ایک شخص کا سراپہ لہرایا تھا جو بڑے مغرورانہ انداز سے سرمئی آنکھوں سے اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسکے آنسو اور روانی سے بہنے لگے تھے، دل میں کھیچاؤ سا ہوا تھا اور وہ روتی چلی گئی۔

”مجھے احرام کے ساتھ رہنا ہے کسی اور کے ساتھ نہیں۔“

سائل کے ماموں کی تین بیٹیاں تھیں سب سے چھوٹی بیٹی فاطمہ تھی اور وہ آبیہ کی کلاس میٹ تھی یہ بات آبیہ کو شاہ زیب کی مہندی کے دن معلوم ہوئی تھی۔

چونکہ فاطمہ کے ساتھ اسکی اتنی دوستی نہیں تھی تبھی کبھی بات چیت نہیں ہوئی تھی اور معلوم بھی نہیں ہو سکا کہ اسکا زیبائش سے کیا رشتہ ہے۔

یہ بھی فاطمہ نے گھر میں ذکر کیا تو ساہل کو بھی وہیں سے معلوم ہوا تھا اسکے کالج کا تبھی وہ آج اس سے ملاقات کر سکا تھا۔

اسنے پہلی بار آبیہ کو دو سال پہلے زیبائش کی منگنی کے دن دیکھا تھا وہ بہت شوخ و چنچل اور شرارتی سی نہایت خوبصورت لڑکی لگی تھی اور اسے بہت اچھی بھی لگی تھی، اور اب دو سال بعد وہ اور بھی زیادہ حسین ہو گئی تھی اسے ایسی ہی لڑکی کی تلاش تھی ہمیشہ سے جو زندہ دل اور زندگی سے بھرپور ہو اور آبیہ میں وہ سب خوبیاں تھیں جو وہ چاہتا تھا، اسی لیے وہ اب دیر نہیں کرنا چاہتا تھا اور اسنے آپا اور خالہ سے بات کی تھی رشتہ لے کر جانے کی مگر شاید وہ برامان گئی تھی۔

”مجھے پہلے اس سے بات کر لینی چاہیے تھی۔“ اسنے پریشانی سے سوچا۔

”لیکن اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب آگئے بھی جو ہو گا دیکھا جائے گا لیکن میں آبیہ کو کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔“ اسنے سوچا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا گفٹ ادھار رہا، اب وہ میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اسنے مسکراتے کرسی پر آگے کو ہو کر بیٹھتے کہا۔

”آپ کیوں پے کر رہے ہیں میری فی، ابھی میں اپنے ماں باپ کے گھر ہوں ابھی آپ یہ نہیں کر سکتے۔“

فارہ نے فاران کو سمجھاتے کہا۔

اصل میں فاران اسکی ایم ایس کی فی پے کر رہا تھا وہ وحید ماموں کو بہت مشکل سے یہ کہہ کر منا چکا تھا کہ فاریہ کے رزلٹ کا وہ اسے کوئی گفٹ نہیں دے سکا تو وہ اسکی اگلی سٹڈیز کی فی پے کرنا چاہتا ہے۔

پہلے تو وہ مانے نہیں پھر اسنے ممانی سے بھی بات کی پھر بابا کو بھی انہیں کنوینس کرنے بھیجا تبھی وہ بہت مشکل سے مانے تھے۔ اور اب فاریہ اس پہ خفا ہو رہی تھی۔

”کسی کا دیا تحفہ ٹھکرانا نہیں چاہیے ویسے۔“ اسکی معصومیت سے بھرپور آواز گونجی تو ناچاہتے ہوئے بھی فاریہ مسکرا دی۔

لیکن ”مسٹر فاران سلطان خان“ یہ تحفہ کافی مہنگا ہے۔ اسنے سمجھداری سے کہا۔
”تم سے بہت کم“ مسز فاران سلطان خان ”اب میں اس بارے میں بات نہیں کروں گا۔“ اسنے دھونس جماتے کہا۔
”کوئی زبردستی ہے کیا۔“ فاریہ نے منہ بسورتے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”جی ہاں یہی سمجھ لو۔“ وہ بولا۔

تو وہ اس سے ہار کر کندھے ڈھیلے چھوڑ گئی تھی مطلب وہ نہیں مانے گا۔

وہ گھر آکر تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی تھی لیکن کمرہ خالی تھا۔
اسنے کچن میں جھانکا تو ملازمہ چائے کے برتن دھو رہی تھی وہ تیزی سے اسکے سر پر آن پہنچی۔
”سمیہ آپا گھر کوئی مہمان آئے تھے۔“ اسنے لہجے کو عام بناتے پوچھا۔

“ہاں بیٹے وہ سبین باجی کی بہو اور اسکی خالہ آئیں تھیں آپکے رشتے کی بات کرنے۔” ملازمہ نے مسکراتے ہو صاف لفظوں میں اس پر پھر سے وہی دھماکا کیا۔

“تو پھر کیا بات ہوئی ان کی۔” اسنے سابقہ انداز میں پوچھا۔

“یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ گئے ہیں باجی بڑی خوش تھیں ویسے، مجھے تو لگتا ہے مان جائیں گئی۔” اسنے بھرپور مسکراہٹ سے کہا تو آبیہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا ٹک گیا وہ تیزی سے کچن سے نکل آئی۔ اپنے کمرے میں آکر وہ بیڈ پر ڈھے گئی اور کافی دیر وہ یہ سب سوچتی رہی اور آنسو بہاتی رہی پھر وہیں سو گئی تھی۔

شام کے سات بج رہے تھے جب اسکی آنکھ دروازہ پٹنے کی آواز سے کھلی وہ بمشکل اٹھی اور دروازہ کھولا سامنے دیکھا تو ذرین بیگم غصے سے اسے گھور رہیں تھیں۔

کتنی دفعہ منع کیا ہے یوں دن کے وقت دروازے بند کر کے ناسویا کرو اور تم ہو کے سنتی ہی نہیں۔ انہوں نے اسے لتاڑا۔

“کیوں دن کے وقت دروازے بند کر کے سونے سے کیا ہوتا ہے۔” اسنے بھی انہی کے انداز سے کہا۔

“بس میرے دل کو انجانا سا خوف ہوتا ہے یوں.... یہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا۔” انہوں نے بغور اسکا جائزہ لیتے کہا جسکی آنکھیں سرخ اور آنکھوں کے پپوٹے سو جھے ہوئے تھے وہ منہ بناتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

“کیا ہوا آنکھیں کیوں سو جھی ہوئیں ہیں.. کہیں بخار تو نہیں ہو گیا.. نہیں بخار بھی نہیں ہے۔” انہوں نے اسکا ماتھا چھوتے کہا وہ خود ہی سوال و جواب کر رہیں تھیں۔

اب بول بھی چکو کیا ہوا ہے۔ وہ اسکا چہرہ تھوڑی سے اوپر کرتیں بولیں۔

”بہت خوش ہو رہیں تھیں نا آپ، آپ کی بیٹی کا رشتہ جو آیا تھا آج۔“ اسنے آنکھوں میں آنسو لیے کہا۔

اوہ تو اسے معلوم ہو گیا تھا۔

ظاہر ہے جب بیٹی کا رشتہ آتا ہے تو خوشی تو ہوتی ہے اور اچھے رشتوں کے لیے تو اور بھی خوشی ہوتی ہے۔ انہوں نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”پر مجھے شادی نہیں کرنی۔“ اسنے آنکھیں رگڑتے کہا اسوقت وہ شوخ و شرارتی سی آبی نہیں بلکہ معصوم سی آبیہ لگ رہی تھی جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو دیتی تھی۔

شادی تو ہر لڑکی کو کرنی ہوتی ہے ماں باپ کے گھر کوئی بھی نہیں رہتا۔۔۔ انہوں نے کہا اور اسکی چیزیں سنوارنے لگیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”لیکن میری اتج اتنی بھی نہیں ہو گئی کہ آپ ابھی میری شادی کر دیں۔“ اسنے تیزی سے کہنا چاہا لیکن آواز رندھ گئی اور آنسو اسکی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

”خود میری شادی بھی تمہاری عمر میں ہی ہو گئی تھی لیکن وہی بات کہ تب زمانے اور تھے۔“ انہوں نے بتایا۔

”تو کیا آپ میرے ساتھ بھی وہی کریں گئی۔“ اسنے منہ بسورتے کہا۔

افوہ... ہم نے خود تھوڑی نابالایا تھا انہیں وہ لوگ خود آئے تھے، شادی میں تمہیں دیکھا تھا انہوں نے اور تم انہیں پسند آ گئی تو انہوں نے...۔ انہوں پوری بات بتانا چاہی لیکن وہ بولی۔

“امی.. امی مجھے شادی نہیں کرنی پلینز سمجھیں اس بات کو ابھی تقریباً دو تین سال تک۔” اسنے کہا (یہ تو وہ اچھے سے جانتی تھی کے کس نے اسے پسند کیا اور کس نے رشتہ بھیجا) اور کمرے سے نکل گئی۔

“اسے کیا پتا ہو ماں باپ کو کتنی فکر ہوتی ہی اپنی جان سے پیاری بیٹیوں کی۔” انہوں نے فکر مندی سے دروازے کو دیکھتے کہا۔

پانچ بجے تک بابا آ جاتے تھے۔ اس وقت ساڑھے سات ہونے والے تھے، اسنے سٹڈی کا ڈور ناک کیا اور اندر داخل ہوئی۔

سامنے ہی سلطان صاحب کتاب پڑھنے میں مشغول تھے دروازے کی آواز پر آنے والی کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔

ضرور کسی ناکسی کی شکایت کرنے آئی ہو گئی انہوں نے سوچا اور اسے مسکرا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ منہ بناتی سامنے رکھے ٹوسٹر صوفے پر بیٹھ گئی۔

“آج ہماری بیٹی کا آخری پرچہ تھا کیسا ہوا۔” انہوں نے عینک اتار کر سامنے ٹیبل پر رکھتے بات شروع کی۔

“اچھا ہوا ہے۔” اسنے ہونٹ بھینچتے کہا پھر سے ساہل کا وہاں آنا یاد آ گیا تھا۔

تو انہوں نے سر ہلا دیا۔

“بابا مجھے کچھ بات کرنی ہے۔” اسنے ہونٹ کاٹتے کہا اور سلطان صاحب کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

“میں سن رہا ہوں بیٹی” انہوں نے اسے دیکھتے کہا جو کچھ پریشان لگ رہی تھی۔

”بابا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی، آج گھر میں زیبائش بھابھی اور انکی خالہ آئیں تھی رشتے کی بات کرنے۔“

اسنے وہ بات انکے گوش گزاری جو وہ پہلے سے جانتے تھے ذرین انسے پہلے ہی ذکر کر چکیں تھیں۔

”مجھے دو تین سال تک کا وقت تو دیا جائے نا بھائی کی شادی بھی ٹوینٹی سیون کی اتج میں ہوئی ہے اور فاریہ ٹوینٹی ٹو کی ہو

گئی ہے اور اب ہوا ہے نکاح اور ابھی رخصتی کا کچھ پتا نہیں پھر میرے لیے اتنی جلدی کیوں ہو رہی ہے۔“

اسنے منہ بناتے دلیلیں پیش کیں تو وہ مسکرا دیئے اور اپنی نشست سے اٹھ کر صوفے پر اسکے قریب آ بیٹھے۔

”یہ کس نے کہہ دیا کہ ہم تمہاری شادی کر رہے ہیں ابھی تو میری خواہش ہے کہ تم آگے پڑھو اپنا ایک اچھا فیوچر

بناؤ پھر اس بارے میں سوچیں گئے، اور تم تو کینیڈا بھی جانا چاہتی تھی ہاں اسکا کیا ہوا۔ انہوں نے اسے تسلی دیتے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن آپامی سے بھی کہیے نا وہ تو اتنی خوش ہو رہی ہیں اس رشتے سے۔“ اسنے انکی آخری بات کا جواب

دیئے بغیر کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”مائیں تو خوش ہوتی ہی ہیں، اب تم اس بارے میں نہیں سوچو بس اپنی پڑھائی کے بارے میں سوچو ٹھیک

ہے۔“ انہوں نے اسکے سر کا بوسا لیتے کہا۔

”اوہ...“ تھینک یو سوچ ”میرے پیارے بابا جان ایک اور بات بھی کہنی تھی مجھے، وہ نا.. میں نانا نو گھر رہنا چاہتی ہوں

کچھ دن، کیا میں رہ لوں۔؟“ اسنے انسے لپٹتے ہوئے مسکراتے کہا تھا۔

اس میں اجازت کیا لینی، تم تو پہلے بھی زیادہ وقت وہیں ہوتی ہو۔ انہوں نے اسے ساتھ لگاتے کہا۔

”نہیں نامیں وہاں سارا وقت رہنا چاہتی ہوں مطلب وہیں سونا وغیرہ وغیرہ۔“ اسنے انسے الگ ہو کر تیزی سے انہیں اپنی بات سمجھائی تھی۔

”اوہ تو یہ بات ہے، ہم ٹھیک ہے صرف ایک ہفتہ کیونکہ ہمارا دل بھی اداس ہو جائے گا نا ایسے آپ کے بغیر۔“

انہوں نے کہا تو وہ خوشی سے انکا گال چومتی اٹھی تھی اور پھر باہر کو بھاگی۔

”اوکے میں جارہی ہوں اپنی پیکنگ کرنے اور پھر نانو گھر وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی اوپر کو بھاگی تھی۔“

پچھے سلطان صاحب مسکرا کر نفی میں سر ہلا کر رہ گئے انکی بیٹی جانے کب سنجیدہ ہو گئی۔

***** وہ امی سے لڑ جھگڑ کر کے میں ابھی شادی نہیں کروں گئی بابا سے بات کر لی ہے میں نے

میں کچھ دن اب نانو کے گھر رہنے جارہی ہوں۔

تو کس نے کہا ابھی شادی کر رہے ہیں ہم منگنی بھی تو کر سکتے ہیں یاں نکاح جیسے فاران اور فاریہ کا ہوا ہے۔ انہوں نے

اسے راضی کرنا چاہا۔

”میں تو نہیں کر رہی بابا سے بات کر لیں آپ وہ مان جائیں تو پھر ہو سکتا۔“ اسنے مسکراہٹ دباتے شرارت سے کہا

ساری پریشانی ایک دم ہی غائب لگ رہی تھی اسکے چہرے سے، وہ بیگ میں اپنے کپڑے رکھتی بولی۔

ذریں بیگم تب سے اسی کے کمرے میں تھیں اسکی الماری کی حالت درست کر رہیں تھیں۔

”تم یہ بیگ کیوں پیک کر رہی ہو کوئی مہینے دو کے لیے جارہی ہو کیا۔“ انہوں نے ناگواری سے اسکی حرکت دیکھتے کہا۔

کچھ ایسا ہی سمجھ لیں میں تو جا رہی ہوں اوکے بائے۔ وہ ایک ادا سے بال جھٹکتی ایک ہاتھ میں کپڑوں کا بیگ تھامے دوسرے میں آئی پوڈ اور ٹیبلیٹ تھامے دروازے سے نکل گئی۔

توبہ ہے یہ لڑکی جانے کب اپنی بچگانہ حرکتیں چھوڑے گی۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

وہ نانو گھر کا اندرونی دروازہ عبور کرتی لاؤنج میں داخل ہوئی تو صارم سامنے صوفے پر فون پہ مصروف سا بیٹھا تھا۔ اسے آتے دیکھ اسنے سر اٹھایا اور اسکا جائزہ لیا۔

”پہلے ہی سارا وقت تم ہماری جان نہیں چھوڑتی ہو اور اب تو بوری بستر سمیٹ کر ہی آگئی ہو کہیں گھر والوں نے نکال تو نہیں دیا۔“ صارم نے عادت سے مجبور ہو کر کہا، وہ صارم ہی کیا جو آبیہ سے پنگالے۔

”تمہیں کوئی پر اہلم ہے میں اپنی نانو اور ماموں کے گھر آئی ہوں اور اب تو میری بھابھی کا گھر بھی ہے یہ سمجھے تم میں جب مرضی آؤں یہاں تم شادیوں پہ بندروں کی طرح اچھلنے کی پریکٹس کرو ہو نہ۔“ وہ اپنا اچھا خاصہ بدلا لیتی بولی۔ اسکی آخری بات پر صارم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

ہا۔۔ صارم ویسے تم بہت اچھے بنگلے ڈالتے ہو۔ فاریہ کی کھکھلاتی آواز گونجی تو صارم آبیہ کی بات کا مطلب سمجھا تھا۔

فاریہ میں پورا ہفتہ رہوں گئی یہاں، مطلب سارا وقت۔ آبیہ اس سے لپٹی بولی تو فاریہ بھی خوشی سے اس سے لپٹ گئی تھی جب سے اسکا نکاح ہوا تھا اسکے چہرے پر الگ ہی خوشی دکھتی تھی۔

میں تمہیں ایک بات بتاؤں فاریہ نے اسکے کان میں کھسر پھسر کیا تو آبیہ واہ واہ کرنے لگی۔

تم دونوں کا بہن چارہ ختم ہو گیا ہو تو ٹائم دیکھ لو کس چیز کا ہو رہا ہے۔ صارم نے ان دونوں کو دیکھ کر ناک پھلاتے کہا۔
تم کیوں جیلس ہو رہے ہو ہم سے ہاں ہمیں پتا ہے کھانے کا وقت ہو گیا خود تو کبھی ٹائم سے پہنچتے نہیں اور آئے بڑے
ہمیں سکھانے والے ہونہ۔ آبیہ نے کہا اور فاریہ کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ گئی فاریہ اپنا سر تھام کر رہ گئی پتا نہیں انکی
جنگ عظیم کب ختم ہو گئی۔

***** کھانے کے بعد وہ دونوں کمرے میں بیٹھیں تھیں۔ احرام کھانے پر موجود نہیں تھا فاریہ نے
اسے بتایا تھا کہ وہ آج کل لیٹ آرہا ہے۔

آبیہ، احرام کا فیس بک اکاؤنٹ کھولے بیٹھی تھی کہ اچانک ہی چینجی تھی فاریہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔
”کیا ہوا تمہیں۔“ فاریہ نے فکر مندی سے اسے دیکھتے کہا۔

”آج کیا ڈیٹ ہے۔“ اسنے تیزی سے پوچھا۔

”ڈیٹ تو تمہیں یاد ہونی چاہیے نا آج تمہارا اسٹ پیپر تھا، بائے داؤئے نانٹین جنوری ہے آج۔“ اسنے نا سمجھی سے
اسے ڈیٹ بتائی۔

”ہاں ہاں... آج نانٹین ہے یعنی صبح ٹوئنٹی ہے اوہ.. مطلب آج رات بارہ بجے ٹوئنٹی شروع ہو جائے گی۔“ وہ پھر سے
آئی پوڈ میں سر جھکائے کچھ کھوجنے میں مصروف ہو چکی تھی۔

”ظاہر ہے کسی گدھے کو بھی پتا ہو گا کہ انیس کے بعد بیس آتا، اب بک بھی چکو کیا مسئلہ ہے۔“ فاریہ نے جھنجھلاہٹ سے کہا تھا۔

”اف یار... فاری صبح احرام کی برتھ ڈے ہے یعنی رات بارہ بجے سے شروع ہو جائے گی اور شکر ہے کہ مجھے پتا چل گیا۔“ اسنے مسکراتک ہوئے آنکھوں میں چمک لیے کہا تھا۔

”اوہ صحیح صحیح... تو اب تم کیا کرنے والی ہو۔“ فاریہ نے اسے گھورتے کہا۔

”میں نہیں تم کرنے والی ہو۔“ اسنے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ تھامتے کہا۔

”کیا مطلب میں.. میں کیا کروں گی۔“ فاریہ نے نا سمجھی اور مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے کہا تھا۔

”مطلب یہ کہ تم مجھے... احرام کے لیے... ایک چھوٹا سا... کیوٹ سا کیک... بنا کر دو گی۔“ اسنے ٹھہر کر الفاظ ادا کرتے آخر میں اتر کر کہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”اور وہ کس خوشی میں وہ بھی اس وقت۔“ فاریہ نے منہ بناتے کہا تھا اسکا زرد دل نہیں چاہ رہا تھا اتنی ٹھنڈ میں بستر سے نکلنے کا۔

”تمہارے احرام بھائی کے انتیس سال کے ہو جانے کی خوشی میں۔“ آبیہ نے کھڑے ہوتے کہا۔

”کیا مطلب انتیس مجھے لگ رہا تیس کے ہو گئے ہیں دادو کہہ رہیں تھیں۔“ فاریہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے پوچھا۔

ارے نہیں ابھی انتیس کے ہوئے ہیں یہ دیکھو اسنے اسکی ڈیٹ آف برتھ سامنے کی پھر تین سال پہلے کی شانزے کے انسٹاگرام میں کی گئی پوسٹ نکالی جو کے احرام کی برتھ ڈیٹ کی تھی ایک خوبصورت سا کیک تھا اور کیپشن میں چھیسویں سالگرہ کی مبارکباد دی گئی تھی احرام کو۔

”ہمم صحیح... لیکن تم یہ سب کرو گئی تو اگر وہ برامان گئے تو۔“ فاریہ نے فکر مندی سے کہا۔

”وہ سب تم مجھ پہ چھوڑ دو اب اٹھ بھی چکو پھر وہ آجائیں گئے۔“ آبیہ نے اسکے اوپر سے کمبل کھینچتے کہا تو ایک لمحے کے لیے تو فاریہ کی جیسے روح ہی فنا ہو گئی تھی ٹھنڈ سے۔

”بد تمیز تم آرام سے کہہ سکتی تھی کمبل کیوں کھینچا ہے اتنی سردی ہے اور تمہیں اپنے پڑی ہوئی ویسے بھی بھائی لیٹ نائٹ آتے ہیں آج کل کبھی گیارہ کبھی بارہ بجے اور کبھی اس سے بھی لیٹ۔“ فاریہ نے روہانسی شکل بناتے کہا تھا۔

”ایک منٹ ٹھہرو زرا مجھے یقین دلاؤ یہ تم ہی ہو جو صرف ایگزیمینز کے دنوں میں ہی لیٹ سوتی تھی، اب کیا ہوا ہے ہاں تم کب سے بلا وجہ اتنی دیر جاگنے لگی مجھے زرا یہ تو بتانا۔“ آبیہ نے صحیح معنوں میں اسکو سکین کرتی نظروں سے دیکھا تھا۔

”وہ نا... اصل میں فاران اس وقت فری ہوتے ہیں تو... وہ تھوڑی سی دیر کال کرتے ہیں۔“ اسنے مجرموں کی طرح اعتراف جرم کیا تھا جیسے۔

”اوہ.. ہو ہو... کیا بات ہے لڑکی کو اسکے ہسبنڈ کال کرتے ہیں بھی، پاگل لڑکی اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے تمہارے ہسبنڈ ہیں۔“ اسنے آخر میں اس کو چپت لگاتے کہا تو فاریہ نے اسے گھورا۔

”وہ میں تو نہیں کرنا چاہ رہی تھی انہوں نے امی سے پریشانی ہے روز دس منٹ کال کرنے کی۔“ اسنے پھر معصومیت سے کہا تو آبیہ اس دیکھ کر رہ گئی۔

”بس کر دے بہن تیرے دکھ زیادہ ہیں ساری دنیا سے اب یہ رونے والی شکل ٹھیک کر اور چل میرے ساتھ نیچے۔“ آبیہ اسکی روتی شکل دیکھ کر طنزاً بولی تھی۔
فار یہ اسے گھورتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”مام اسکا مطلب ہے احرام کچھ مہینوں میں شادی کے لیے مان جائے گا۔“ شانزے نے مسکرا کر سبین صاحبہ کو دیکھتے کہا تھا تو وہ مجبوراً سر ہلا گئیں۔

اصل میں سبین صاحبہ شانزے کو یہ سچ نہیں بتا سکیں تھیں کہ احرام اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا، وہ اسے یہ کہہ کر ٹال چکیں تھیں کہ وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔

تو شانزے خود سے ہی چند مہینوں تک شادی ہو جانے کی اُمید لگائے بیٹھی تھی۔

اب تو احرام اس سے بات ہی نہیں کرتا تھا۔

وہ کال کرتی تو اٹھاتا نہیں میسجز کرتی تو وہ کئی کئی دنوں بعد جواب دیتا۔

چلو کوئی بات نہیں میں اس سے ملنے جاؤں گئی۔

گھڑیاں رات کے ساڑھے دس بج رہی تھیں۔ لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے وہ دونوں آہستگی سے چلتی ہوئی کچن میں داخل ہوئیں۔

کچن کا دروازہ بند کرتے وہ اپنے کام میں مشغول ہو گئیں تھیں۔

”یار جتنا سامان ہے اس سے تو میڈیٹیم سائز کا کپڑا بن سکتا ہے اب تم بتاؤ۔“ فاریہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ منہ بنا گئی۔

”تو اب وہی بنانا پڑے گا بناؤ نا جلدی۔“ وہ منہ بناتی بولی تو فاریہ نے اسے گھورا اور کام پر لگ گئی۔

”یار اگر صارم آگیا نا تو وہ سب کو بتا دے گا اب جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہیں۔“ آبیہ نے کہا اور اسکے ساتھ بیکنگ کی تیار کرنے لگی۔ ”ہاں بس یہ ناپتا چلے کے ہم احرام بھائی کی برتھ ڈے کے لیے بنا رہے ہیں، باقی خیر ہے۔“ فاریہ نے تیزی سے ہاتھ چلاتے کہا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ سارا کام ختم کر کے کیک اوپر لے آئیں تھیں دوسرے الفاظ میں کے صارم سے بچ بچا کر اور بہت ڈھونڈنے پر ایک عدد چھوٹی سی کینڈل بڑی مشکل سے ملی تھی انہیں۔

فاریہ کو بیکنگ کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر کیکس بناتی رہتی تھی۔

”اے احرام کب آئیں گے اب تو انتظار ہی نہیں ہو رہا۔“ آبیہ نے ایک سسکی نوٹ پر کچھ لکھتے ہوئے اسے کیک کے ساتھ ہی ٹرے میں چپکاتے کہا تھا۔

وہ ہمیشہ کی طرح اپنی خوبصورت لمبی سترنگی فراک زیب تن کیے ہوئے جھیل کے قریب درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی آج اسکے چہرے پر خوشی اور ایکسائٹمنٹ کے تاثرات باخوبی دیکھے جاسکتے تھے۔

اسنے دور سے سرمئی آنکھوں والے دراز قد شخص کو آتے دیکھا تو اچانک ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور اسکی طرف بھاگتی آئی تھی۔

اسنے تعجب سے سترنگی فراک والی لڑکی کو دیکھا جو اسکے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔

”کیا ہوا؟“ اسنے اسکے چہرے کو کھوجتے پوچھا تھا۔

”کک..... کچھ بھی تو نہیں... کچھ بھی نہیں ہوا۔“ اسنے ایک نظر کچھ دور نظر آتے درخت کو دیکھا اور پھر سے اسکی سرمئی آنکھوں میں۔

”کیا چھپا رہی ہیں آپ مجھ سے؟“ اسنے مشکوک نظروں سے اسے گھورا تو وہ کھکھلا دی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسنے پچھلی رات کا خواب یاد کرتے آنکھیں میچ کہ کھولیں تھیں۔ اف... پتا نہیں کیوں مجھے یہ خواب آتے ہیں۔

وہ اسوقت گاڑی لاک کرتا گھر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

اور اوپر فاریہ کے کمرے کی کھڑکی سے آبی اسے اندر آتا دیکھتی تیزی سے پیچھے ہٹی تھی پھر وہ اکلوتے کپ کیک پر ننھی سی موم بتی جلاتی تیزی سے دروازے کے قریب آئی تھی احرام کے قدموں کی آواز اب قریب آرہی تھی۔

وہ چلتا ہوا اب اپنے کمرے کے قریب آ رہا تھا اور اپنی جون میں دروازہ دھکیلتا کمرے میں داخل ہوا۔

احرام کے کمرے کے بائیں طرف ہی فاریہ کا کمرہ تھا وہ دھڑکتے دل سے کمرے سے باہر قدم رکھتی اسکے روم کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔

فاریہ نے اسے بہت کہا تھا کہ اس وقت وہاں نہیں جاؤ احرام بھائی ناراض ہوں گئے لیکن وہ ان سنی کرتی کمرے سے باہر قدم رکھ چکی تھی اور اب اسکے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی تھی دل کہہ رہا تھا چلی جاؤ اور دماغ نا جانے کی صلاح دے رہا تھا، اور پھر وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتی آہستگی سے دروازے کا ہینڈل گھماتی اندر داخل ہو چکی تھی۔

اسنے سیاہ آنکھوں سے کمرے میں نگاہ دوڑائی تو کمرہ خالی تھا اسنے سائیڈ ٹیبل پر پڑے رکھی اور پھر ایڑھیوں پر گھوم کر کمرے کا جائزہ لیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہر شے بہت گاڑی لاک کر تاکھر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

اور اوپر فاریہ کے کمرے کی کھڑکی سے آبی اسے اندر آتا دیکھتی تیزی سے پیچھے ہٹی تھی پھر وہ اکلوتے کپ کیک پر ننھی سی موم بتی جلاتی تیزی سے دروازے کے قریب آئی تھی احرام کے قدموں کی آواز اب قریب آرہی تھی۔ وہ چلتا ہوا اب اپنے کمرے کے قریب آ رہا تھا اور اپنی جون میں دروازہ دھکیلتا کمرے میں داخل ہوا۔

احرام کے کمرے کے بائیں طرف ہی فاریہ کا کمرہ تھا وہ دھڑکتے دل سے کمرے سے باہر قدم رکھتی اسکے روم کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔

فاریہ نے اسے بہت کہا تھا کہ اس وقت وہاں نہیں جاؤ احرام بھائی ناراض ہوں گئے لیکن وہ ان سنی کرتی کمرے سے باہر قدم رکھ چکی تھی اور اب اسکے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی تھی دل کہہ رہا تھا چلی جاؤ اور دماغ نا جانے کی صلاح دے رہا تھا، اور پھر وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتی آہستگی سے دروازے کا ہینڈل گھماتی اندر داخل ہو چکی تھی۔

اسنے سیاہ آنکھوں سے کمرے میں نگاہ دوڑائی تو کمرہ خالی تھا اسنے سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھی اور پھر ایڑھیوں پر گھوم کر کمرے کا جائزہ لیا۔

ہر شے بہت تناسف اور سلیقے سے اپنی جگہ موجود تھی۔

وہ کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھی شاید وہ واش روم میں تھا واش روم کا دروازہ بند تھا تو اسنے اندازاً سوچا۔

اسنے ایک نظر پھر سے کیک پر ڈالی موم بتی بیچاری اب آدھی رہ چکی تھی وہ ابھی مڑنے ہی والی تھی اور کمرے سے جانے کا ارادہ رکھتی تھی کہ اسے اپنے پیچھے بھاری رعب دار مردانہ آواز گونجی۔

”آپ... یہاں... اسوقت“ اسنے اسکی پشت کو گھورتے ناگواری اور تعجب سے پوچھا۔

اسکا دل ٹرین سے بھی تیز رفتار سے دھڑکنے لگا تھا اسنے سختی سے آنکھیں میچیں تھیں۔

”میں آپ سے بات کر رہا ہوں آبیہ سلطان۔“ اسنے اکے سخت لہجے میں کہا تو وہ اسکی طرف مڑی۔

کانوں سے دھواں نکل رہا تھا دل دھک دھک کر رہا تھا اسے اسوقت نہیں آنا چاہیے تھا نف....

وہ مڑی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھی ٹرے چھپ چکی تھی۔

”وہ.. میں.. وہ۔“ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا بولے اتنی آکورد سچویشن ہو گئی تھی۔

وہ سیاہ ٹراؤزرز اور سیاہ ہی ٹی شرٹ میں موجود ناک کے نتھنے پھلائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”کیا چھپا رہیں ہیں آپ۔“ احرام نے ناگواری سے اسے گھورتے پوچھا تو وہ دائیں گال کی اندورنی جلد کا ٹی اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

اب اسے جانے کیوں بہت ہنسی آرہی تھی کبھی دل چاہ رہا تھا یہاں سے غائب ہو جائے، اوہ یہ آئیڈیا پہلے کیوں نہیں آیا مجھے۔

پھر اس نے بنا اسے دیکھتے دائیں طرف موجود دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی اور پھر فاریہ کے کمرے میں آکر ہی دم لیا۔



”سلی گرل“ وہ جھنجھلاہٹ سے بڑبڑایا۔

احرام نے اس کے اس رویے پر گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا، اور سائیڈ ٹیبل پر نظر پڑی تو ایک دفعہ پھر اسے نئے سرے سے جھنجھلاہٹ نے آن گھیرا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی رکھی ہوئی ٹرے کو چھوچکا تھا اس کا چپکایا ہوا نوٹ اتارتے ہوئے اسے گزری رات کا خواب یاد آیا تھا اور اسے مزید اپ سیٹ کر گیا تھا۔

اسلام علیکم ڈیر احرام!

یہ جملہ تو ایسے لکھا گیا تھا جیسے ان دونوں کی بہت گہری دوستی ہو۔

خیر وہ آگئے پڑھنے لگا۔ آپ کو آپکی اُنٹیسوئیں سا لگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

اسنے حیرانی سے ایک آبرو اٹھاتے اگلی سطر پڑھی تھی یعنی اتنی انفرمیشن کہاں سے ملی اسے۔

اب یہ میں کیسے کہوں کے ہمیشہ مسکراتے رہیں آپ اچھے لگتے ہیں مسکراتے ہوئے، کیونکہ آپ تو مسکراتے ہی نہیں ہیں۔

وہ ہونٹ بھیچ کر رہ گیا۔

چلیں پھر بھی لکھ دیتی ہوں ہمیشہ مسکراتے رہیں اور کبھی ہمیں بھی مسکرا کر دکھادیں چاہے تھوڑا ہی صحیح جیسے اُس دن مسکرائے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ آنکھیں میچ کر رہ گیا اسے اپنی یہ غلطی بہت کھل رہی تھی۔

اس نوٹ کو سنبھال کر رکھیے گا ورنہ میں رات کو آپ کے خوابوں میں آکر ڈراؤں گئی، ساتھ دانتوں والا ایبوجی بنایا گیا تھا۔

اسے کیا معلوم وہ تو روز ہی اسکے خواب میں آتی رہتی تھی بنا اجازت کے پہلے روز سے، ایسا بھی ہوتا ہے بھلا کسی کے ساتھ یہیں ہی کسی کے خواب میں آنا اور پھر اس خواب کا کچھ ناکچھ مطلب نکل آنا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی ان خوابوں کو پھر سے سوچتا گیا تھا۔

اسکی سا لگرہ کا دن اسے ہمیشہ اُنیس سال پہلے جب وہ دس سال کا تھا کے تلخ لمحات یاد دلاتا تھا، اسکی سا لگرہ کا دن تھا اسی دن اسے کوئی بہت اپنا اور محبت کرنے والا چھوڑ گیا تھا وہ روتا بلکتا رہا تھا لیکن اسکے رونے تڑپنے کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی اور اسے یونہی حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

لیکن آج وہ اس سب کے بارے میں اتنا نہیں سوچ رہا تھا جتنا وہ پہلے سوچا کرتا تھا آج وہ کسی اور کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

آبیہ سلطان کا لکھا گیا نوٹ وہ ہاتھ میں تھا مے کافی دیر دیکھتا رہا تھا۔

اور ٹرے میں رکھا معصوم سا کیک اپنی ناقدری پر وہیں اداس بیٹھا اسے خفگی سے گھور رہا

تھا۔*****

وہ سینے پر ہاتھ رکھتی بیڈ پر بیٹھی تھی فاریہ جو اسی کے انتظار میں تھی تیزی سے اٹھی اور دروازہ بند کرتی اسکے پاس آئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”کیا ہوا؟ کیا کہا بھائی نے؟“ اسنے تیزی سے اسکے قریب بیٹھتے پوچھا تو وہ منہ لٹکائے بیٹھی رہی۔

”کیا بات ہوئی بتا بھی دو اب۔“ فاریہ نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔

وہ نا... انہوں نے نا....۔ اسنے اٹکے ہوئے کہا۔

”اف... بک بھی دو اب سسیننس سے جان جا رہی ہے میری۔“ فاریہ نے اکتا کر کہا۔

”ہا... ہا... ہا...“ وہ بنا کچھ کہے ہنستی جا رہی تھی۔

”تم پاگل واگل تو نہیں ہو گئی یا احرام بھائی نے لطیفے سنائیں ہیں تمہیں جو تم ایسے ہنس رہی ہو۔“ فاریہ نے غصے اور ناراضی سے اسے گھورتے کہا۔ اسکی آخری بات پر وہ اور زیادہ ہنس رہی تھی۔

یار فاری... ہا... مجھے نا احرام کو... ہا... تنگ کرنے میں.. ہا... بڑا مزہ آتا ہے۔ وہ ہنس ہنس کر دوہری ہوتی بتا رہی تھی۔ فاریہ نے رکھ کے دھموکا اسکی کمر میں مارا تھا وہ تڑپ کے سیدھی ہو گیا اور ساتھ ہنسی کو بھی بریک لگا تھا وہ کمر سہلاتی اُٹھی تھی اور اسکو گھورا۔

”بد تمیز اتنی زور سے مارتے ہیں کمر ہی توڑ دی ہے میری“۔ اسنے منہ بناتے کہا تو وہ جو سنجیدگی سے اسے گھور رہی تھی قہقہہ لگا گئی تمہیں تو شرم نہیں آرہی تھی سو چاہی ہی طریقہ آزمالوں لو پھر وہ کام آگیا۔

”ہاں شرم تو آرہی تھی نا لیکن میں نے نو اینٹری کا بورڈ لگا رکھا تھا تو وہ وہیں سے واپس چلی گئی پیچاری“۔ اسنے افسوس سے کہا تھا، فاریہ نے اسے پھر سے گھورا۔

”اوکے! اوکے! بتا رہی ہوں“۔ پھر اسنے ساری بات اسے بتائی تھی۔

”یہاں سے تو تم بڑی بہادری دکھاتی گئی تھی انکے سامنے کہاں گئی تھی تمہاری بہادری ہاں“۔ اسنے مسکراتے ہوئے اسے طنز کیا۔

”میں تو وہاں سے بھاگی تھی کہیں وہ خود ہی مجھے اٹھا کے کمرے سے باہر ہی نا پھینک دیں“۔ اسنے منہ بناتے کہا تو فاریہ نفی میں سر ہلا گئی۔

”تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا“۔ فاریہ نے کہا اور اسے لیٹنے کا اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ لیٹ گئی فاریہ نے مسکراتے ہوئے لائٹ آف کر دی۔

شاید وہ اسکے پچھلے حملے سے خوف زدہ ہو گئی تھی اسی لیے خاموشی سے سونے کے لیے آنکھیں موند گئی لیکن اب ہمیشہ طرح آنکھیں بند کرنے پر کسی کاوجہہ چہرے اچانک سے اسکے سامنے آجاتا تھا وہ پھر بھی سونے کی کوشش کرنے لگی بھی ابھی صبح بھی اسنے کافی کام جو سوچ رکھے تھے انکو سرانجام دینا تھا۔

اتوار کا دن تھا اور وقت تھا صبح پونے سات بجے کا ہمیشہ اتوار کے روز گیارہ بارہ بجے اٹھنے والی آبیہ سلطان آج کافی دیر سے اٹھی ہوئی تھی۔

احرام جاگنگ کے لیے گھنٹہ پہلے نکل چکا تھا جو کھڑکی سے دیکھ چکی تھی اور پھر نیچے بھاگی۔ وہ سر می گھٹنوں تک آتی کھلی سی پشیم کی شرٹ پہنے سیاہ ٹائٹس اور سیاہ ہی پشیم کا مفلر گردن کے گرد لپیٹے بالوں کی اونچی پونی بنائے شفاف چہرے کے ساتھ وہ صبح ہی صبح تیار سی کچن میں موجود تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR

کچن میں ملازمہ پہلے سے موجود احرام کے لیے جو بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

“میں بناتی ہوں جو آپ کچھ اور کر لیں“۔ وہ قریب آتی عام سے لہجے میں بولی تو ملازمہ نے پہلے تو حیرانی سے اسے دیکھا تھا کہ یہ لڑکی تو کبھی کچن میں سوائے کھانے کی غرض سے کبھی نہیں آئی تھی، اور آج وہ سر ہلاتی ایک طرف ہو گئی۔

اسنے ملازمہ کی مدد سے چیری کا جو بنایا تھا پھر اسے لے کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔

وہ یہ تو جانتی تھی کہ احرام کے آنے سے پہلے جوس اسکے کمرے میں موجود ہوتا تھا وہ جوس سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہاں سے نکلتی فاریہ کے کمرے میں آئی تھی۔

فاریہ نماز کے بعد سو رہی تھی اسے بنا چاہیہ اس کے سٹڈی ٹیبل سے سسٹمی نوٹس کی گڈی میں سے ایک نوٹ اتارا اور مسکراتے ہوئے اس پر قلم گھسیٹنے لگی۔

پھر وہ واپس اسکے کمرے میں آئی تھی اور ٹرے میں نوٹ چپکاتی باہر بھاگی یہ دیکھے بغیر کے اس کا رکھا گیارات کا کیک ابھی بھی احرام کے ورک ٹیبل پر پڑا تھا۔

سیڑھیوں سے قدموں کی آواز آرہی تھی شاید احرام تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا آرہا تھا۔

وہ اپنی جون میں اتنی ٹھنڈ میں بھی پسینے سے شرابور اندر آیا تھا اور ایک غیر ارادی نظر ورک ٹیبل پر ڈالی تو اس پر دھرے کپ کیک کو دیکھتے اس نے گہرا سانس لیا۔

پھر بالوں میں تولیہ رگڑتا سائیڈ ٹیبل تک آیا جہاں ہمیشہ کی طرح جوس موجود تھا وہ گلاس اٹھاتا ٹیرس پر آنکلا۔ چند منٹ وہیں گزرے وہ جوس ختم کر کے گلاس ٹرے میں رکھتا واپس مڑنے لگا تھا کہ ایک پل کہ ٹھہرا اور ٹرے میں چپکے نوٹ کو اتارتے اسے احساس ہوا کہ جوس کس نے بنایا ہو گا اور وہ پی بھی گیا اس نے گہرا سانس لیتے نفی میں سر ہلایا اور اسکے لکھے گئے نوٹ کو سرمئی آنکھوں کے سامنے کیا۔

اسلام علیکم ڈیر احرام!

اگین، پیپی برتھ ڈے احرام آپ کا دن اچھا گزرے۔

جوس میں نے بنایا ہے آج، تھوڑی بہت ہیلپ لی تھی میں نے امید ہے آپ کو اچھا لگا ہو گا۔

نیچے دانتوں والا ایبوجی بنایا گیا تھا۔

اسنے گہرا سانس لیتے کاغذ کو دیکھا خدا جانے یہ لڑکی کیا چاہتی ہے اسکی بچکانہ حرکتیں سمجھ سے پرے تھیں اسے نئے اندیشے ستانے لگے۔

اتوار کا دن تھا تو جو جب اٹھ رہا تھا تبھی ناشتہ کیا جا رہا تھا البتہ اس وقت جڑواں گھروں کے سبھی بڑے ناشتہ کر چکے تھے۔

گیارہ بجے کا وقت تھا احرام آج لیٹ جا رہا تھا گھر سے اسے مری کام تھا کچھ وہ ڈرائیو پر گاڑی کھڑی کیے اندر فائل لینے گیا تھا کہ آبیہ جلدی سے اسکی گاڑی کی طرف بڑھی جو کہ اسکی دعاؤں کے مطابق ان لاک تھی۔

بڑی مشکل سے یہ موقع ہاتھ آیا تھا، وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتی اپنا کام کرتی تیزی سے وہاں سے بھاگی تھی۔

چند لمحات بعد احرام آتا دیکھائی وہ گاڑی کا ڈور کھولتا اندر بیٹھا گارڈ نے گیٹ کھولا تو وہ گاڑی باہر نکالنے لگا بیک ویو مرر پر نگاہ دوڑائی تو ”آبیہ سلطان“ مسکراتی ہوئی ہاتھ ہلاتی دکھائی دی اسے کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا اسنے آس پاس نگاہ دوڑائی کچھ گڑبڑ نہ دیکھی تو وہ ابھی کچھ مطمئن ہونے ہی والا تھا کہ نگاہ اپنے سامنے سٹیرنگ وہیل کے قریب گاڑی کی

چابی پر گئی جس کے ساتھ ایک خوبصورت سا لکڑی کا مستطیل شپ کا کی چین لٹک رہا تھا اسنے گاڑی سائیڈ پر روکتے اسکا جائزہ لیا جس پر بہت خوبصورت تراش کے ساتھ احرام لکھا گیا تھا۔

اسنے ہونٹ پھینچتے اسے چابی سے الگ کیا تھا اور ڈیش بورڈ میں ڈال دیا۔

سلی گرل، المینرڈ، نان سینس، وہ بڑبڑاتا ہوا گاڑی بھگالے گیا۔

اسنے چند لمحوں بعد امن کو میسج کیا تھا مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے کل آفس ضرور آنا۔

اوکے اور سرخ گالوں والا ایموجی جواباً آیا تھا۔

آبیہ مسکراتی ہوئی اندر بھاگی فاریہ کو بتاتی ہوں میرا پلین سکسیسفل ہو گیا ہے وہ مسکراتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھی ہی تھی کے نانو کی آواز آئی۔

آبیہ یہ زرا تیل لے کر آؤ تمہارے بالوں میں لگاؤں۔ نور جہاں صاحبہ نے صوفہ پر نشست سنبھالتے کہا تو آبیہ گہرا سانس لیتی تیل لینے چلی گئی۔

چند منٹ بعد وہ نور جہاں صاحبہ کے قدموں میں کشن رکھے بیٹھی تھی بنا کسی چوچراں کے انہیں بڑا پیار آیا تھا اس پہ، انہیں حیرانی تو ہوئی تھی لیکن وہ خاموش رہیں۔

چلو دیر آئے درست آئے۔ انہوں نے سوچا۔

اب تم بڑی ہو گئی ہو آبیہ اب سمجھ داری کے کام کیا کرو، تمہیں تمہارے کالج سے چھٹیاں ہو گئی ہیں نا اسنے سر ہلایا، تو تم اب کھانا بنانا سیکھو شوہر چاہے دنیا کے جس کونے سے مرضی تعلق رکھتا ہو اور چاہے جتنا مرضی اچھا کھانا کھاتا رہا ہو

لیکن وہ یہی چاہے گا کہ اسکی بیوی اچھے سے اچھا کھانا بنانا جانتی ہو، ہمارے بڑے کہا کرتے تھے کہ شوہر کے دل کا راستہ اسکے معدے سے ہو کر جاتا ہے بس اگر تم کسی کا دل جیتنا چاہتے ہو تو اچھا اچھا کھانا بنانا سیکھ لو۔ انہوں نے اسکے سر میں نرمی سے ہاتھ چلاتے اسے زندگی کا ایک اہم سبق سمجھایا۔

وہ سنجیدگی سے انکی باتیں سنتی رہی۔

ایک حبشی عورت تھی جو مسلمان بھی تھی لوگ اسکا مزاق اڑایا کرتے کہ تم سے شادی کون کرے گا، جانتی ہونا حبشی لوگوں کے رنگ گہرے ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے وہی رنگ دیا ہے۔

وہ سر ہلا گئی۔

لوگ اسکا بہت مزاق اڑاتے کہ تم یونہی رہ جاؤ گئی تمہیں نکاح کے لیے کون چاہے گا۔ انہوں نے بات جاری رکھتے کہا۔ وہ تیرہ سال کی تھی تو اسکی ماں اسے کہا کرتی تھی کہ سجدے میں دعا مانگا کرو، نماز کے دوران وہ دعا ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اللھم اِنِّی اَسْئَلُکَ زَوْجًا صَالِحًا فِیْ دُنْیَا وَآخِرَہ۔

اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں نیک شوہر مانگتی ہوں۔

وہ انسنی کر دیا کرتی جب وہ جائے نماز پر کھڑی ہوتی تو اسکی ماں اسے یاد دلاتی اگر وہ نماز میں سجدے میں ہوتی تو پھر بھی وہ یاد دلاتی تو اس طرح وہ پڑھنے لگی۔

چھ سال تک وہ یہ دعا پڑھتی رہی تھی، اور پھر دنیائے دیکھا کہ عروبہ کو کتنا خوبصورت اور نیک سیرت شوہر ملا لوگ اسکے شوہر کو دیکھ کر یقین ناکرتے اسے کہتے کہاں تم کہاں تمہارا شوہر لیکن وہ خود بتاتی کہ اتنا دنیا میں کوئی کسی سے اتنی محبت نہیں کرتا ہو گا جتنی محبت وہ اس سے کرتا ہے۔

آبیہ حیرانی سے انکا سنایا قصہ ذہن میں دہرا رہی تھی۔

”کیا ایسا بھی ہوتا ہے نانو دعائیں اس طرح بھی قبول ہوتی ہیں۔“ وہ حیرت زدہ سی بولی چہرہ اٹھائے انہیں دیکھ رہی تھی۔

ہاں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے بے شک کیا وہ تمہیں اس میں سے ایک اچھا اور نیک دل شوہر نہیں دے سکتا، وہ تو وہ ذات ہے جو پتھر میں بھی کیڑے کو رزق دیتا ہے ہم تو پھر اشرف المخلوقات ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ بھی اسکی چاہت میں خوش رہو یعنی اسکا ذکر کرو نماز ادا کرو، قرآن پڑھو تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب ملیں گئے کوشش تو کر کے دیکھو۔ انہوں نے اسکے بال سمیٹتے کہا پھر اس میں پرش چلایا اور بال چٹیا میں گھونڈھنے لگیں۔

”نانو کیا آپ وہ دعا پھر سے دہرایں گئی میں بھول گئی ہوں۔“ اسنے چہرہ انکی طرف موڑ کر معصومیت سے کہا۔

تو انہوں نے دوبارہ سے دعا پڑھی اور پھر بولیں۔ جب بھی نماز پڑھو تو سجدے میں سبحان ربی اعلیٰ کے بعد یہ دعا پڑھنا۔ ٹھیک ہے۔

تو وہ سمجھتی سر ہلا گئی اور وہ دعا بار بار پڑھنے لگی وہ نہیں جانتی تھی کہ کیوں پڑھ رہی ہے وہ لیکن وہ پڑھتی رہی۔

رات کا کھانا سلطان ہاؤس میں کھایا جانا تھا سب لوگ اس وقت وہاں موجود تھے۔

صارم اپنے فون میں مصروف ساڈائمنگ روم کے دروازے کے باہر کھڑا تھا۔

اور وہ آبیہ ہی کیا جو کسی کو سکون سے رہنے دے اسکے قریب سے گزرتے گزرتے اسے دھکا دیا اور تیزی سے احرام کے سامنے والی سیٹ سنبھالی، صارم نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا جو مسکرا کر ہاتھ ہلاتی اسے ہی دیکھ رہی تھی احرام نے بھی نفی میں سر ہلایا، فاریہ نے آبیہ کو گھورا جس پر اسکی گھوری کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا وہ مسلسل مسکراتی رہی۔ وہ خود آئیل مجھے ماروالا کام کر چکی تھی اور اب بیل کے مارنے کا انتظار تھا دیکھتے ہیں وہ کیا کرتا ہے۔

سب بڑے آپکے تھے کھانا شروع کیا گیا خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا جا رہا تھا کہ صارم عادت سے مجبور ہو کر بولا۔
”میں آپ سب سے کچھ عرض کرنے کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔“ اسنے اپنی جیکٹ درست کرتے بات شروع کی۔
”دادو کیا میں بولوں۔“ اسنے نور جہاں صاحبہ کو مخاطب کیا تو وہ بولیں۔

”صارم تم جانتے ہو کہ کھانا کھاتے وقت گفتگو نہیں کرتے۔“ انہوں نے اسے سمجھاتے کہا۔
”بس ایک بات۔“ اسنے ایک انگلی اٹھاتے کہا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی آبیہ ہونہہ کر کہ رہ گئی احرام سکون سے کھانا کھاتا رہا۔

تو خواتین و حضرات ہمارے گھر کی ایک لڑکی تو نکاح فائدہ ہو چکی وہ تو آپ سب جانتے ہیں لیکن اب باری ہے اگلی لڑکی کی جس کا کل رشتہ آیا تھا اور شاید جلد شادی کا بھی امکان ہے اس لیے آپ سب کو مبارک ہو وہ بلا ہمارے سروں سے ٹلنے والی ہے وہ لڑکی کوئی اور نہیں اس گھر کی لکشمی آبیہ سلطان ہے۔ اسنے کسی ریپورٹر کی طرح خبر نامہ پیش کیا تھا۔

سب نے اسے سخت گھوریوں سے نوازا تھا۔

احرام کا پلیٹ میں چلتا ہاتھ پل بھر کور کا پھر اس نے سرمئی آنکھوں سے اپنے سامنے بیٹھی آبیہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی احرام کا دیکھنا تھا کہ سرمئی پشم کے سٹولر کو سر پر اوڑھے بیٹھی آبیہ کا چہرہ پل میں گلابی سے سرخ ہوا تھا جھیل سی سیاہ آنکھوں میں احرام کے دیکھتے ہی دیکھتے نئی جھلکی پھر ایک آنسو ٹوٹ کر اسکے رخسار پر بہہ نکلا اس نے تیزی سے پلکیں جھکائیں اسے شدت سے اپنی اسکے سامنے بیٹھنے کی غلطی کا احساس ہوا۔

پھر وہ کرسی گھسیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی اور بنا کسی کو دیکھے باہر بھاگی احرام کی نظروں نے دروازے تک اسکا پیچھا کیا۔ سب نے صارم کو سختی سے گھورا جس میں احرام کی سنجیدہ اور غصیلی نظریں بھی شامل تھی اسے جانے کیوں آبیہ کا یوں رونا اچھا نہیں لگا تھا۔

وہ تو اس سے اس سب کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے تم مجھے گفٹ نہیں دے سکتی اور وہ نوٹس وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا بھوک ہی مر گئی تھی۔

”صارم بہنوں سے ایسے نہیں کہتے بیٹا تم بچے نہیں ہو سنجیدہ ہو جاؤ اب۔“ ”نور جہاں صاحبہ نے اسے سمجھاتے کہا۔“ ”دادو میں مذاق کر رہا تھا۔“ صارم شرمندہ نظر آتا تھا، میں اس سے بات کر کے آتا ہوں وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ ذرین، بچی کو کھانا کھلا دینا بھوکے پیٹ ناسونے دینا۔“ ”نور جہاں صاحبہ نے کہا تو ذرین سر ہلا گئیں۔

”بچے ہیں ایسے مذاق کرتے رہتے ہیں، ابھی دیکھنا پھر سے ویسے ہی ہو جائیں۔“ سلطان صاحب نے کہا تو سب نے اس بات میں سر ہلا دیا۔

احرام با مشکل وہاں بیٹھا پلیٹ میں چچ ہلاتا رہا۔

فاریہ کھانے کا وقت ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی تب تک صارم بات کر لے گا۔ اسنے سوچا۔

وہ اتنی سردی میں لان میں کھڑی تھی آنکھوں کے آنسو اب خشک ہو چکے تھے۔

چند لمحات بعد صارم اس کے قریب آکھڑا ہوا۔

”آبی ! ایم سوری“ یہ پہلی بار ہوا تھا صارم آبیہ سے معافی مانگ رہا تھا، ورنہ تو وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت سے مذاق اور طعنے کتے رہتے تھے۔

آبیہ نے دائیں طرف گردن موڑ کر صارم کو دیکھا جو شرمندہ نظر آ رہا تھا۔

”میں مذاق کر رہا تھا ہم پہلے بھی تو ایک دوسرے سے مذاق کرتے رہتے ہیں نالیکن آج تم ہرٹ ہوئی ہو تو اس کے لیے ”سوری“۔ اسنے اسے دیکھتے کہا جو بہت اداس نظر آ رہی تھی۔

آبیہ ہونٹ کاٹنے لگی ہم... میں زیادہ ہی ری ایکٹ کر گئی اسنے مسکراہٹ چھپاتے کہا اور تم اس رشتے کے بارے میں بات نہیں کرو گئے، میرا کوئی رشتہ وشتہ نہیں ہو رہا میں ابھی تم لوگوں کے سروں پر آفت کی طرح منڈلاتی رہوں گئی، جان نہیں چھوڑوں گئی بندر۔ وہ آخری لفظ کہتی اٹے قدم لینے لگی صارم بھی اسکی طرف بڑھا تھا... مجھے بندر نہیں بولا کرو اتنا ہینڈ سم کزن ہے تمہارا خدا کا خوف کرو مینڈکی۔

دیکھو تم مجھے پھر یہ کیوں بول رہے ہو ہاں۔ وہ اسکی طرف بڑھتی بولی تو صارم درمیانی دروازے کی طرف بڑھا کیونکہ آبیہ غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

”اوکے مینڈکی کسی تالاب کی تلاش میں نکلوا بنے۔“ وہ کہتا دروازہ عبور کر گیا تو آبِیہ پاؤں پٹخ کر رہ گئی مڑی تو فارِیہ سینے پر بازو لپیٹے اسے گھور رہی تھی۔

”کیا ہے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔“ آبِیہ نے اسے دیکھتے کہا۔

”یہاں تم دونوں اپنا ڈرامہ چلا رہے ہو اور ادھر جو ڈرامہ تم کر کہ آئی ہو جو صارم نے کیا ہے اس سب کا مطلب۔“ اسنے تیوڑی چڑھاتے کہا۔

”تمہیں تو پتا ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے بدلہ لیے بغیر نہیں رہ سکتے، میں نے اسے خود ہی چھیڑ دیا تھا تو ظاہر ہے وہ سب تو ہونا ہی تھا۔“ اسنے ساری بات بتاتے کہا۔

”یہ تم دن بادن کچھ چیخ ہوتی جا رہی ہو، جیسے اپنی غلطی ماننا، سوری بولنا اور بھی کافی عادات تمہاری بدل رہی ہیں، خیریت ہے نا۔“ فارِیہ نے بغور اسے دیکھتے کہا۔

”اچھی بات نہیں ہے کیا؟ انسان میں تبدیلی آنی چاہیے اچھی والی۔“ اسنے مسکراتے کہا۔

”اچھا جی بڑی جلدی تبدیلی آگئی ہے، اتنے سالوں سے تو آئی نہیں تھی اب دو.. تین مہینوں میں ہی آگئی ہے ماشاء اللہ، اللہ نظر بد سے بچائے۔“ فارِیہ نے طنز آگاہا تو آبِیہ منہ بناتی اسے گھور گئی۔

”وہ نامیں جذبات میں آکہ وہاں سے اٹھ تو آئی تھی لیکن اب نا بڑی بھوک لگی ہوئی ہے مجھے۔“ آبِیہ نے پیٹ پکڑتے کہا تو فارِیہ اسکا بازو کھینچتی اندر لے گئی۔

”زیادہ اداس ہیر و سن نہیں بننا تھا نا پہلے اب چلو کھانا کھاؤ۔“ فارِیہ اسکا بازو کھینچتی اندر لے گئی اب اسے اندر جاتے بڑی ہنسی آرہی تھی۔

وہ منہ پہ ہاتھ رکھتی مسکراہٹ روکنے کی تگ و دو کرتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

.....

کھانا ختم ہونے کے بعد ابھی سب میز پر ہی موجود تھے۔ آبیہ اور صارم وہاں نہیں تھے۔

”کیا سچ میں تم لوگ آبیہ کی شادی کرنا چاہ رہے ہو۔“ نور جہاں صاحبہ نے سنجیدگی سے سلطان اور ذرین کو دیکھتے پوچھا۔

”نہیں اماں جان ہم نہیں کر رہے ابھی دو۔۔ تین سال تک، ابھی اسے پڑھنا ہے۔“ سلطان صاحب نے جواب دیا تو نور جہاں کے ساتھ ساتھ باقی سب نے بھی تائید اُسرا دیا احرام بھی گہرا سانس لے گیا۔

فاریہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

.....

احرام سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا کہ پیچھے سے وجاہت صاحب کی آواز آئی۔

”احرام بات سنو!“ انہوں نے سنجیدگی سے اسکی پشت کو دیکھتے کہا تو وہ انکی طرف مڑا۔

”جی بابا بتائیے“ وہ انکی طرف تیزی سے بڑھا۔

”آج کیا تاریخ ہے۔“ انہوں نے اسکے چہرے کو دیکھتے پوچھا۔

”۱۹ جنوری۔“ اسنے چہرہ جھکاتے ہونٹ بھینچتے کہا۔

”آج پھر تم وہی کر رہے ہو نا جو سالوں سے کرتے آرہے ہو ، نظریں چرانا، کترانا بات نا کرنا۔“ انہوں نے اسکے مقابل کھڑے ہوتے کہا۔

”نہیں بابا مجھے لگا آپ ناراض ہیں ابھی بھی بس اس لیے۔“ اسنے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر بولا۔

”ہاں اور تمہیں ساری عمر منانا بھی نہیں آئے گا ، چاہے میں جتنا مرضی ناراض رہوں ہے نا۔“ انہوں نے زرا غصے سے کہا تو وہ جلدی سے انکے قریب آیا۔

”نہیں بابا ایم سوری، آئی لویو بابا، میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے۔“ وہ انکے گلے لگتا بولا۔

”۲۹ سال کے ہو گئے ہو ، اب بس کرو شادی نا کرنے کی ضد چھوڑو اور اپنا گھر بساؤ۔“ انہوں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

”صحیح کہ رہا ہے وجاہت میرے بچے کب تک خوشیوں کے خود تم تک آنے کا انتظار کرتے رہو گئے، خوشیاں تلاش کی جاتی ہیں چھوٹی چھوٹی چیزوں میں یہی تو نام ہے زندگی کا۔“ نور جہاں صاحبہ نے اسکا بازو تھامتے کہا تو وہ سر ہلا گیا۔

”چلو مجھے کمرے میں لے چلو“ انہوں نے کہا تو وہ بابا کو دیکھتا گرینی کو کمرے میں لے جانے لگا۔

وہ کمرے میں آکر بیڈ پر ڈھے گیا تھا گزرے ماہ و سال نے اسے بہت تھکا دیا تھا۔

یہ اسکی دسویں سالگرہ تھی، وہ بخار میں تپ رہا تھا اور اسکی چھوٹی بہن جو اس سے سات سال چھوٹی تھی وہ دودھ کے لیے رو رہی تھی، لیکن اسکی ماں کو اس وقت انکی کوئی فکر نہیں تھی وہ اپنے فون پر مصروف اپنی کسی دوست سے ترکش میں بات کر رہی تھی سر مئی آنکھوں میں الجھن تھی۔

”لیلا! کمال مجھ سے بہت محبت کرتا ہے میں اب اور وجاہت کے ساتھ نہیں رہ سکتی اسنے مجھے دیا ہی کیا ہے۔“ اسنے نخوت سے کہہ کر سر جھٹکا۔

”تو تمہارے بچوں کا کیا ہو گا تمہیں انسے بھی تو محبت ہے نا انکے بغیر کیسے رہو گئی میرا۔“ لیلا نے طنز آگاہا تھا۔ ”مجھے نہیں معلوم کیا ہو گا صرف میری ذمہ داری نہیں ہے بچوں کو سنبھالنا وجاہت صبح جاتا ہے اور رات کو آتا ہے، سارا دن میں بچوں کو سنبھالتی رہتی ہوں اسکی چھوٹی سی نوکری سے میرا گزارا نہیں ہوتا، میں نے اپنے امیر باپ کو کیسے منایا تھا اس سے شادی کے لیے یہ میں ہی جانتی ہوں، انہوں نے مجھے بہت کہا تھا کہ یہ تمہیں وہ سب نہیں دے سکتا لیکن میں نہیں مانی... اور اب اب وہی ہو رہا ہے، میں تگ آگئی ہوں وہ یہی کہتا رہا ہے بس کچھ دن انتظار کر لو ہمارے حالات بدلنے والے ہیں لیکن پھر وہی سب۔“

وہ پھٹ پڑی تھی کوئی اسے سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔

”لیکن اس سب میں بچوں کا کیا قصور ہے تمہاری چھوٹی سی بیٹی ہے وہ تمہارے بغیر کیسے رہے گی اور احرام وہ تو سب سمجھتا ہے وہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا، کیوں تم اپنی زندگی خراب کرنا چاہتی ہو۔ وجاہت نے اپنے گھر والوں کے خلاف جا کر تم سے شادی کی تھی، ہمیشہ تمہاری خواہشیں پوری کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔“ لیلا نے ہمیشہ کی طرح اسے سمجھاتے کہا تھا وہ اسکی یونیورسٹی کے زمانے کی دوست تھی اور ہمیشہ سے اس سے رابطے میں رہی تھی وہ سب جانتی تھی اسکے اور وجاہت کے بارے میں۔

تم وجاہت کا ساتھ دیتی رہو مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ وہ کہتی کال کاٹ گئی سر مئی آنکھوں میں غصہ ہلکورے لے رہا تھا اب وہ ایک اور نمبر پر کال کرنے لگی چند سیکنڈز کے بعد کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

ہیلو! کمال کہاں ہو تم، تم نے مجھ وعدہ کیا تھا کہ میں جب تک طلاق نہیں لے لیتی وجاہت سے تم مجھے الگ اپارٹمنٹ لے دو گئے۔ اسنے چھوٹے ہی جیسے تصدیق چاہی۔

”ہاں یار میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا، تم بتاؤ کیسی ہو؟ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، کیا ہم مل سکتے ہیں؟“ اسنے اسکی پہلی بات نظر انداز کرتے کہا تھا۔

”ہاں شام میں ملتے ہیں۔“ اسنے مسکراتے ہوئے کہا۔

مام! خراب گلے جیسی آواز گونجی تو میرا نے مڑ کر دیکھا احرام سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

”کس سے بات کر رہی ہیں آپ اور بابا سے ڈائیورس کیوں لے رہیں ہیں۔“ اسنے زرا اونچی آواز میں کہا تو میرا نے ایک نظر اسے پھر فون کو دیکھا۔

”میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔“ اسنے کہہ کر کال کاٹی اور پھر اسکی طرف بڑھی۔

”کیا تمہیں یہ سکھایا گیا ہے کہ جب کوئی کال پر بات کر رہا ہو تو اسے ڈسٹرب کیا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ وہ کس سے اور کیا بات کر رہا ہے۔“ اسنے اسے غصے سے گھورتے کہا تھا۔

اسکی ماں اب اس سے ایسے ہی بات کرتی تھی پچھلے دو سال سے وہ یہی کر رہی تھی وہ دونوں بچوں کو بوجھ سمجھتی تھی اور اب تو ہاتھ بھی اٹھانے لگی تھی۔

وہ پہلے بھی اسکی ایسی گفتگو سن چکا تھا۔

”آپ انہی انکل سے بات کر رہیں تھیں نا اور آپ اب ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں ایسا کیوں کر رہیں ہیں آپ ، آپ تو ہماری مام ہیں نا ہمیں چھوڑ کر کیوں جائیں گئی۔“ احرام نے سرمئی آنکھوں میں آنسو لیے کہا۔

”ہاں میں چلی جاؤں گئی کیوں کے تم لوگوں نے میرا جینا حرام کر رکھا ہے پچھلے گیارہ سال سے میں یہ سب برداشت کر رہی ہوں۔“ اسنے چلاتے ہوئے کہا وہ اب بھی ویسی ہی خوبصورت تھی جیسی گیارہ سال پہلے تھی، احرام ہو بہو اپنی ماں کی طرح دکھتا تھا۔

”بابا کہتے ہیں ماں باپ ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں وہ چھوڑ کر نہیں جاتے اور آج تو میرا بڑا ڈر ہے کیا ہم وہ بھی سیلیبریٹ نہیں کریں گئے۔“ اسنے معصومیت سے کہا تو لمحے بھر کو میرا کا دل کیا اسے خود میں پھینچ لے لیکن وہ پتھر بنی رہی، نہیں اسے یہاں نہیں رہنا اسے نئی زندگی شروع کرنی ہے اپنی تمنائیں اور ہوا ہشیں پوری کرنی ہے بس اب بہت ہو گیا۔

”سب ماں باپ ساتھ نہیں رہتے کچھ چھوڑ بھی جاتے ہیں۔“ اسنے بنا اسے دیکھے کہا اور کمرے کی طرف بڑھی کمرے میں ”ارحاً“ رو رو کر سوچکی تھی اسنے الماری کھولی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی چند لمحوں میں وہ کمال کو فون کر کہ بھی بلا چکی تھی ، احرام با مشکل اپنے پیروں پہ کھڑا تھا اسے سخت بخار تھا وہ دیوار کے سہارے کھڑا اپنی ماں کی کاروائی دیکھ رہا تھا دروازے پر دستک ہوئی تو وہ تیزی سے دروازہ کھولنے لگی سامنے ہی سوٹڈ بوٹڈ ساخو شکل پینتیس چھتیس سالہ آدمی کھڑا مسکرا کر میرا کو دیکھ رہا تھا۔

اسنے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

احرام نے ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالی اور اپنی بہن کو دیکھنے لگا جو سوئی ہوئی تھی۔

شام ہونے والی تھی اور سردی بھی بڑھ رہی تھی اسنے بامشکل قدم اٹھاتے ار حا پر لحاف ڈالا تھا۔

وہ پچھلے دو سال سے اس آدمی کا اپنے گھر آنا دیکھ رہا تھا وہ ہمیشہ دن میں آتا اسکی ماں سے باتیں کرتا اور اسکی ماں ہمیشہ اسکو اپنے دکھ سناتی رہتی اور روتی رہتی تھی۔ ”کیسے ہو بچے“ کمال نے اسکے بالوں کو چھوتے پوچھا تو احرام نے سخت غصیلی نظر اس پر ڈالی اور اسکا ہاتھ جھٹکا۔

”آئم ناٹ آچائلڈ مسٹر ڈونٹ ٹچ میں اگین“ احرام نے سرمئی آنکھوں میں غصہ لیے کہا تو کمال نے حیرت اور میرا نے غصے سے اسے دیکھا۔

”یہ کیسے بات کر رہے ہو تم احرام“ میرا نے اسکا بازو کھینچتے کہا تو احرام نے اسے دیکھا اور پھر بولا۔

”آپ انکی وجہ سے ہمیں چھوڑنا چاہتی ہیں نا تو جائیں۔“ اسنے چہرہ موڑتے کہا۔

میرا نے اسکا بازو چھوڑ دیا اور بیگ کی زپ بند کرنے لگی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے بھی مجھے جانے کو کہا تھا۔“ وہ سارا الزام اسکے سر رکھتی ایک نظر ار حا کو دیکھتی ہونٹ کاٹتی کمال کے ساتھ باہر نکل گئی۔

پچھے دس سالہ احرام وہیں زمین پر بیٹھ کر خالی نظروں سے اپنے اس گھر کو دیکھنے لگا جہاں انہوں نے ایک ساتھ بہت سے خواب بئے تھے پھر ایک دم ہی وہ ہچکیوں اور سسکیوں سے رونے لگا۔

وہ جانتا تھا کہ اب وہ ساری رات وہ سب ہی سوچتا رہے گا جو کہ اسکی زندگی کی ایک تلخ حقیقت تھی۔

جس کے بعد سے وہ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا اسے زندگی میں کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔*****

سوموار کا دن تھا۔ سب لوگ ناشتے کی میز پر موجود تھے۔

آج صبح ہی صبح آبیہ پر کچھ بنانے کا بھوت سوار تھا وہ فاریہ کو بھی گھسیٹ لائی تھی نانو کی کل کی باتوں کا اس پر کچھ زیادہ ہی اثر ہو گیا تھا۔

وہ کچن میں آئیں تو ملازمہ ناشتے کی تیاری کر چکی تھی اب ناشتہ بنایا جانا تھا جو کہ گھر کی خواتین خود بناتیں تھیں۔

”آبی تم آج ایگز بوائیل کر لو پھر صبح ایگز فرائی کرنا سیکھ لینا اوکے۔“ اسنے کہتے ہوئے تصدیق چاہی۔

”جی نہیں میں فرائی کرنا، آلیٹ بنانا، بوائیل کرنا اور پراٹھا بنانا سب سیکھوں گئی۔“ اسنے ناک پھینچتے کہا۔

”نہیں تم ایسا کرو ریسپی بک لو اور اسے گھول کر پی لو ایک ہی دن میں سب سیکھ جاؤ گئی۔“ فاریہ نے مسکراہٹ دباتے کہا تو آبی اسے گھور گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”تمہیں سب آتا ہے نا اسی لیے مذاق اڑا رہی ہو میرا“ آبیہ نے ناک پھلاتے کہا تو فاریہ کھکھلا دی۔

”پاگل ہو تم بھی، اچھا دھر آؤ ڈرامے بند کرو اور انڈے ابالنے کے لیے رکھو۔“ فاریہ نے اسے کھینچتے کہا تو وہ اسکا بتایا کام کرنے لگی۔

انڈے فرائی کرنے کی باری آئی آبی فرانگ پین میں انڈے کا آمیزہ ڈالنے کے بعد دیوار کے ساتھ آہ.. کرتی لگ گئی تھی کہ آئل کی چھینٹیں پڑ رہیں ہیں۔

”یہاں آؤ تم نے تو ابھی اور بھی بہت کچھ سیکھنا تھا۔“ فاریہ نے کہا اور اسے بازو سے کھینچا۔

”یار اتنی چھینٹیں پڑ رہی ہیں تم کیسے کرتی ہو یہ، کتنا مشکل ہے کو کنگ کرنا... اللہ کیسے سکھاسب نے۔“ وہ حیرانگی اور بے چارگی سے بولی تھی۔

بچن میں اب ثانیہ اور حاجرہ بیگم آگئیں تھیں۔

پھر بڑی مشکل سے آبیہ نے صرف انڈے ہی فرائی کیے جو کے آدھے جلے ہوئے تھے اور کچھ کچھ کھانے لائق تھے۔

احرام میرے بچے کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری، آنکھیں کیوں سو جھی ہوئیں ہیں، سوئے نہیں رات میں۔ نور جہاں صاحبہ نے بہت سے سوالات ساتھ کیے تھے۔

نہیں وہ رات بھر کام کرتا رہا ہوں شاید اسوجہ سے آنکھیں سو جھی ہوئیں ہیں۔ احرام نے انکو ٹالتے کہا آبیہ جو آتے ہی اسکی سو جھی اور سرخ آنکھیں دیکھ چکی تھی اسے اسکی بات پر یقین نا آیا تھا۔

”یوں ساری ساری رات کام کرنا صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا بیٹے، آج کے بعد میں یہ ناسنوں کے تم ساری رات کام کرتے رہے ہو، سنا تم نے اپنی زندگی کی طرف بھی توجہ دو۔ نور جہاں بیگم نے سختی سے اسے کہا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

”یہ آج انڈوں پر کون ظلم و ستم کرتا رہا ہے، بچاروں کی شکلیں ہی بدل گئی ہیں جیسے انہیں تڑپا ترپا کر مارا گیا ہو۔“ صارم نے اپنی پلیٹ میں موجود انڈے کو دیکھ کر دوسروں کی پلیٹس میں بھی نگاہ دوڑاتے کہا۔

”تو تم نے بنا لینے تھے آکہ باتیں کیسے سنارہا ہے، خود بنانا پڑے نا کھانا پھر پتا چلے کتنا مشکل کام ہے ہو نہ۔“ آبیہ کو تو تپ ہی چڑھ گئی تھی اسکی بات سن کے ایک تو اتنی چھینٹیں پڑیں تھی ہاتھوں پہ ابھی بھی جلن محسوس ہو رہی تھی اوپر سے وہ باتیں سنارہا تھا آیا ہوا نہ۔

اودہ.. میں سمجھ گیا یہ تمہارا ہی کام ہو سکتا ہے تم ہی اتنا فرسٹ کلاس کھانا بنا سکتی ہو کمال کر دیا تم نے ایک ہی نوالہ لیا تھا حلق کڑوہ ہو گیا ف۔ اسنے برا سامنہ بناتے کہا۔

“برای بات صارم ابھی آج پہلے دن آبی نے بنایا ہے کچھ، پہلی بار تو اس سے بھی برا ہوتا ہے اسنے تو پھر بھی اچھی کوشش کی ہے۔” حاجرہ بیگم نے کہا تو آبیہ نے فخر سے کندھے اکڑائے۔

“ہاں صحیح کہہ رہی ہے حاجرہ آج آبی کا پہلا دن تھا آہستہ آہستہ سب سیکھ جائے گی وہ پھر تم ہی اس سے فرمائشیں کرو گئے اچھے اچھے کھانے کی۔” نور جہاں صاحبہ نے کہا تو صارم اور آبیہ نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ساتھ ہی بولے۔

میں اسے کچھ نہیں بنا کر دوں گی، میں اسکے ہاتھ کا کچھ نہیں کھاؤں گا۔ وہ دونوں ساتھ بولے تو سب نے بے اختیار نفی میں سر ہلائے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

احرام بامشکل انڈہ حلق سے اتارنے لگا۔

اسلام آباد میں آج بہت اچھی دھوپ نکلی تھی۔ اتنے دن کی سردی کے بعد دھوپ کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔

احرام اور امن اس وقت احرام کے آفس میں موجود تھے، احرام امن کو اپنے خوابوں کے بارے میں بتا رہا تھا کہ کیسے کیسے خواب آتے ہیں اسے پھر انہی خوابوں سے ملتا جلتا کچھ نا کچھ ہوتا ہے اور ہوتا بھی آبیہ کی طرف سے ہے ایسا کیوں ہے وہ خاصہ پریشان تھا۔

”کیا تم اپنی اس کزن کے بارے میں بہت زیادہ سوچتے ہو کیوں کے غموماً تو خواب تب ہی آتے ہی جب ہم اس انسان کے بارے میں بہت زیادہ سوچ رہے ہوں۔“ اسنے بغور اسکو دیکھتے کہا۔

”نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بھلا کیوں سوچنے لگا اس کے بارے میں۔“ احرام نے تیزی سے کہا۔
”اسکا مطلب ہے تم سوچتے ہو۔“ امن نے پیچھے کو ٹیک لگاتے کہا۔

”ہمم.. شاید تب جب وہ کچھ ایسا ویسا کر دے مطلب پہلی دفعہ اسنے میرے روم میں سوری کا کارڈ رکھا اور اب اسنے میری برتھ ڈے پر چھوٹا سا کیک ایم شیور فاریہ سے بنوایا ہو گا اور کل پھر میری گاڑی کی چابی کے ساتھ یہ کی چین لگا دیا۔“ اسنے کی چین اسکے سامنے کرتے کہا۔

”اوہ... یہ سب تو بہت آگئے جا چکا ہے اسکا مطلب ہے وہ صرف تم میں انٹر سٹڈ نہیں ہے بلکہ ... اسنے کچھ توقف کے بعد مسکراتے ہوئے کہا... ”بہت محبت کرتی ہے۔“

”نہیں یہ شاید اسکا بچپنا ہے تھوڑے وقت کے بعد وہ یہ سب بھول جائے گی۔“ احرام نے اپنا فون اٹھاتے لہجے کو عام بناتے کہا اس سے پہلے کہ امن جو اب کچھ کہتا ہیل کی ٹک ٹک کے ساتھ شانزے آفس کا گلاس ڈور دھکیلتے اندر داخل ہوئی تھی۔

”اوہ... ہیلو... کیسے ہو تم دونوں؟ صارم تم بھی یہیں ہو؟“ اسنے ٹیبل پر اپنا بیگ رکھتے کہا اور خود سینگل صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گئی بلکل احرام کے سامنے۔

”ہاں میں تو اکثر یہاں موجود ہوتا ہوں لیکن تم یہاں کیسے خیریت۔؟“ امن نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو شانزے بنا اثر لیے احرام کو دیکھنے لگی۔ ”میں نے تمہیں کتنے میسجز کیے اور کالز پھر اس دن تمہاری برتھ ڈے والی

رات بھی تمہیں ویش کیا لیکن تم نے کوئی رسیلائی نہیں دیا۔ ”اسنے اداسی سے کہا تو احرام سانس لے کر رہ گیا امن نے گلا کھنکھارا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”اوکے میں چلتا ہوں تم لوگ اپنا کانٹینیور کھو۔ ”امن نے احرام کو دیکھا تو وہ اسے گھور گیا امن باہر نکلا تو شانزے پھر بولی۔

”مجھے معلوم ہے اس بار بھی میں نے ہی سب سے پہلے تمہیں وش کیا ہو گا ہے نا۔ ”اسنے مسکراتے ہوئے ایک اداسے بالوں کو جھٹکتے کہا جیسے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ وہ اس وقت سفید کوٹ اور سفید ہی ٹراؤزرز میں ملبوس بالوں کو ہلکے سے کرل کیے ہوئے تھی۔

”نہیں.. اس بار آپ سے پہلے کسی اور نے کر دیا تھا۔ ”احرام نے افسوس سے نچلا ہونٹ بچوں کی طرح باہر نکالتے یہ بات کہتے اسکا چہرہ دیکھا جو اچانک ہی پھیکا پڑ گیا تھا۔

”کک.. کس نے کیا، کوئی لڑکی ہے کیا؟“

وہ یہ تو جانتی تھی کہ امن اور احرام ایک دوسرے کو ایسے مسیجز اور پارٹیز نہیں دیتے تھے احرام کے نزدیک یہ نہایت ہی غیر سنجیدہ، فضول اور بچگانہ حرکت تھی برتھ ڈے پارٹیز وغیرہ کرنا۔

”یہ پرسل ہے۔“

وہ جان بوجھ کر ایسا کہہ رہا تھا تاکہ وہ اسکے پیچھے بھاگنا چھوڑ دے۔

”کیا وہ جو کوئی بھی ہے ہماری فیملی سے ہے۔؟“

شانزے نے ہونٹ کاٹتے اسے دیکھا۔

”آپ اس بات کو چھوڑیں یہ بتائیں کیا لیں گئیں چائے یا کافی۔“ احرام نے لہجے کو عام بناتے کہا وہ یہ تو جان گیا تھا کہ سبین پھپھو نے اسے رشتے سے منع کرنے کی بات نہیں بتائی ورنہ وہ یوں اچھے موڈ میں اسکے سامنے نہ ہوتی۔

”نہیں اب میں چلتی ہوں مجھے ایک دوست سے ملنا ہے۔“ وہ بیگ اٹھاتی سنجیدگی سے بولی۔

”اوکے“ احرام نے اٹھ کر کندھے اچکاتے سنجیدگی سے کہا تھا۔

وہ ہیل کی ٹک ٹک کے ساتھ دروازے سے باہر نکل گئی یہ سوچتے ہوئے کہ وہ پتالگا کر رہے گئی کے وہ لڑکی کون ہے۔

صبح سو آٹھ بجے کا وقت تھا احرام اپنی گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا کسی سے کال پر بات کر رہا تھا، ابھی وہ پلٹا ہی تھا کہ

آبیہ ہاتھ اسکی طرف پھیلائے کھڑی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

احرام نے نے حیرانگی سے اسکے ہاتھ اور پھر اسکے چہرے کو دیکھا جو کہ اس وقت سنجیدگی سے بھرپور تھا۔

”کیا؟“ احرام نے آبرو اٹھاتے کہا۔

”میرا گفٹ“۔ بڑے مان سے کہا گیا۔

”کیسا گفٹ“۔ اسنے آنکھیں چھوٹی کرتے اُسے دیکھ کر کہا۔

”میرا برتھ ڈے گفٹ آج فرسٹ فروری ہے اور میں انیس سال کی ہو گئی ہوں“۔ اسنے منہ بناتے کہا۔

”اوہ... سلی گرل.. میرے پاس ان فضول کاموں کے لیے وقت نہیں ہے۔“ اسنے گاڑی کی طرف بڑھتے کہا۔

”میں نے آپ کو گفٹ دیا تھا تو پھر آپ نے وہ کیوں پاس رکھا، اگر یہ فضول کام ہے تو؟۔“ اسنے منہ بناتے ایک ہاتھ کمر پر لٹکاتے لڑکا عورتوں کی طرح سوال کیا۔

”کیوں کہ وہ میرے نام کا تھا اور اگر وہ آپ اپنے پاس رکھتیں تو سب کے سوالوں کے کیا جواب دیتیں۔“ اسنے مضبوط جواز پیش کرنے کی کوشش کی۔

”اچھا ٹھیک ہے آج نہیں دیں گئے تو رزلٹ کا تو دیں گئے نا۔“ اسنے معصومیت سے ہارمانتے سوال کیا۔

وہی سو بار کی ہوئی بات پھر سے دہرا رہی تھی وہ اسنے نفی میں سر ہلایا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا وہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلتی درمیانی دروازہ عبور کر گئی، فاریہ کی یونیورسٹی سٹارٹ ہو گئی تھی اور آبیہ پھر سے اپنے گھر لوٹ آئی تھی البتہ وہ آج کل کو کنگ سیکھ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آبیہ کے لیے آیا ساہل کے رشتے سے ذرین انہیں منع کر چکیں تھیں کہ ابھی آبیہ پڑھنا چاہتی ہے۔

ابھی وہ چھوٹی ہے اور دو تین سال تک ہم اسکی شادی نہیں کریں گئے۔

انہوں نے نکاح پر زور دیا کہ ابھی نکاح کر لیں پھر جب چاہیں رخصتی کر لیجیے گا لیکن انہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ ابھی وہ اس قابل نہیں ہوئی کہ کسی بھی رشتے کی ذمہ داری اپنے سر لے سکے۔

انکے بہت اصرار کرنے پر ذرین بیگم نے یہ کہہ کر بات ختم کی تھی کہ جب اسکی پڑھائی ختم ہو جائے گی تب آپ بات کیجیے گا۔

آبیہ کارزلٹ آنے میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ ساری فرینڈز کانفرنس کال پر تھیں اور رزلٹ کے بعد پارٹی وغیرہ کا پلان بن رہا تھا۔

”یہ ناہو فیل ہو کہ بیٹھی ہوں اور پارٹیاں کرنے کے پلانز بن رہے ہیں۔“ ہادیہ نے کہا تو سب سمیت آبیہ بھی چیخی تھی

”منہ اچھانا ہو تو بندہ بات ہی اچھی کر لیتا ہے۔“ لاریب نے کہا تھا۔

آبیہ تو فیل ہونے کے سب سے بڑے نقصان کہ بارے میں سوچ رہی تھی، یعنی احرام اسے گفٹ نہیں دے گا اللہ... یہ کبھی ناہو، وہ تو خواب میں بھی یہ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

”بد تمیز شرم نہیں آتی کسی کا دل دکھاتے ہوئے۔“ آبیہ نے ہادیہ کو مخاطب کرتے کہا۔

”ہیں اس میں دل دکھانے والی کون سی بات آگئی تم بھی آج کل پتا نہیں کیا کیا بولتی رہتی ہو۔“ لاریب نے کہا تو سب کھی کھی کرنے لگیں۔

وہ ہونٹ بھیچ کر رہ گئی۔

پھر وہ اس سے احرام کے بارے میں پوچھنے لگیں آبیہ برا سا منہ بناتی بات بدل دیتی۔

دل البتہ ہمیشہ اسکا ذکر چاہتا تھا لیکن وہ ان میں سے کسی کی زبان پر کیا دنیا کی کسی بھی لڑکی کی زبان سے اسکا نام نہیں سننا چاہتی تھی۔

وہ چاہتی تھی صرف وہی اسکا نام لے اور کوئی اسکے بارے میں سوچے بھی نا۔

اور پھر رزلٹ کا دن بھی آگیا اور آبیہ سلطان نے ہمیشہ کی طرح بہت اچھے گریڈز لیے تھے لیکن سب سے زیادہ خوشی اسے میتھس کی تھی جس میں بھی اسکا اے پلس گریڈ تھا وہ خوشی سے چیختی تھی بہت۔

اور احرام کو اس پل اسنے بہت مس کیا تھا لیکن وہ اس وقت گھر نہیں تھا۔

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی تھی لیکن احرام نہیں آیا تھا اسنے فاریہ سے کہا تھا کہ نانو سے پوچھ کر بتائے صبح سے دیکھا ہی نہیں تھا اسے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

چند منٹ بعد اسکا میسج ملا تھا کہ احرام بھائی صبح سات بجے کی فلائٹ سے کراچی گئے ہوئے ہیں اور یہ نہیں معلوم کب لوٹیں گئے۔

اسنے بے دلی سے فون پرے کیا اور اداسی سے بیٹھ گئی ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ فون بجنے لگا اسنے فاریہ کی کال سمجھ کر بنادیکھے فون کان سے لگایا تھا۔

وہ منہ بنائے خاموشی سے فون کان سے لگائے بیٹھی رہی اسی خیال میں کہ فاریہ خود بولے۔

”پھوٹ بھی دواب“ جب دوسری طرف سے بھی کوئی آواز نا آئی تو وہ غصے سے بولی۔

اسلام علیکم!

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بھاری مردانہ آواز فون کے سپیکر سے گونجی۔

اسنے کان سے فون ہٹا کر سکریں دیکھی جس پر زیبائش لکھا تھا یعنی زیبائش بھابی کے نمبر سے کال آرہی تھی لیکن یہ بول کون رہا تھا۔

”کون“ اسنے ابلے لبلے کونار مل رکھتے پوچھا۔

”ساہل سلیمان“ مسکراتا ہوا لبلہ تھا۔

”آپ نے کیوں کال کی“ اسنے سختی سے پوچھا۔
وہ آپ کا واٹس ایپ سٹیٹس دیکھا تھا، آپا آئی ہوئی ہیں نا آج کل تو وہ بتا رہیں تھیں کہ آپ کے گریڈز بہت اچھے آئے ہیں تو سوچا آپ کو مبارک دے دوں۔ اسنے تفصیلاً بتایا۔

”بہت شکریہ، اوکے اللہ حافظ“ وہ سنجیدگی سے کہہ کر کال کاٹنے ہی والی تھی کہ وہ تیزی سے بولا۔

”ایک آخری بات، آپ نے میرا پروپوزل ریجیکٹ کیوں کیا۔“ ابلے اسنے سنجیدگی اور اداسی سے پوچھا تھا۔

”میں ریجیکشن کا حق رکھتی ہوں چاہوں تو بلا وجہ بھی ریجیکٹ کر سکتی ہوں، لیکن میرے پیرینٹس نے آپ کو وجہ تو بتا ہی دی ہوگئی یقیناً۔“ اسنے سنجیدگی سے کہا تھا۔

”اگر دو تین سال بعد میں دوبارہ رشتہ بھیجوں تو کیا ایکسیپٹ کر لیا جائے گا۔“ اسنے التجائیہ انداز میں کہا تھا لمحے پھر کو وہ خاموش ہوگئی تھی۔

”یہ میرے پیرنٹس کا فیصلہ ہوگا، اور مجھے امید ہے آپ مجھے دوبارہ ڈسٹرب نہیں کریں گئے۔“ اسنے سختی سے ختمی انداز میں کہتے کال کاٹ دی۔

پیچھے ہی پڑ گیا ہے، دماغ خراب کر کے رکھا ہے ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے۔ ”وہ بڑبڑاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی کہ پیچھے سے سلطان صاحب کی آواز آئی۔

”کیا ہو گیا ہماری بیٹی کو اتنا غصہ کس پر آرہا ہے۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ واپس مڑتی سیڑھیاں اترتی ان کے قریب آئی تو انہوں نے اسکا ہاتھ چوما اور ساتھ لگایا۔

”یہ رہا وعدے کے مطابق ہماری بیٹی کا تحفہ“ انہوں نے ہاتھ میں پکڑا چھوٹے سائز کا شاپنگ بیگ اس کے سامنے کیا۔



اور وہ جانتی تھی کہ اس میں کیا ہو سکتا ہے۔

”میرا فون ہے نا“ اسنے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”خود ہی دیکھ لو۔“ انہوں نے کہا۔

”میں فاریہ کے ساتھ دیکھوں گئی۔“ اسنے کہا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہلادیا۔

”باباجان وہ نا ... میری ساری فرینڈز پارٹی کا سوچ رہی ہیں ایک دو دن میں، کیا میں چلی جاؤں؟ زریش کے گھر جانا ہے۔“

اسنے اجازت چاہی تو سلطان صاحب نے چند لمحے خاموشی کے بعد ہاں میں سر ہلادیا۔

”لیکن واپس جلدی آئیے گا، شام سے پہلے ٹھیک ہے، جاؤ اب آرام کرو جا کر۔“ انہوں نے تاکید کرتے کہا تھا۔
وہ سر ہلاتی سیڑھیاں چڑھ گئی، دل ابھی بھی اداس تھا۔

.....
اگلے دن دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی وہ کہ چوکیدار دو پارسل لے کر آیا کہ اسکے نام کے پارسلز آئے ہیں اسنے حیرت سے انہیں دیکھا۔

”کون دے کر گیا؟“ اسنے حیرت سے سوال کیا۔

”بیٹے کوریرو والا تھا“ انہوں نے کہا اور واپس مڑ گئے۔

وہ حیرت سے دونوں ڈبوں کو دیکھنے لگی جس پر کوریئر کمپنی کی مہر لگی تھی۔

اس نے سب سے پہلے فاریہ کو کال کر کہ بلایا، کل سے احرام گھر نہیں تھا تو وہاں جانے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔

”تم نے کچھ منگوایا تھا کیا؟“ ذرین بیگم نے کچن سے نکلتے پوچھا۔

”نہیں امی مجھے لگتا ہے میری فرینڈز میں سے کسی نے بھیجا ہے کوئی گفٹ۔“ اسنے کچھ سوچتے کہا۔

تبھی فاریہ لاؤنج میں داخل ہوئی اور پھر وہ دونوں ذرین سے کچھ باتیں کرنے کے بعد ڈبے اٹھاتی سیڑھیاں چڑھ گئیں۔

”مجھے دیکھانا کیا بھیجا ہے تمہاری دوست نے“ انہیں بھی تجسس ہوا (اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا چلو ابھی

پتا چل جائے گا کیا ہے۔) انہوں نے سوچا اور کمرے میں چل دیں۔

وہ کمرے میں آکر دونوں ڈبوں کو گھورے جارہیں تھیں۔

”اب کھول بھی چکو بم نہیں ہے اس میں کوئی۔“ فاریہ نے اسے دیکھا تو بولی۔

”یار سچ میں کھول دوں نا بڑا عجیب سالگ رہا ہے۔“ آبیہ نے اضطرابی کیفیت میں گال کی اندرونی جلد کاٹتے کہا۔

”کھولو جلدی اب نہیں انتظار ہو رہا مجھ سے۔“ فاریہ نے اسے دھکیلتے کہا تو وہ سے گھورتی ڈبوں کے قریب بیٹھ گئی۔

اسنے پہلا ڈبہ کھولا اسکے اندر سے سفید قدرے چھوٹا ڈبہ نکلا جس پر گلابی ربن بندھا ہوا تھا، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت زدہ نظروں کا تبادلہ کیا۔

پھر آبیہ نے اسکا اپری ڈھکن ہٹایا تو اندر پانچ مختلف اور لائیٹ کلرز کے خوبصورت سکارف رکھے گئے تھے اور انکے اوپر ہی چھوٹا سا خوبصورت سا کارڈ رکھا تھا اسنے کسی سحر کے زیر اثر وہ کارڈ اٹھایا جس پر

”it’s your birthday gift“ خوبصورت رائٹنگ میں لکھا تھا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

میری برتھ ڈیٹ تو تقریباً تین مہینے پہلے کا ہے اور اب تو اپریل کا مہینہ ہے اسنے ماتھے پر بل ڈالے فاریہ کو کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

پھر وہ تیزی سے دوسرے ڈبے کی طرف بڑھی اور اسکو کھولنے لگی جس کے اندر سے بھی ایک اور دوسرے ڈبے سے بڑا ڈبہ برآمد ہوا اسنے دھڑکتے دل سے اسکا ربن والا ڈھکن اٹھایا اندر سفید رنگ کا لباس تھا یا کیا وہ نہیں جان سکی

اسکے اوپر ہی خوبصورت سا کارڈ رکھا تھا جس پر اُسی خوبصورت رائٹنگ میں ”it’s your best result“

”gift“ لکھا تھا اسنے کارڈ رکھتے اندر موجود جسے وہ لباس خیال کر رہی تھی اسے باہر نکالا۔

باہر نکالنے پر علم ہوا کہ وہ ایک نہایت خوبصورت ساعیبا ہے ، سفید رنگ کا وہ عیبا بہت خوبصورت اور نفیس لگ رہا تھا۔

”یہ سب کک.. کس نے بھیجا ہو گا۔“ اس نے حیرانی اور خوف سے خود کو کہتے سنا۔

”تمہیں کون لگ رہا ہے۔“ فاریہ نے اس کا چہرہ دیکھتے پوچھا۔

”مم... مجھے ہاں وہ... کل سابل کی کال آئی تھی وہ مجھے زلٹ کی مبارک دے رہا تھا اور پرپوزل کیوں ریجیکٹ کیا اس بارے میں پوچھ رہا تھا میں تمہیں بتا ہی نہیں سکی شاید اس نے ہی بھیجا ہے یہ سب۔“ اس نے تیزی سے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فاریہ نے بھی تائید اگھا۔

”اب امی کو کیا کہوں گئی۔“ اس نے منہ پر ہاتھ پھیرتے کہا۔

ابھی فلحال یہی کہنا کسی دوست نے بھیجا ہے لیکن اس سابل کا بندوبست بھی کر لیتے، پہلے ہمیں کنفرم ہو جائے کہ وہ سابل ہی ہے پھر ، اگر دوبارہ سے ایسا کچھ ہو تو بابا کو بتادینا اور فاران کو بھی وہ ہینڈل کر لیں گئے۔ اس نے سمجھاتے کہا تو آبیہ نے سر ہلادیا۔

”اچھا ایسا کرتے ہیں تم ایل ای سی میں اپلائی کرو سکا لرشپ کے لیے ، دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے تمہارا ایڈمیشن ہو جائے۔“

”نہیں مجھے نہیں کرنا میں اب نہیں جانا چاہتی کہیں بھی۔“ اس نے ناخن سے قالین کو کھرچتے کہا۔

”مجھے پتا ہے کیوں نہیں جانا چاہتی لیکن اپلائی کرنے میں کیا جاتا ہے چلو اٹھو آؤ ادھر۔“ اسنے اسکا دیہان بٹانے کے لیے کہا جانتی تھی وہ پریشان ہو گئی ہے۔

اسنے بے دلی سے اٹھ کر آئی پوڈ قریب کیا اور پھر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں وہ دونوں دو یونیورسٹیز میں اپلائی کر چکیں تھیں اور جس یونیورسٹی میں پڑھنے کا خواب تھا اُس میں اپلائی کیا ہی نہیں تھا۔

اس ایک انسان کے لیے وہ اپنے خواب چھوڑنے کے لیے تیار تھی لیکن وہ تو اس کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔

اسنے اداسی سے سوچا تھا۔

وہ اپنی سترنگی فراک پہنے سبزہ زار سے ہوتی چلتی ہوئی بہت دور نکل آئی تھی۔

وہ پریشان سا اسکے پیچھے آرہا تھا لیکن اس تک نہیں پہنچ پارہا تھا۔

وہ اور دور ہوتی جا رہی تھی، بنا اسے دیکھے اسکی نظروں سے او جھل ہوتی چلی گئی۔

وہ وہیں پھیلی سبز گھاس پر بیٹھتا چلا گیا۔

”یہ میں نے کیا کر دیا؟ کیسے کر سکتا ہوں میں ایسا؟ کیسے تکلیف دے سکتا ہوں میں اُسے؟“

وہ یک دم ہی نیند سے جاگا تھا۔

یہ آج کیسا خواب آیا تھا اُسے، وہ دور کیوں جا رہی ہے کچھ سمجھ نہیں آرہا اور میری وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔

وہ اس وقت کراچی ہوٹل کے روم میں موجود تھا قریب ہی کہیں فجر کی اذان ہو رہی تھی وہ بستر چھوڑتا اٹھ کھڑا
ہوا ذہن ابھی بھی اس خواب کی طرف ہی تھا۔

.....

آج زریش کے گھر چھوٹی سی پارٹی رکھی گئی تھی جس میں وہ سارا گروپ اور انکی کزنز وغیرہ تھیں۔
فاریہ کورات سے بخار تھا وہ آج یونیورسٹی بھی نہیں جاسکی تھی تو وہ اکیلی جانے کے لیے تیار ہو گئی
تھی۔ اسنے گھٹنوں تک آتی مسٹرڈ فرائٹ پہن رکھی تھی اور ساتھ سفید جینز اور سفید ہی سکارف گردن کی
پشت سے دونوں طرف سے آگے کو کر رکھا تھا۔ سیاہ کندھوں تک آتے ریشمی بال ہاف کیچر میں بندھے تھے
سنہری بالی ناک میں موجود چمک رہی تھی۔
میک اپ کے بغیر شفاف چہرہ، وہ ہمیشہ کی طرح بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔
اس وقت وہ زریش کے گھر موجود تھی، سبھی اسکی ہم عمر لڑکیاں تھیں اور اسکی فرینڈز کی کزنز بھی تھیں۔
تبھی ایک لڑکا لاؤنج سے ہوتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا دیکھائی دیا، وہ شاید اسکا کوئی کزن تھا کیونکہ اسکے بھائی تو
اسنے دیکھ رکھے تھے۔

زریش... اسنے زریش کو پکارا تو وہ اسکی طرف چلی آئی۔

”کیا ہوا“

”یہ اوپر کون گیا ہے ابھی ابھی، تم تو کہہ رہی تھی کہ صرف لڑکیاں ہوں گئی۔“ پاس بیٹھی لاریب اور ہادیہ نے بھی سوالیہ نظروں سے زریش کو گھورا تھا۔

”میں چیک کر کے آتی ہوں تم لوگ پریشان نہیں ہو۔“ زریش نے کہا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی ابھی وہ چند سیڑھیاں ہی چڑھی تھی کہ وہ واپس سیڑھیاں اترتا دیکھائی دیا آبیہ اسی طرف دیکھ رہی تھی وہ تئیس، چوبیس سالہ دراز قد خوش شکل نوجوان تھا اس وقت سیاہ جینز اور سیاہ ہی شرٹ میں ملبوس تھا۔

”ارسل تم یہاں کیا کر رہے ہو میں نے بتایا بھی تھا کہ میری فرینڈز آرہی ہیں پھر بھی تم جان کہ یہاں آئے ہو۔“ زریش نے سختی سے کہا تھا اسکا یہ کزن سر پھرا سا تھا، نشے کا عادی تھا، جوجی میں آیا کر دیا اسی وجہ سے وہ ایک، دو بار جیل کی ہوا بھی کھا چکا تھا لیکن اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

اسنے ایک نگاہ لاؤنچ میں موجود لڑکیوں پر ڈالی جن میں اسکی اپنی چھوٹی بہن بھی موجود تھی۔

یک دم ہی اسکی نگاہ اس لڑکی پر ٹھہری تھی جو چہرہ اٹھائے اسے کچھ سختی سے گھور رہی تھی اسکے دیکھنے پر آبیہ نے آنکھیں گھمائیں تھیں، اسنے دلچسپی سے اسکو دیکھا تھا پھر بنا زریش کو دیکھے سیڑھیاں اتر گیا۔

شام کے ساڑھے چھ بجے وہ لوگ فارغ ہوئیں تھیں لنچ کے بعد کچھ چھوٹی موٹی گیمز کھیلی گئیں تھیں اور پھر سب واپسی کے لیے تیار ہو گئیں تھیں۔

اسنے ڈرائیور کو سوا چھ بجے کا ٹائم دیا تھا وہ گیٹ سے باہر آئی تو وہاں ڈرائیور نہیں تھا اسنے کال کی تو پتا چلا گاڑی کے چاروں ٹائر پنچر ہو گئے ہیں انکی پریشان سی آواز سن کر اسے حیرت ہوئی چاروں ٹائر ایک ساتھ میسکچر

ہو گئے اور ابھی انہیں کچھ وقت لگے گا، اسنے اپنے ساتھ ہادیہ، مریم اور لاریب کو بھی ڈراپ کرنا تھا کیونکہ انکے گھر اسکے گھر سے پانچ، سات منٹ کے فاصلے پر ہی تھے تو وہ لوگ اسکے ساتھ آئیں تھیں۔

اسنے اندر آکر انہیں اطلاع دی تو ان سب نے پریشانی سے وقت دیکھا۔

”ایسا کرتے ہیں ٹیکسی لے لیتے ہیں۔“ لاریب نے صلاح دی تو سب سے پہلے آبیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

”میرے بابا ڈانٹیں گئے کہ کیوں ٹیکسی میں آئی ہو۔“ اسنے منہ بسورتے کہا۔

تبھی داخلی دروازے سے زریش کی امی اور وہی کزن آتے دیکھائی دیئے وہ ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا اور زریش کی والدہ انکی طرف آگئیں۔

”کیا ہوا لڑکیو! کیوں پریشان ہو۔“ انہوں نے ان سب کے پریشان چہرے دیکھے تو بولیں وہ بھی کسی کام سے گئی ہوئیں تھیں ابھی لوٹیں تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

زریش نے ساری بات انکے گوش گزاری تو انہوں نے سمجھتے سر ہلایا پھر چند لمحوں بعد بولیں۔

ہمارا کوئی ڈرائیور تو نہیں ہے، میں اور زریش کے بابا اپنی اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتے ہیں، شاور (زریش کا بھائی) بھی اس وقت گھر نہیں ہے ورنہ وہ تم لوگوں کو ڈراپ کر آتا، ابھی ارسل ہے یہاں وہ تم لوگوں کو چھوڑ آئے گا۔

آبیہ نے ہونٹ بھیچنے اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، باقی تینوں بھی شکر ادا کرتیں اپنا اپنا سامان اٹھانے لگیں۔

آبیہ نے فاریہ کو میسج کر کہ ڈرائیور کے نا آنے اور پھر ارسل کے بارے میں ساری بات بتائی تھی لیکن ابھی تک اس نے میسج سین نہیں کیا تھا۔

سارے راستے وہ بیک ویو مرر سے اسے گھورتا رہا تھا اسے سخت کوفت ہو رہی تھی، دل ہی دل میں وہ اسے برے سے برے القابات سے نوازتی رہی تھی۔

اس نے نوٹ کیا وہ ہاتھوں میں سیاہ دستانے پہنے ہوئے تھا۔ اس کا شاید دماغ چل گیا اپریل کے مہینے میں دستانے پہن کہ گھوم رہا ہے۔

وہ تینوں باری باری اتر گئیں تو اسے یہ پانچ سے سات منٹ دنیا کا سب سے لمبا وقت لگا تھا وہ چاہ رہی تھی تیزی سے یہ وقت گزرے اور وہ اپنے گھر پہنچ جائے۔

بلاخر اس کا گھر آ ہی گیا تھا اس نے گھر اسانس لیا اور تیزی سے اپنا بیگ اٹھاتی باہر نکلی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE
باہر ملگجاسا اندھیرا پھیل گیا تھا، سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں سب دیکھنے لائق لگ رہا تھا۔

وہ گاڑی سے نکلی تو ساتھ ارسل بھی باہر آیا تھا وہ گھر کے بیرونی دروازے سے کم از کم ایک فٹ کے فاصلے پر تھی وہ دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ وہ اچانک ہی سامنے آکھڑا ہوا اس نے چونک کر اسے دیکھا۔
”مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔“ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ بنا کوئی ریسپانس دیئے آگئے بڑھنے لگی تھی کہ اس نے اپنے دستانے والے ہاتھوں سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔

”کیا تکلیف ہے چھوڑو میرے ہاتھ۔“ اسنے دانت پیستے ہوئے اسے کہا تھا جو ڈھیٹ بنا اسکے ہاتھوں پر گرفت اور سخت کر گیا تھا۔

”دیکھو تم میری بات سنو مجھ سے دوستی کر لو بس کبھی کبھار بات کر لیں گئے میں تمہیں زیادہ تنگ نہیں کروں گا“ اسنے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

تبھی آبیہ کی پشت پر اسے گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی وہ چہرہ موڑ بھی نہیں سکتی تھی ہاتھ سخت گرفت میں تھے۔ اپنی بکواس بند کرو مجھے تم سے کوئی دوستی دوستی نہیں کرنی اب شرافت سے میرے ہاتھ چھوڑو ورنہ میں چیخ چیخ کر یہاں سب کو اکٹھا کر لوں گی اور تمہاری وہ درگت بنے گئی کے تم کسی کو منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہو گئے، اسنے اپنے ہاتھ کھینچنے کی پوری کوشش کرتے کہا تھا۔

”کیا ہو رہا ہے یہاں۔“ بھاری رعب دار مردانہ آواز پر اسکو اچانک ہی خود میں سکون اترتا محسوس ہوا لیکن کون جانے کہ یہ سکون صرف چند لمحوں کا ہی تھا۔

احرام نے قریب آکر کہا تو اسل تیزی سے بولا۔

”دیکھو بھائی ہم دونوں کی لڑائی ہو گئی ہے یہ میری گرل فرینڈ ہے یہ مشکل سے ہی مانتی ہے۔“ اسنے مسکراتے ہوئے کہا تو اب آبیہ سلطان کے پیروں تلے سے صحیح معنوں میں زمین کھسک گئی تھی۔

”ب.. بکواس بند کرو میں کوئی تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں چھوڑو میرے ہاتھ گھٹیا انسان۔“ اسنے اپنے ہاتھ اسکی سخت گرفت سے کھینچتے کہا۔

چھوڑو اسکے ہاتھ... احرام نے نہایت پتھر یلے لہجے میں کہا تھا۔

”دیکھو بھائی تم اپنا کام کرو میں اسے منالوں گا جاؤ یہاں سے۔“ اسنے بے پرواہی سے کہا۔

”میں نے کہا ہاتھ چھوڑ اسکے“ احرام نے ایک زوردار نگہ اسکے جڑے پر مارا تھا اسنے بے اختیار ہاتھ چھوڑے تھے اور چہرہ نیچے کو جھکا گیا اسکے منہ سے سرخ مادہ باہر آیا تھا وہ درد سے کراہ گیا۔

”ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکل لے ورنہ وہ حشر کروں گا کے دوبارہ کسی کو دانت دکھانے کے قابل نہیں بچے گا۔“ احرام نے اسکے گریبان سے پکڑ کر جھٹکا دیتے کہا تھا۔

”آبیہ اسکو بتاؤ تم گرل فرینڈ ہو میری، یہ دیکھو گاڑی کھڑی نظر نہیں آرہی تمہیں وہ میرے ساتھ آئی ہے۔“ اسنے تیزی سے کہا وہ جان گیا تھا یہ یقیناً اسکے گھر کا کوئی فرد ہے تبھی مارنے پہ تلا ہوا ہے، آبیہ کے صحیح معنوں میں اوسان خطا ہو گئے تھے۔

”آبیہ کیا آپ اسکے ساتھ آئی ہیں۔“ احرام نے آج پہلی بار اسکا نام ”سر نیم“ کے بنالیا تھا اور لیا بھی کس وقت تھا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE
اسنے تھوک نگلتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

احرام کا چہرہ یک دم ہی سفید پڑا تھا، جیسے کسی اپنے پر بہت مان ہو اور پھر وہ ٹوٹ جائے اعتبار ٹوٹنے کی یہ تکلیف وہ پہلے بھی برداشت کر چکا تھا لیکن اس بار تکلیف مختلف انداز سے ملی تھی۔

اسنے ارسل کا گریبان چھوڑ دیا پھر ایک زوردار لات اسکے پیٹ میں ماری تھی وہ اچھل کہ دور جاگرا، آبیہ نے خوف سے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے تھے پھر احرام کے سامنے آئی۔

”آپ... آبیہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی احرام نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا، ارسل بامشکل اٹھتا اب اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا منہ ہی منہ میں وہ کچھ گالیاں بھی بک رہا تھا۔

”اندر جاؤ۔“ احرام نے بنا اسکو دیکھے کہا تو وہ تیزی سے اپنا حلیہ درست کرتی اندر کی طرف بھاگی تھی۔

وہ ابھی لان میں ہی چکر کاٹ رہی تھی کہ وہ تن فن کرتا اسکے سر پر آن موجود ہوا۔

”وہ تمہارا.. ب... واٹ ایور جو بھی تھا تم اسکے ساتھ آئی ہو کیا تمہارے ماں باپ جانتے ہیں اس بارے میں۔“ اسکا لہجہ اسکے الفاظ سب اچانک ہی بدل گیا تھا، آج پہلی اسنے اسے ”تم“ کہا تھا یعنی کیا وہ اسکی نظروں میں اب وہ نہیں رہی تھی جو پہلے تھی اسنے بے یقینی سے سوچا۔

اسنے اسکے سوال کے جواب میں ناں میں سر ہلایا تھا۔

”ہمم.. انٹر سٹنگ... اپنے گھر والوں سے چھپ کر افیئر چلایا جا رہا ہے امیزنگ...“ اسنے حیرت و بے یقینی سے اسکا چہرہ دیکھتے کہا جس کی ہوائیاں اڑی ہوئیں تھیں۔

”نہیں ایسی کوئی...“ اس سے پہلے کہ وہ اپنی صفائی میں کچھ بولتی وہ اسکی بات کا ٹٹا بولا۔

”شٹ اپ.. جسٹ شٹ اپ.. آج کے بعد مجھے اپنی شکل بھی مت دیکھانا.. اس معصوم چہرے کے پیچھے کا چہرہ میرے سامنے آگیا ہے میں تمہاری حقیقت جان گیا ہوں تم... مجھے بھی انہی میں شامل کرنا چاہتی ہونا جیسے تم

نے باقیوں کو کر رکھا ہے.. وہ سابل سلیمان اور یہ ارسل واٹ ایور.. لیکن میں، میں ان میں سے نہیں ہوں۔“ اسنے

پتھر یلے لہجے میں چبا چبا کر کہا تھا، سرمئی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہیں تھیں۔ وہ مڑنے لگا تو آبیہ کے لفظوں نے اسکے

چلتے قدم روکے تھے۔

”مجھے لگا تھا محبت لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی، لیکن میں غلط تھی کبھی کبھی ہم چاہے جتنا مرضی رو کر یا چلا کر اپنے جذبات کا اظہار کریں سامنے والے کو فرق نہیں پڑتا۔“

”میں نے آج تک اپنی انیس سالہ زندگی میں کبھی کسی کو نہیں سوچا آپ.... وہ پہلے شخص ہیں جسے میں نے دل و جان سے صرف چاہا نہیں بلکہ میں آپ سے بے انتہا محبت کرتی رہی..... نہیں یہ محبت نہیں عشق ہے جو میرے ساتھ ہی ختم ہوگا۔“ آنسوؤں سیاہ جھیل سی آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے تھے۔

”آپ میری شکل نہیں دیکھنا چاہتے نا آج کہ بعد میں آپ کو کبھی نہیں دکھوں گئی اگر غلطی سے سامنے آگئی تو چہرہ موڑ کر مجھے یاد دلادیتے گے گا خدا حافظ۔“

وہ زخمی لہجے میں کہتی لڑکھڑاتے قدموں سے گھر میں غائب ہو گئی۔
وہ وہیں کھڑا اپنے آس پاس گھونجتے اسکے الفاظ سن رہا تھا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کمرے میں آئی تو آنسو اور روانی سے بہنے لگے تھے دل چاہ رہا تھا دھاڑیں مار مار کر روئے۔

اسنے شاید محبت کر کہ بہت بڑی غلطی کر دی تھی اسی کی سزا ملی تھی اسے، اس شخص کو خود سے زیادہ چاہنے کی سزا ملی تھی اسے شاید۔

اس محبت میں تو وہ اپنی عزت نفس اپنی انا، خود داری سب بھول گئی تھی اور شاید اپنے خدا کو بھی۔

وہ تو اسی شخص کو سوچتی تھی دن رات، صبح شام لیکن اسنے کیا، کیا اسکے کردار کو ہی مشکوک ٹھہرا دیا۔

اس نے کہیں سنا تھا کہ کردار پہ بات آئے تو صفائیاں دینی پڑتی ہیں لیکن آج اس نے جان لیا تھا کہ اگر کردار پہ بات آ جائے تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اور آج کردار پہ بات آگئی تھی ۔

اور بات کی بھی کس نے اسی شخص نے جس سے وہ عشق کر بیٹھی تھی... آہ یہ کیا، کیا میں نے کس شخص سے دل لگا بیٹھی جس کو میری ذرہ برابر پرواہ نہیں، جسکے پیچھے میں نے اپنی عزت نفس کو کھودیا اس ہی سے عشق کر بیٹھی۔

اسے خود پہ مسلسل ہنسی اور رونا آرہا تھا یہ کیا حالت بنالی میں نے اپنی میں یہ تو نا تھی میں تو آبیہ سلطان تھی جو اپنی الگ دنیا بنانا جانتی تھی کسی کو خاطر میں نالانے والی... اب کیا کروں گئی میں خود سے سوال کیا گیا۔

کاش وہ یہاں آیا ہی نا ہو تا کاش میں نے کبھی اسے دیکھا ہی نا ہوتا... کتنے دن بعد اسے آج دیکھا تھا دل کو اچانک ہی سکون ہوا تھا لیکن اس نے کیا، کیا ۔

اب میں کیسے رہوں گئی یہاں ، مجھے نہیں رہنا یہاں... اللہ میں کہاں جاؤں... وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی۔

احرام کیسے درمیانی دروازہ عبور کرتا اپنے کمرے میں پہنچا نہیں جانتا تھا۔

دونوں گھروں میں آج معمول کے خلاف گہری خاموشی چھائی تھی ، کہیں سے کسی بھی قسم کی کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔

وہ کمرے کا دروازہ لاک کر تابیڈ پر ڈھے گیا۔

یہ میں نے کیا کر دیا؟ کیوں کیا یہ میں نے میں کیسے کر سکتا ہوں؟ میں اسے کیسے تکلیف دے سکتا ہوں؟۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہے میں، میں کیا کروں اب اس نے آج محبت کا اظہار کیا ہے اور کیا بھی کس طرح ٹوٹے دل سے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ پہلے دن سے مجھے چاہتی ہے میں نے کتنے غلط الفاظ استعمال کیے... اف.. وہ اپنے بال مٹھیوں میں جکڑتا اٹھ بیٹھا۔

”ہو سکتا ہے وہ لڑکا سچ کہہ رہا ہو۔“ شک کی آواز پھر سے گونجی۔

”لیکن آبیہ کی آنکھیں تو جھوٹ نہیں کہہ رہیں تھیں اس نے سچے دل سے مجھ سے اظہار محبت کیا ہے۔“ اسکے دل نے کہا۔

وہ تیزی سے کمرے کا لاک کھولتا فاریہ کے کمرے کا دروازہ ناک کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد فاریہ پشمرہ چہرے کے ساتھ دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

”کیا ہوا بھائی آپٹھیک تو ہیں۔“ فاریہ نے فکر مندی سے اس کا سفید چہرہ دیکھتے کہا۔

”ج.. مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔“ اس نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا۔

”جی جی... ضرور، آئیے۔“ اس نے راستہ چھوڑتے کہا۔

”گھر میں کافی خاموشی ہے، باقی سب کہاں ہیں؟“ اس نے گھر کی خاموشی محسوس کرتے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

”جی وہ شاہ زیب بھائی کے سر کا انتقال ہو گیا ہے سب لوگ عصر کے وقت کے وہیں گئے ہوئے ہیں۔“ اسنے احرام کا پریشان چہرہ دیکھتے بتایا۔

”ہمم.. اچھا۔“ اسنے کہا۔

”بھائی آپ کچھ بات کرنا چاہتے تھے، کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا...؟۔“ اسنے اس سے پہلے احرام کو یوں پریشان اور کھوئے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

”کیا آبیہ کسی کو... پ... پسند کرتی ہیں، مطلب آپ تو سب جانتیں ہوں گئیں نا اسکے بارے میں۔“ اسنے کہا تو فاریہ نے چونک کہ اسے دیکھا۔

”آپ یہ پوچھنے آئے ہیں؟۔“ اسنے حیرت سے کہا ایسا کیا ہوا ہے کہ وہ یہ بات جاننے آگیا تھا۔

ہاں... وہ آبیہ... اسے.. ایک لڑکا ڈراپ کرنے آیا تھا گھر اور انکی لڑائی ہو گئی تھی.. اور وہ.. وہ اسے اپنی گ... گرل فرینڈ کہہ رہا تھا کیا واقع میں وہ.. اسنے بات ادھوری چھوڑ دی۔

”کون سا لڑکا یہ آپ کیا بول رہے ہیں... وہ آپ سے محبت کرتی ہے اور اب سے نہیں شاید پچھلے ایک سال سے یا پتا نہیں کب سے لیکن میں نے آپ کے علاوہ کسی کا بھی نام اسکی زبان سے نہیں سنا اور اسنے تو آپ کے لیے اپنے خواب تک چھوڑ دیئے... آپ کیا بات کر رہے ہیں آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔“ اسنے حیرت سے اسکے سامنے آبیہ کے اسکے لیے جزبات بتائے تھے۔

”ایک منٹ اسنے یقیناً مجھے کوئی کال یا میسج کیا ہو گا وہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہے۔“ فاریہ نے جلدی سے اپنا فون سائیڈ ٹیبل سے اٹھاتے کہا اور چند سیکنڈز بعد وہ فون اسکے سامنے کر چکی تھی۔

فاری یارڈرائیور انکل کی کال آئی تھی کہہ رہے ہیں گاڑی خراب ہو گئی ہے اور ٹائم بھی بہت ہو رہا ہے اب زریش کی امی کہہ رہیں تھیں اسکے کزن کے ساتھ ہم چاروں چلی جائیں مجبوراً اس لفنگے آوارہ کے ساتھ آنا پڑ رہا ہے تمہیں گھر آ کہ بتاتی ہوں وہ کیسے گھور رہا تھا۔

اف دل کر رہا اسکے منہ پر چارپانچ تھپڑ رسید کر دوں گھورے ہی جا رہا بد تمیز... کہاں ہو... سیپلائے تو دے دو... تمہارا بخار اترا.. بھائی سے بات ہوئی.. اے...۔

اور نیچے گھورنے والے ایمو جی بھیجے گئے تھے ۔

احرام نے گہرا سانس لیا دل پھر سے بے آرام سا ہو گیا تھا بہت غلط کر دیا تھا اسنے، وہ فون اسکی طرف بڑھاتا اٹھ کھڑا ہوا۔



BEING THE STRING OF YOUR KITE

”بھائی آپ نے کیا کہا آبی کو“۔ فاریہ فکر مندی سے پوچھا۔

”بہت غلط کہہ دیا میں نے، آپ پلیز جائیں اسکے پاس وہ بہت ہرٹ ہوئی ہیں...“ احرام نے اضطرابی انداز میں کہا اور دروازہ عبور کر گیا۔

فاریہ بھی دوپٹہ درست کرتی آبی کے پاس جانے کا سوچ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اسکی صبح چھ بجے کی دبئی کی فلائٹ تھی تو واپسی شاید دو یا تین ہفتوں یا اس سے بھی زیادہ وقت کے بعد ہونی تھی وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔

وہ بزنس ٹور کے لیے جا رہا تھا تقریباً ایک مہینہ تو لگ ہی جانا تھا تب تک وجاہت صاحب ہی یہاں کا بزنس دیکھنے والے تھے۔

”مجھے یقین ہے وہ مجھے معاف کر دے گی، وہ اچھے دل کی ہے۔“ اسنے خود کو تسلی دیتے سوچا دل البتہ ابھی بات کرنے کو چاہ رہا تھا اسے ہرٹ کرنے کا پچھتاوا سکون نہیں لینے دے رہا تھا۔

فار یہ بہت دیر دروازہ پیٹتی رہی تھی لیکن اسنے نہیں کھولا تھا، کالز اور میسجز کیے پھر بھی کوئی رسپانس نہیں آیا تھا۔ وہ تھک ہار کر اسکے لیے پریشان واپس لوٹ آئی تھی۔

کمرے میں موجود لڑکی فرش پر بچھے قالین پر بیٹھی سامنے دیوار کو گھور رہی تھی، وہ جانتی تھی اسکا دل اس شخص کے سامنے آتے ہی سب بھول جائے گا لیکن وہ اس بار کچھ بھی بھولنا نہیں چاہتی تھی کبھی بھی نہیں۔

وہ فیصلہ کر چکی تھی اور اس بار وہ خود سے کیے گئے وعدے پر ڈٹے رہنا چاہتی تھی۔

وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گی۔

احرام کے سابقہ رویوں سے اُمید تو یہ بھی نہیں تھی کہ وہ اس سے معافی بھی مانگے گا لیکن اب کبھی وہ اسکے سامنے ناجانے کی قسم کھا چکی تھی۔

اور خود سے کیا گویا یہ عہد آبیہ سلطان نبھانے والی تھی۔

ایک مہینے بعد:

اسکا ایڈمیشن لندن سکول آف اکنائٹس میں ہو گیا تھا اسے اسکا لرشپ مل گئی تھی لیکن وہ خوش نہیں تھی اس ایک مہینے میں وہ بہت خاموش ہو گئی تھی۔

فاریہ سے بھی بہت زیادہ بات نہیں کرتی تھی پہلے ایک ہفتے میں تو وہ نانو گھر بھی نہیں جاتی تھی پھر فاریہ نے ہی بتایا کہ احرام دبئی گیا ہوا ہے اور ایک مہینے تک واپس آئے گا اسنے اسکے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا بلکہ فاریہ کو بھی کہہ دیا کہ اسکا نام بھی میرے سامنے نالیا جائے۔

پھر ایک دن اسے ایل ای سی کی طرف سے اسکا لرشپ ملنے کی میل آگئی تھی، ذرین بیگم تومان ہی نہیں رہیں تھیں بابا کو بھی اسنے یقین دلایا کہ وہ چھٹیوں میں مل سکتے ہیں اور پھر دو سال کی ہی تو بات ہے۔

نانو بہت خفا ہوئیں تھیں کہ پاکستان میں کیا یونیورسٹیز کم ہیں جو تم ملک سے باہر جا رہی ہو لیکن وہ انکو بھی کمزور سی تسلیاں دیتی رہی کہ وہ دو سال بعد آجائے گی اور آپ کے پاس سب ہیں ایک میرے نا ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا بھلا۔

تو نانو آنکھوں میں آنسو لیے چہرہ موڑ گئیں اسکا دل اور دکھی ہو گیا صرف ایک انسان کے دل دکھانے کی وجہ سے وہ اپنے اتنے پیارے رشتے چھوڑ کر جا رہی تھی دل چاہ رہا تھا وہی پرانے دن واپس آجائیں سب پہلے جیسا ہو جائے۔

کہتے ہیں اگر دل کا موسم اچھا نا ہو تو آس پاس کی رونقیں، محفلیں، خوش گپیاں کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔

اسنے گہرا سانس لیتے گھر سے باہر قدم رکھا جانے وہ کب دیکھے گئی ان جڑواں گھروں کو اور ان میں بستے خوبصورت رشتوں کو سب کی دعائیں لینے کے بعد وہ ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔

صارم وہیں کھڑا اس حسین لڑکی کو خود سے دور جاتا دیکھ رہا تھا، اس جانے والی کے دم سے ہی تو گھر میں رونق تھی، ایک آنسو چپکے سے اسکے گال پر بہہ گیا تھا دل یہ حقیقت ماننے سے انکاری تھا کہ وہ لڑکی کچھ عرصے کے لیے ہی صحیح دور جا رہی تھی۔

احرام آج واپس آ گیا تھا۔

اسے ہرٹ کرنے کا گلٹ اسے سونے نہیں دیتا تھا، ہر بار جب بھی اس شام کا خیال آتا وہ اس سے جا کر معافی مانگ لے گا کا سوچ کر کچھ وقت کے لیے ہی صحیح پر سکون ہو جاتا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR

وہ جلد از جلد پاکستان جا کر اس سے معافی مانگ کہ اپنا یہ گلٹ ختم کرنا چاہتا تھا۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا قسمت نے اسکے لیے یہ پچھتاوا ابھی برقرار رکھنا تھا۔

وہ شام کے وقت گھر پہنچا تھا کچھ وقت آرام کے بعد فریش ہوا اور کھانا کھانے کی غرض سے نیچے آ گیا سب سے اتنے دن بعد مل رہا تھا ملنے ملانے اور حال چال کے بعد سب کھانا شروع کرنے لگے۔

اتوار کا دن تھا تو دونوں گھروں کے افراد اکٹھے کھانا کھا رہے تھے، سب خاموشی سے کھانا کھاتے رہے احرام نے معمول سے ہٹ کہ یہ خاموشی محسوس کی تھی اور آبیہ سلطان کا کھانے پر موجود ناہونا بھی۔

وہ بار بار دروازے کو دیکھ رہا تھا کہ اب آتی ہے یا تب لیکن وہ آکھ ہی نہیں دے رہی تھی فاریہ اور صارم بھی خاموش تھے بلکل، دونوں ہی کھانا کھانے کی بجائے پلیٹ میں چبچہلا رہے تھے۔

بڑے بھی کچھ خاص نہیں کھا رہے تھے۔

احرام کو ضرور کچھ باتھونے کا شک ہوا تھا، فاران بھی وہیں موجود تھا سب نہایت سنجیدگی سے بیٹھے تھے۔

پھر یو نہی خاموشی سے کھانا کھانے کے بعد سب اٹھ کر اپنے اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔

سرمنی آنکھیں بار بار کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

وہ اوپر آیا اور فاریہ کو مخاطب کیا جو اپنے کمرے کی ہی طرف جا رہی تھی۔

“فاریہ بات سنیں۔” اسنے نہایت سنجیدگی سے اسے پکارا تو وہ مڑی۔

“جی بھائی” اسنے اسکا الجھن زدہ چہرہ دیکھتے جواب دیا۔

“کیا گھر میں کچھ ہوا ہے سب لوگ بہت خاموش ہیں۔” اسنے الجھن سے سوال کیا۔

“جی گھر کی رونق چلی گئی ہے نا اس لیے شاید آپ کو لگ رہا ہوگا، کیوں کہ اسکے ہونے سے ہی ان دونوں گھروں میں

رونق تھی۔” اسنے اداسی سے جواب بتایا۔

“کیا مطلب؟ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ کس کی بات کر رہی ہیں؟” احرام نے کچھ کچھ سمجھتے اس سے انجانے خدشات کو

جھٹکتے سوالات کیے۔

“میں آبیہ کی ہی بات کر رہی ہوں وہ آج یو کے چلی گئی ہے اسکو اسکا لرشپ مل گئی تھی ایل ای سی میں۔”

فاریہ نے صحیح معنوں میں اسکے سر پر بم پھوڑا تھا وہ حیرت زدہ سا اسکے الفاظ کی حقیقت کو تسلیم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ کیا جوا بھی اسنے سنا وہ سچ تھا وہ.. خدا یا اب.... کیا... وہ..۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے وہ تیزی سے وہاں سے مڑتا سیڑھیاں اترنے لگا پھر نیچے لان میں آکر بیٹھ گیا وہاں سے وہاں بوریوں سے یہاں چکر کاٹنے لگا، یہاں سے کھڑے ہو کر سامنے ہی آبیہ کے کمرے کی کھڑکی کو دیکھا تھا دل پھر سے پچھتاوے سے بھر گیا تھا۔

وہ وہاں سے تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف گیا تھا چابی ہاتھ میں لی تو نئے سرے سے اسکی یاد آئی تھی دل چاہ رہا تھا وہ اچانک سے سامنے آکھڑی ہو اور وہ کچھ پر سکون ہو جائے لیکن شاید قسمت اسکو خوار کرنا چاہتی تھی وہ گاڑی لے کر گھر سے باہر آگیا۔

رات گے تک وہ گاڑی بلا مقصد دوڑاتا رہا تھا اور اپنے دل کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔

وہ گاڑی سائیڈ پہ لگاتے چیتا اپنے اندر کی اذیت باہر نکالتا رہا اور زور زور سے اپنا ہاتھ مکے کی صورت سٹیرنگ پہ مارتا رہا تھا مار مار کر وہ خود ہی خود کو تکلیف دیتا اپنا سر سٹیرنگ پہ ٹکا گیا تھا۔

انگلیوں کی ہڈیاں سوج گئی تھیں اور انسے خون رسنے کے قریب ہو گیا تھا۔

میں نے دوسروں کی سزا اسے کیوں دی؟ کیوں کیا ایسا میں نے؟ اب جانے کب نظر آئے گئی وہ مجھے ایسا لگ رہا تھا وہ نظر نہیں آرہی تو آنکھوں کی روشنی نہیں تھی۔

اسکا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا یوں لگ رہا تھا ابھی سامنے آئے گئی اور بول دے گئی کہ میں تو مزاق کر رہی تھی اور کھکھلا کر ہنس دے گئی اور وہ اسے کوئی ایسی بات کہے گا کہ کچھ وقت کہ لیے وہ منہ بنائے گئی اور اگلے ہی لمحے پھر ویسی ہی ہو جائے گی جیسے کچھ ہوا ہی ناہو۔

”میں اسے اتنا مس کیوں کر رہا ہوں۔“ اسنے خود سے سوال کیا۔

”شاید مجھے اسکی عادت ہو گئی ہے۔“ خود ہی جواب دیا گیا۔

”اور جانتے ہو عادت تو محبت سے زیادہ جان لیوا ہوتی ہے۔“ اسے لگا آس پاس کی ہر چیز اسکا مزاق اڑا رہی ہو اس پر ہنس رہی ہو۔

”یہ وہی ہے نا جو کہتا تھا لوگ کن فضولیات میں پڑے ہیں یہ محبت وغیرہ کچھ نہیں ہوتا سب بکو اس ہے۔“

اور آج خود ہی خود کے جذبات نہیں سمجھ پا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کچھ سنتا تو میں کہتا

مجھے کچھ اور کہنا تھا

وہ پل بھر کو جو رک جاتا

مجھے کچھ اور کہنا تھا

غلط فہمی نے باتوں کو بڑھا ڈالا یو نہی ورنہ

کہا کچھ تھا، وہ کچھ سمجھا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

از قلم: احمد فراز

جاری ہے۔۔۔



سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب